بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

باسمہ تعالیٰ

اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ صَفَر اور توہم پرستی

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ صفر اور توہم پرستی

قمری واسلامی سال کے دوسرے مہینے ''صفر'' سے متعلق شرعی احکامات، جاہلانہ خیالات، زمانہ جاہلیت کے توہمات اور نظریات اوران کا رد، موجودہ دور کی سینکڑوں توہم پرستیاں، اور زمانہ جاہلیت سے ان کا تعلق۔ اوراس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ناشر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

نام کتاب:	ماہِ صفر اور توہم پرستی
مؤلف:	مفتی محمد رضوان
طباعتِ اوّل:	صفر المظفر ۱۴۲۳ھ۔ اپریل 2002ء
اشاعتِ دوم:	شعبان ۱۴۲۷ھ۔ اگست 2006ء
اشاعتِ سوم:	محرم ۱۴۳۱ھ۔ دسمبر 2010ء
طابع وناشر:	ادارہ غفران، راولپنڈی

ملنے کے پتے

پتہ	فون
کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی، پاکستان۔	فون:051-5507270
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی	فون:051-5771798
اسلامی کتاب گھر: خیابان سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی	فون:051-4830451
مکتبہ صفدریہ: دکان نمبر 6، المدد پلازہ، مصریال روڈ، چوہڑ چوک، راولپنڈی	فون:051-5461469
اکمل پبلشنگ ہاؤس: افضل دار پلازہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	فون:051-5553248
قرآن محل: اقبال روڈ، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	فون: 0321-5123698
ادارۂ اسلامیات: ۱۹۰ انارکلی، لاہور۔	فون:042-7353255
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور	فون:0427228272
مکتبہ قاسمیہ: الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار، لاہور۔	فون:042-7232536
ملت پبلیکیشنز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد	فون: 051-2254111
مکتبہ العارفی: جامعہ امدادیہ اسلامیہ گلشن امداد، محمد آباد، ستیانہ روڈ، فیصل آباد	فون:041-8715856
مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پور بازار، فیصل آباد	فون:041-2601919
مکتبہ سراجیہ: بالمقابل جامعہ مفتاح العلوم، چوک سٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا	فون048-3226559
ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان	فون:061-4540513
ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان	فون:061-4514929
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔	فون:021-2631861
مکتبۃ القرآن: دوکان نمبر 30، گرومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی	فون:021-4856701
ادارۃ المعارف: احاطہ دارالعلوم کراچی	فون:021-5032020
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد	فون:0992-340112
مکتبہ سرحد: خیبر بازار، پشاور	فون:091-2212535

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

ازمؤلف

ماہِ صفر اور توہم پرستی

ماہِ صفر سے متعلق بندہ کا یہ رسالہ اس سے قبل ''ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس مرتبہ تفصیل اور بعض دوسری وجوہات کی بناء پر ''ماہِ صفر اور توہم پرستی'' کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔

اس سے قبل کی اشاعت کے وقت بعض عربی اور اصل مآخذ کی کتب میسر نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اردو یا ناقلین کی کتب سے استفادہ پر اکتفاء کیا گیا تھا، اس مرتبہ کی اشاعت سے قبل اپنے پاس موجود عربی کتب اور اصل مآخذ اور حتی الامکان احادیث وروایات کی اسنادی حیثیت کی طرف مراجعت کی گئی، اور اصل عربی عبارات اور ان کے ضمن میں مفید اضافات شامل کیے گئے اور غیر مستند باتوں کو حذف کر دیا گیا۔

جس کے نتیجہ میں بحمد اللہ تعالیٰ اب یہ رسالہ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ مفید و مستند اور ضخیم ہو گیا۔

اب اگر کسی جگہ پہلی اشاعت اور موجودہ اشاعت کے نسخوں میں فرق نظر آئے، تو موجودہ اشاعت والے نسخے کی تحقیق راجح سمجھی جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بندہ اور بندہ کے احباب سمیت، جملہ مومنین و مومنات کے لئے دنیا و آخرت کے اعتبار سے نافع و مفید بنائیں۔ آمین۔

محمد رضوان

۲۵/ ذوالحجہ/ ۱۴۳۱ھ 02/ دسمبر/ 2010ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ صفر اسلام کا دوسرا مہینہ

ماہِ ''صَفَرُ الْمُظَفَّر'' اسلامی اعتبار سے سال کا دوسرا مہینہ ہے۔ کیونکہ محرم الحرام کے مہینہ سے اسلامی سال شروع ہوتا ہے اور اس کے ختم ہونے پر صفر کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔

''صفر'' کے معنیٰ

''صفر'' تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی ص، ف اور ر۔ اس کے لغت (Dictionary) میں کئی معنیٰ آتے ہیں، جن میں سے ایک معنیٰ خالی ہونے کے ہیں۔ [1]

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنیٰ لغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے، کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں مذہبی طور پر ان کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت انجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا۔ [2]

اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اس جنگجو قوم کے لئے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی، لہٰذا وہ لوگ جنگ، لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے، اور اس کی وجہ سے ان کے گھر خالی ہو جاتے تھے۔

---

[1] والصُّفْر والصِّفْر والصُّفُر الشیء الخالی (لسان العرب لابن منظور، مادۃ صفر)
(صفر) صفرا و صفورا خلا یقال صفر البیت من المتاع و صفر الإناء من الشراب و صفرت یدہ من المال فھو صفر (المعجم الوسیط، باب الصاد)
قال: والصِّفْرُ: الشیء الخالی، یقال: صَفِرَ یَصْفَرُ صُفُورا فھو صِفْر، والجمیع والمذکر والأنثی والواحد فیہ سواء (تھذیب اللغۃ للأزھری، مادۃ صفر)

[2] حضور ﷺ سے پہلی شریعتوں میں ان چار مہینوں کے اندر جہاد و قتال منع تھا، ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اَشْھُرِ حُرُم'' یعنی عظمت و احترام والے مہینے کہا جاتا ہے۔
(تفصیل کے لئے ہماری دوسری تالیف ''ماہِ محرم کے فضائل و احکام'' ملاحظہ فرمائیں)

اس کے علاوہ صفر کے معنیٰ اور اس مہینے کا نام صفر رکھنے کی اور وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔ [1]

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفر'' لگانے کی وجہ

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے، یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' اس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنیٰ کامیابی وکامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنیٰ نیکی اور بھلائی کے ہیں۔

اور زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا، اور آج بھی اس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس مہینے میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں۔
جبکہ اسلامی اعتبار سے اس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں اس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔
اس لئے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اس کو منحوس اور شر وآفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے۔
اور اس مہینے میں انجام دیئے جانے والے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

---

[1] صفر :سمی بذلک لخلو بیوتھم منہ، حین یخرجون للقتال والأسفار، یقال " :صَفِرَ المکان : " إذا خلا ویجمع علی أصفار کجمل وأجمال(تفسیر ابن کثیر تحت آیت ۳۶ من سورۃ التوبۃ)
وفی (المحکم) قال بعضھم سمی صفرا لأنھم کانوا یمتارون الطعام فیہ من المواضع وقال بعضھم سمی بذلک لإصفار مکۃ من أھلھا إذا سافروا وروی عن رؤبۃ أنہ قال سموا الشھر صفرا لأنھم کانوا یغزون فیہ القبائل فیترکون من لقوا صفرا من المتاع وذلک إذا کان صفر بعدالمحرم فقالوا صفر الناس منا صفرا فإذا جمعوہ مع المحرم قالوا صفران والجمع أصفار وقال الفزاز قالوا إنما سموا الشھر صفرا لأنھم کانوا یخلون البیوت فیہ لخروجھم إلی البلاد یقال لھا الصفریۃ یمتارون منھا وقیل لأنھم کانوا یخرجون إلی الغارۃ فتبقی بیوتھم صفرا(عمدۃ القاری، کتاب الحج،باب التمتع والإقران والإفراد بالحج وفسخ الحج لمن لم یکن معہ ھدی)

صفر کے متعلق جاہلیت کے عجیب وغریب توہمات اور خیالات

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں "صفر" کے متعلق اہلِ عرب کے مختلف اور عجیب وغریب خیالات اور توہمات تھے اور آج بھی زمانۂ جاہلیت سے کچھ ملتے جلتے خیالات اور توہمات پائے جاتے ہیں۔

قرآن وسنت میں ان کو جو تفصیل بیان کی گئی اور محدثین کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں ان توہمات وخیالات کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اُس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

ماہِ صفر اور "نسیئ" کی رسم

(۱)......عرب میں پہلے سے یہ معمول چلا آرہا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے یعنی "ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب" خاص ادب واحترام کے مہینے شمار ہوتے تھے۔

ان چار مہینوں کو "اشہرِ حرم" کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسے مہینے جو کہ حرام ہیں۔

اور حرام سے مراد احترام اور عظمت والے ہیں۔

ان مہینوں میں خون ریزی اور جدال وقتال قطعاً بند کردیا جاتا تھا۔ اسی لئے لوگ اس زمانہ میں حج وعمرہ اور تجارتی کاروبار وغیرہ کے لئے امن وامان کے ساتھ آزادی سے سفر کرسکتے تھے۔ اس زمانہ میں کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل سے بھی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا۔ اسلام کے آنے سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت وجہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض بعض قبیلوں کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو "نسیئ" کی رسم نکالی گئی۔ یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ محرم کے مہینے میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کردیا کہ اس سال ہم نے محرم کو "اشہرِ حرم" سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کردیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ پرانے دستور کے مطابق محرم کا مہینہ حرام اور صفر کا مہینہ حلال رہے گا۔ اس

طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں اپنی خواہش کے مطابق ردّ و بدل کرتے رہتے تھے۔

گویا جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے کفر اور گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالنے کا حق ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا (تفسیر عثمانی بتغیر)

اس نسیٔ کی رسم پر قرآن مجید نے اس طرح سخت گرفت فرمائی:

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (سورہ توبہ آیت ۳۷)

یعنی: یہ (مہینوں یا اُن کے احترام کا اپنی جگہ سے) ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے، جس سے (عام) کفار (مزید) گمراہ کیے جاتے ہیں (اس طور پر) کہ وہ اس حرام (احترام والے) مہینہ کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی (صرف) گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے، پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے گئے اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا (کیونکہ یہ خود ہدایت کے راستہ پر آنا نہیں چاہتے) (بیان القرآن بتغیر)

فائدہ: عرب کے مشرکین نے ان مہینوں کے آگے پیچھے کرنے کو یہ سمجھا تھا کہ اس طرح ہماری نفسانی اغراض فوت نہ ہونگی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارا مہینوں کو موخر کرنا اور اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں اور زیادتی ہے، جس سے ان کفار کی گمراہی اور بڑھتی ہے کہ وہ احترام والے مہینہ کو کسی سال تو احترام والا قرار دے دیں اور کسی سال اس کی خلاف ورزی کو حلال کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ صرف گنتی پوری کر لینے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی بلکہ جو

حکم جس مہینے کے لئے دیا گیا ہے اسی مہینے میں اس کو پورا کرنا ضروری ہے (معارف القرآن بتغیر)

’’صفر‘‘ اور بدفالی

(۲)...... زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا صفر کے متعلق یہ گمان تھا کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں، آفتیں، نازل ہوتی ہیں۔

اور یہ مہینہ نحوست، پریشانیوں اور مصائب والا ہے، نیز اہلِ عرب صفر کا مہینہ آنے سے بدفالی بھی لیا کرتے تھے۔

’’صفر‘‘ اور پیٹ کا کیڑا

(۳)...... بعض اہلِ عرب کا یہ گمان تھا کہ صَــفَــرْ سے مراد وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کے ڈستا اور کاٹتا ہے، اور بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

’’صفر‘‘ اور پیٹ کی بیماری

(۴)...... بعض اہلِ عرب کا یہ نظریہ تھا کہ صفر سے مراد پیٹ کا وہ مرض یا درد ہے جو بھوک کی حالت میں اُٹھتا اور بھڑکتا یا جوش مارتا ہے اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے بسا اوقات اس کو جان سے بھی مار دیتا ہے اور نیز اہلِ عرب اس کو خارش کے مرض والے سے بھی زیادہ متعدی مرض سمجھتے تھے۔

’’صفر‘‘ اور یرقان

(۵)...... بعض اہلِ عرب صفران کیڑوں کو کہتے تھے جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا ہو جاتا ہے (جس کو طب کی زبان میں ’’یرقان‘‘ کہا جاتا ہے) اور یہ خیال کرتے تھے کہ بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بن جاتا ہے۔

مگر اسلام صفر سے متعلق نے ان تمام مذکورہ خیالات ونظریات کو باطل اور غلط قرار دیا اور حضور ﷺ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا کہ ماہ صفر سے متعلق اس قسم کی بدفالی وبدشگونی کا تصور درست نہیں۔ ل

ل قوله صلى الله عليه وسلم :(ولا صفر)فيه تأويلان :أحدهما المراد تأخيرهم تحريم المحرم إلى صفر ، وهو النسيء الذي كانوا يفعلونه ، وبهذا قال مالك وأبو عبيدة .والثاني أن الصفر دواب في البطن ، وهي دود ، وكانوا يعتقدون أن في البطن دابة تهيج عند الجوع ، وربما قتلت صاحبها ، وكانت العرب تراها أعدى من الجرب ، وهذا التفسير هو الصحيح ، وبه قال مطرف وابن وهب وابن حبيب وأبو عبيد وخلائق من العلماء ، وقد ذكره مسلم عن جابر بن عبد الله راوي الحديث ، فيتعين اعتماده ، ويجوز أن يكون المراد هذا والأول جميعا ، وأن الصفرين جميعا باطلان ، لا أصل لهما ، ولا تصريح على واحد منهما (شرح النووي ، كتاب السلام ،باب لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولاصفر ولا نوء ولا غول)

قوله "ولاصفر "اختلف العلماء في تفسيره،فقال بعضهم: ان المراد تأخيرهم تحريم المحرم الى شهر صفر، وهو النسيئ الذي كانوا يفعلونه ،حكاه النووي عن مالك وابي عبيدة. وفسره البخاري في الطب بقوله: " هو دآء يأخذ البطن"وشرحه رؤبة بن العجاج بقوله:"هو حية تكون في البطن تصيب الماشية والناس، وهي أعدى من الجرب عند العرب"فعلى هذا فالمراد بنفي الصفر ما كانوا يعتقدون ان من اصابه قتله فرد ذلك الشارع بان الموت لايكون الا اذا فرغ الاجل(تكمله فتح الملهم ج ۴ ص ۳۷۲)

كانت العرب يزعمون انه حية في البطن واللدغ الذي يجده الانسان عند جوعة من عضه قال ابوداوٗد في سننه قال بقية سالت محمدبن راشد عنه قال كانوا يتشاء مون بدخول صفر فقال النبي ﷺ لاصفر قال وسمعت من يقول هو وجع يأخذ في البطن يزعمون انه يعدي قال ابوداوٗد وقال مالك كان اهل الجاهلية يحلون صفرا عاما ويحرمونه عاما فقال ﷺ لاصفر(الى قوله) قلت الاظهر الجمع بين المعاني فانها كلها باطلة كماسبق نظيره قال القاضي ويحتمل ان يكون نفيا لما يتوهم ان شهر صفر تكثر فيه الدواهي والفتن (مرقاة ج ۹ ص ۴)

والصفر ايضا دود يقع في الكبد وشرا سيف الاضلاع فيصفر عنه الانسان جدا وربما قتلت(مااثبت بالسنة ص ۲۶۲)

ماہِ صفر سے متعلق موجودہ دور کی توہم پرستیاں

آج پھر مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی کمی اور مشرکوں وغیرہ کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے بعض ایسے خیالات پیدا ہو گئے ہیں جن کا دین وشریعت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

اسی جہالت کے نتیجہ میں آج بھی زمانۂ جاہلیت کے ساتھ ملتی جلتی مختلف توہم پرستیاں ماہِ صفر کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔ جو مختصراً ذیل میں درج ہیں:

ماہِ صفر اور تیرہ تیزی

(۱)...... بعض لوگ اور خاص کر خواتین نے تو اس مہینے کا نام ہی ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا ہے اور اس مہینے کو اپنے گمان میں تیزی کا مہینہ سمجھ لیا ہے۔

اس کی حتمی اور قطعی وجہ تو معلوم نہیں ہو سکی کہ اس مہینے کو تیرہ تیزی کا مہینہ کیوں کہا جاتا ہے، ممکن ہے کہ اس مہینہ کو تیرہ تیزی کا نام اس لئے دیا گیا ہو کہ حضور ﷺ کا مرضِ وفات جو اس مہینے میں شروع ہوا تھا وہ مشہور روایات کے مطابق تیرہ دن مسلسل جاری رہا تھا، جس کے بعد آپ ﷺ کا وصالِ مبارک ہو گیا تھا (تفصیل آگے آرہی ہے) اس سے جہلاء نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ آپ ﷺ کے ان تیرہ دنوں میں مرض کی شدت اور تیزی کی وجہ سے یہ مہینہ سب کے حق میں شدید، بھاری یا تیز ہو گیا ہو۔

اگر یہی بات ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہم پرستی کا شاخسانہ ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

ماہِ صفر اور ابتدائی تیرہ دن

(۲)...... بعض جاہل لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی تیرہ روز خاص طور پر بہت زیادہ سخت اور تیز یا بھاری ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کی پہلی تاریخ سے لے کر تیرہ

تاریخ تک کے دنوں کو خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں اور بعض جگہ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں۔ تا کہ بلائیں ٹل جائیں۔
یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ابتدائی تیرہ دنوں سے متعلق اس غلط خیال کی وجہ سے ہی اس مہینہ کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہو۔
یہ بھی شریعت پر زیادتی ہے، حضور ﷺ نے ایسی تمام چیزوں کی نفی فرمادی (جیسا کہ آگے آرہا ہے)

ماہِ صفر اور جنّات کا آسمانوں سے نزول

(۳)...... بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینہ میں لنگڑے لولے اور اندھے جنات آسمان سے اترتے ہیں اور چلنے والوں کو کہتے ہیں کہ بسم اللہ کر کے قدم رکھو، کہیں جنات کو تکلیف نہ ہو۔
بعض لوگ اس مہینہ اور خاص کر آخری تاریخوں میں صندوقوں، پیٹیوں، ستونوں اور در و دیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں تا کہ جنات بھاگ جائیں۔
یہ بے بنیاد اور خلافِ شریعت حرکات ہیں۔

ماہِ صفر اور قرآن خوانی

(۴)...... ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے کی وجہ سے بعض گھرانوں میں اجتماعی قرآن خوانی کا اس لئے اہتمام کرایا جاتا ہے تا کہ اس مہینہ کی بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت رہے۔
اوّل تو مروّجہ طریقہ پر اجتماعی قرآن خوانی ہی ایک رسمِ محض بن کر رہ گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہو گئی ہیں، دوسرے مذکورہ بالا نظریہ کی بنیاد پر قرآن خوانی کرنا اپنی ذات میں بھی جائز نہیں کیونکہ مذکورہ نظریہ ہی شرعاً باطل ہے، اور شریعت نے واضح کر دیا ہے کہ اس مہینہ میں نہ کوئی نحوست ہے، نہ کوئی بلا ہے اور نہ کوئی جنات کا آسمانوں سے نزول ہوتا ہے۔

ماہِ صفر اور شادی بیاہ کی تقریبات

(۵)...... بعض لوگ صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ اور دوسری خوشی کی تقریبات منعقد کرنے اور اہم

کاموں کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں، اور کہا کرتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صفر (یعنی ناکام ونامراد) ہوگی، چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کیا جاتا ہے اور پھر ربیع الاول کے مہینہ سے اپنی تقریبات شروع کردیتے ہیں۔

اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ صفر کے مہینہ کو نامبارک اور منحوس سمجھا گیا (اور اس مہینہ کو منحوس یا نامبارک سمجھنا باطل اور توہم پرستی میں داخل ہے)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صفر کے مہینہ میں خوشی کی تقریب انجام دینے سے وہ کام بابرکت نہیں ہوگا یا اچھے نتائج برآمد نہیں ہوں گے اور اس میں بہت سے دین دار اور مذہبی لوگ بھی مبتلا ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اس مہینہ میں شادی کرے تو اسے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں۔

حالانکہ یہ سوچ غلط ہے، لہٰذا اس خیال کو دل ودماغ سے نکالنا چاہئے۔

شریعت میں کہیں صفر کے مہینہ میں نکاح سے منع نہیں کیا گیا، کیونکہ نکاح تو ایک اہم عبادت ہے اور عبادت سے کیونکر منع کیا جاسکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ امْرَأَةً صَالِحَةً، فَقَدْ أَعَانَهُ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهٖ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِى الشَّطْرِ الثَّانِى" (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک صالح بیوی عطا فرمادی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے آدھے دین کی مدد فرمادی، اب اسے چاہئے کہ باقی آدھے دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے (ترجمہ ختم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

---

[1] حديث نمبر ۲۶۳۲، المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۹۷۲.

قال الحاكم: "هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ ابْنُ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ الْأَزْرَقِ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ"

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (بخاری) [1]

ترجمہ: تم میں جو بھی حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح ضرور کرے کیونکہ اس سے نگاہ میں احتیاط آتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (سنن ابن ماجة) [2]

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے، اور جو میری سنت پر عمل نہیں کرے گا، تو وہ مجھ (یعنی میری امت میں) سے نہیں (ترجمہ ختم)

لہٰذا ماہِ صفر کے مہینہ میں بھی نکاح کی عبادت کو انجام دینا چاہئے تاکہ ایک غلط عقیدہ کی تردید ہو جس میں اچھے کام کی عملی تبلیغ بھی ہے اور عملی تبلیغ کا ثواب بہت زیادہ ہے، پھر جو لوگ ایسے وقت میں کہ جبکہ معاشرہ میں صفر کے مہینہ میں نکاح کے رواج کو تقریباً چھوڑا جا چکا ہے، اس کارِ خیر کی بنیاد ڈالیں گے اور ایسے وقت جو لوگ صفر میں نکاح کر کے صفر میں نکاح کے جائز اور عبادت ہونے کے مُردہ طریقہ کو زندہ کریں گے وہ بہت بڑا اجر پانے کے مستحق ہوں گے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ (مسلم) [3]

ترجمہ: جس نے اسلام میں اچھے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اور اچھا طریقہ جاری کیا، نہ کہ بدعت والا طریقہ) جس پر بعد میں عمل کیا گیا، تو اس شخص کو ان سب عمل کرنے

---

[1] حدیث نمبر ۴۶۷۸، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، واللفظ لہ، مسلم حدیث نمبر ۳۴۶۶، ترمذی حدیث نمبر ۱۰۰۱، نسائی حدیث نمبر ۲۲۳۱، ابن ماجة حدیث نمبر ۱۸۳۵۔

[2] حدیث نمبر ۱۸۳۶، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح۔

[3] حدیث نمبر ۱۹۷۵، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سیئة ومن دعا إلی ھدی أو ضلالة، نسائی حدیث نمبر ۲۵۵۳، مسند احمد حدیث نمبر ۱۹۱۵۶۔

والوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا، لیکن ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی (برا طریقہ جاری کیا) جس پر اس کے بعد عمل کیا گیا، تو اس کو ان سب عمل کرنے والوں کے برابر وبال ہوگا، لیکن ان دوسروں کے وبال میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی (ترجمہ ختم)

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اس کی تردید

(۲)......جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا تھا۔

اور آج بھی کئی مذہبی لوگوں نے اس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتیٰ کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے اور اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو بھی اس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی انہوں نے ان مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کردیئے ہیں۔

یہ سب منگھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا ایجاد کردہ نظریہ ہے تو اس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔

رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے، بلکہ وہ تمام اوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ براندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دنیا کے نظام پر اثر ڈالنے والے اور دنیا کے حالات کو

بدلنے والے سمجھتے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمادیا کہ ان کی کوئی اصل نہیں۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دوسرے کو لگ جانا، بدشگونی اور مخصوص پرندے کی بدشگونی، اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لَاعَدْوٰی وَلَاهَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ (مسلم) [2]

ترجمہ: مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دوسرے کو لگ جانا، مخصوص پرندے کی بدشگونی، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں) (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَاعَدْوٰی وَلَاغُوْلَ وَلَاصَفَرَ (مسلم) [3]

ترجمہ: مرض کا (خود بخود) لگ جانا اور غولِ بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ ، أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ ، أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ ، أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً أَوْ قَالَ :مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً

---

[1] حدیث نمبر ۵۳۱۲، کتاب الطب، باب لاھامة، واللفظ لهٗ، مسلم حدیث نمبر ۵۹۲۰۔

[2] حدیث نمبر ۵۹۲۲، کتاب السلام، باب لاعدوی ولا طیرة ولا ھامة ولاصفر ولا نوء ولا غول، واللفظ لهٗ، ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۹۱۳۔

[3] حدیث نمبر ۵۹۲۹، واللفظ لهٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۵۱۰۳۔

وَمَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ (مسند البزار، حدیث نمبر ۳۵۷۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے یا جس کے لئے بُری فال لی جائے، یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لئے کہانت کرائی جائے، یا جو خود جادو کرے یا جس کے لئے جادو کیا جائے، اور جو گرہ باندھے، یا فرمایا جو گرہ باندھے (یعنی کفریہ وفسقیہ کلمات پڑھ کر تعویذ گنڈہ کرے) اور جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے، تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) انکار کیا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں بدشگونی وبدفالی کا کوئی وجود نہیں، اور ماہِ صفر کے متعلق بدفالی وبدشگونی کا عقیدہ رکھنا زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے، جس کی اسلام نے نفی فرمادی ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث میں بیان کی ہوئی دوسری چیزوں کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کی جائے گی۔

---

[1] قال الهيثمي:
رواه البزار ورجاله رجال الصحيح خلا إسحق بن الربيع وهو ثقة (مجمع الزوائد ج۵ص۱۱۷)

[2] في النهاية الطيرة بكسر الطاء وفتح الياء وقد تسكن هي التشاؤم بالشيء وهي مصدر تطير طيرة كما تقول تخير خيرة ولم يجيء من المصادر غيرهما هكذا قيل وأصل التطير التفاؤل بالطير واستعمل لكل ما يتفاءل به ويتشاءم وقد كانوا في الجاهلية يتطيرون بالصيد كالطير والظبي فيتيمنون بالسوانح ويتشاءمون بالبوارح والبوارح على ما في القاموس من الصيد ما مر من ميامنك إلى مياسرك والسوانح ضدها وكان ذلك يصدهم عن مقاصدهم ويمنعهم عن السير إلى مطالبهم فنفاه الشرع وأبطله ونهاهم عنه وأخبر أنه لا تأثير له (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب ما لا يجوز من العمل في الصلاة)

قوله ولا طيرة بكسر الطاء، وفتح الياء وقد تسكن وهي التشاؤم (تكمله فتح الملهم ج ۳ ص ۳۷۳)
واصل التطير انهم كانوا في الجاهلية يتمنون على الطير فاذا خرج احدهم لامر فان رأى الطير طار يمنة تيمن به استمر في عمله وان راه طار يسرة تشاءم به ورجع وربما كان احدهم يهيج الطير ليطير فيعتمدها وكانوا يسمون الطائر الذي يطير الى اليمين "سانحا" والذي يطير الى اليسار يسمونه "بارحا" فكانوا يتيمنون بالسانح ويتشاءمون بالبارح ثم استعيرت كلمة التطير لكل تشاءم سواء كان بسبب الطير او بغيره ومنه ما جاء في القرآن الكريم "اطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ" و " قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ " فجاء الشرع فاراح المسلمين من جميع هذه التوهمات (تكملة فتح الملهم ج ۳ ص ۳۷۳)

صفر کو منحوس یا بُرا کہنے کی نسبت اللہ کی طرف لوٹتی ہے

ماہِ صفر کو منحوس اور بُرا سمجھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ بذاتِ خود بُرا یا منحوس ہے، یعنی ماہِ صفر کی طرف برائی اور نحوست کو منسوب کرنا دراصل زمانہ کی طرف برائی کو منسوب کرنا ہے۔

حالانکہ جس وقت بندہ عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ زمانہ اس کے حق میں مبارک ہوتا ہے اور جس وقت بندہ گناہوں میں مصروف ہوتا ہے وہ زمانہ اس کے حق میں گناہ کی نحوست کی وجہ سے منحوس ہوتا ہے۔

اسلام کے اصولوں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ یا دن وتاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے، اور زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کی طرف نحوست یا برائی کو منسوب کرنا گناہ ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (سورہ جاثیہ آیت ۲۴)

ترجمہ: اور (یہ کفار) کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہم جو مرتے ہیں تو زمانہ (کی وجہ) سے مرتے ہیں (ترجمہ ختم)

کفار نے یہ بات کہی تھی کہ ہماری موت وحیات کا اللہ کے حکم اور مشیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ طبعی اسباب کے تابع ہے۔

کفار ومشرکین زمانہ کی گردش ہی کو ساری کائنات اور ان کے سارے حالات کی علت قرار دیتے تھے اور اسی کی طرف منسوب کرتے تھے، حالانکہ درحقیقت یہ سب کام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی قدرت وارادہ سے ہوتے ہیں، اسی لئے صحیح احادیث میں زمانہ کو بُرا کہنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ زمانہ درحقیقت اللہ ہی کی ایک قدرت کا مظہر ہے۔ اس لئے زمانہ کو بُرا کہنے کا نتیجہ درحقیقت اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے (معارف القرآن ج ۷ بتغیر)

ایک حدیثِ قدسی میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ آدَمَ یَسُبُّ الدَّھْرَ وَأَنَا الدَّھْرُ بِیَدِی الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ (بخاری عن ابی ھریرۃ) [1]

ترجمہ: اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ بنی آدم مجھے ایذاء دیتا ہے (یعنی میری شان کے خلاف بات کہتا ہے اور وہ اس طرح) کہ وہ زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں (یعنی زمانہ میرے تابع اور ماتحت ہے) میرے قبضۂ قدرت میں تمام حالات اور زمانے ہیں میں ہی رات ودن کو پلٹتا (اور کم زیادہ کرتا) ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ آدَمَ یَقُوْلُ یَا خَیْبَةَ الدَّھْرِ . فَلَا یَقُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ یَا خَیْبَةَ الدَّھْرِ . فَإِنِّیْ أَنَا الدَّھْرُ أُقَلِّبُ لَیْلَہٗ وَنَھَارَہٗ فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُھُمَا (مسلم عن ابی ھریرۃ) [2]

ترجمہ: اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ ابنِ آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ ہائے زمانے کی ہلاکت، تو تم میں سے کوئی ہرگز یہ نہ کہے، ہائے زمانے کی ہلاکت، کیونکہ زمانہ میں ہوں، میں ہی زمانے کے دن رات کو بدلتا ہوں، پس جب میں چاہوں گا، دن رات کو قبض کرلوں گا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں دن رات کو پلٹنے کے بجائے دن رات کو بھیجنے کے الفاظ ہیں۔

دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ [3]

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا الدَّھْرَ، فَإِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ

---

[1] حدیث نمبر ۴۴۵۲، کتاب تفسیر القرآن، باب وما یھلکنا إلا الدھر الآیۃ، واللفظ لہٗ، مسلم حدیث نمبر ۵۹۹۹، ابوداؤد حدیث نمبر ۵۲۷۶، مسند احمد حدیث نمبر ۷۲۴۵۔

[2] حدیث نمبر ۶۰۰۲، کتاب الالفاظ من الادب، باب النھی عن سب الدھر۔

[3] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا یَقُلِ ابْنُ آدَمَ: وَاخَیْبَةَ الدَّھْرِ، إِنِّی أَنَا الدَّھْرُ، أُرْسِلُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ، فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُھُمَا (مسند احمد، حدیث نمبر ۸۲۳۲)

إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (حاشیۃ مسند احمد)

قَالَ : أَنَا الدَّهْرُ، اَلْاَيَّامُ وَاللَّيَالِيْ لِيْ، أُجَدِّدُهَا وَأُبْلِيهَا، وَآتِي بِمُلُوكٍ بَعْدَ مُلُوكٍ(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۴۳۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم زمانہ کو برا مت کہو، کیونکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں زمانہ ہوں، دن اور رات میرے لئے ہیں (یعنی میری مخلوق اور میری مرضی کے تابع ہیں) میں ان کو نیا اور پُرانا کرتا ہوں، اور میں ہی بادشاہوں کے بعد دوسرے بادشاہ لاتا ہوں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ خواہ زمانہ پُرانا ہو، یا نیا؛ وہ بہر حال کوئی خود مختار چیز نہیں وہ تو اللہ کے حکم سے وجود میں آتا ہے اور اسی کے حکم سے چلتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، اور اگر نحوست ہے تو انسان کی بداعمالیوں یا اپنے خیالات کی بنیاد پر ہے۔

لہٰذا صفر یا کسی زمانہ کی طرف بُرائی یا نحوست کی نسبت کرنا درست نہیں۔ [2]

---

[1] حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل هشام بن سعد(حاشية مسند احمد)

[2] (قال الله تعالى يؤذيني ابن آدم) بأن ينسب إلي ما لا يليق بجلالي (يقول يا خيبة الدهر) بفتح الخاء المعجمة أي يقول ذلك إذا أصابه مكروه (فلا يقولن أحدكم يا خيبة الدهر فإني أنا الدهر أقلب ليله ونهاره فإذا شئت قبضتهما) فإذا سب ابن آدم الدهر من أجل أنه فاعل هذه الأمور عاد سبه إلي لأني فاعلها وإنما الدهر زمان جعلته ظرفا لمواقع الأمور(فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ۶۰۲۵)

قوله سبحانه وتعالى :(يسب ابن آدم الدهر ، وأنا الدهر بيدي الليل والنهار) وفي رواية قال الله تعالى عز وجل :(يؤذيني ابن آدم ، يسب الدهر ، وأنا الدهر ، أقلب الليل والنهار) وفي رواية (يؤذيني ابن آدم يقول :يا خيبة الدهر ، فلا يقولن أحدكم :يا خيبة الدهر ، فإني أنا الدهر ، أقلب ليله ونهاره ، فإذا شئت قبضتهما) وفي رواية :(لا تسبوا الدهر ، فإن الله هو الدهر)

وأما قوله عز وجل :(وأنا الدهر)فإنه برفع الراء ، هذا هو الصواب المعروف الذي قاله الشافعي وأبو عبيد وجماهير المتقدمين والمتأخرين ، وقال أبو بكر ومحمد بن داود الأصبهاني الظاهري : إنما هو الدهر بالنصب على الظرف ، أي أنا مدة الدهر أقلب ليله ونهاره .وحكى ابن عبد البر هذه الرواية عن بعض أهل العلم .وقال النحاس :يجوز النصب أي فإن الله باق مقيم أبدا لا يزول .قال القاضي :قال بعضهم :هو منصوب على التخصيص .قال :والظرف أصح وأصوب .أما رواية الرفع ، وهي الصواب ، فموافقة لقوله "فإن الله هو الدهر ، قال العلماء :وهو مجاز ، وسببه أن العرب كان شأنها أن تسب الدهر عند النوازل والحوادث والمصائب النازلة بها من موت أو هرم أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نحوست کا اصل سبب ”بداعمالیاں“ ہیں

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض دنوں بعض تاریخوں اور بعض جانوروں یا انسانوں اور جگہوں میں نحوست سمجھتے تھے خاص کر عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے شریعت نے ان تمام چیزوں کی تردید فرمادی۔ ۱؎

نحوست کا غلط تصور پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا رہا ہے، بلکہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کے مخالفین ومعاندین نے نحوست کا الزام عائد کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی صاف نفی فرمادی اور واضح فرمادیا کہ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بداعمالیوں اور فسق وفجور میں ہے (جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہورہے ہیں) اپنے گناہوں کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف ڈالنا ایسا ہی ہے جیسا کہ:

> ایک کالے حبشی شخص کو راستے میں ایک شیشہ پڑا ہوا ملا، اس حبشی نے اس سے پہلے کبھی اپنا چہرہ شیشہ میں نہیں دیکھا تھا، اس حبشی نے پڑا ہوا شیشہ اٹھا کر جب اس میں اپنا منہ دیکھا تو بہت بدنما اور بھدا محسوس ہوا، ناک بڑی، رنگ کالا وغیرہ، تو اس حبشی کو اپنا چہرہ بُرا معلوم ہوا اور فوراً غصہ میں آکر اُس شیشہ کو زمین پر پھینک مارا، اور کہا کہ تو اتنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تلف مال أو غير ذلك ، فيقولون : يا خيبة الدهر ، ونحو هذا من ألفاظ سب الدهر ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم " : لا تسبوا الدهر فإن الله هو الدهر " أي لا تسبوا فاعل النوازل ، فإنكم إذا سببتم فاعلها وقع السب على الله تعالى ؛ لأنه هو فاعلها ومنزلها . وأما الدهر الذي هو الزمان فلا فعل له ، بل هو مخلوق من جملة خلق الله تعالى . ومعنى " فإن الله هو الدهر " أي فاعل النوازل والحوادث ، وخالق الكائنات . والله أعلم (شرح النووي على مسلم ، كتاب الألفاظ من الادب وغيره، باب النهي عن سب الدهر)

۱؎ اعلم انه ان كان المراد بالسعادة والنحوسة مايزعمه الجهلاء من خاصية طبعية في شئ باسباب غير مشاهدة فهي شعبة من النجوم التي نفاها الشرع (وبعدماسطر) وان كان المراد بالسعادة بركة وفضيلة ثبت بالنقل الصحيح وبالنحوسة مضرة ومعرة ثبت كذلك فالسعادة واقعة بما ورد من النصوص في ايام مباركة كالجمعة ورمضان وغيرهما والنحوسة منفية بالنصوص كذالك (براهر النواهر ص ۲۵۶، اکهتروان نادره تحقيق السعد والنحس)

بدصورت اور بدنما ہے اسی لئے تو تجھے کسی نے یہاں پھینک رکھا ہے۔

تو جس طرح اُس حبشی نے اپنی بدصورتی کو شیشہ کی طرف منسوب کیا، اسی طرح دنیا میں لوگ اپنی بدعملی کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حقیقت میں عبادت مبارک چیز ہے اور گناہ منحوس چیز ہے۔ [1]

منکرین ومخالفین حضرت صالح علیہ السلام کو کہتے تھے کہ جب سے تیرا منحوس قدم آیا ہے اور یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہوگئے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں تمہاری بدقسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہے:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ط قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (سورہ نمل آیت ۴۷ پ ۱۹)

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں (حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست کا (سبب) اللہ کے علم میں ہے، بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہوگے (ترجمہ ختم)

اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف مخالفین نے نحوست کو منسوب کیا تھا، جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ط اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نصوص میں جابجا اس کی تصریح ہے کہ نحوست وسعد کا سبب زمانہ وغیرہ نہیں، نہ کوئی دن منحوس ہے نہ کوئی مہینہ، نہ کسی مکان میں نحوست ہے نہ کسی انسان میں، بلکہ اصل نحوست اعمال معصیت (گناہوں کے اعمال) میں ہے، مگر افسوس! اس نحوست سے اجتناب (بچنے) کا کسی کو اہتمام نہیں، بلکہ اسے خود بخود اپنے ساتھ لپیٹتے ہیں (خطبات حکیم الامت ج۹ ص ۷۷ و ۷۸، وعظ حقیقت العمر)

وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورہ اعراف آیت ۱۳۱ پ ۹)

ترجمہ: اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے ہیں یاد رکھو کہ ان کی نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے (ترجمہ ختم)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعونیوں کو ابتدائی تنبیہ کے طور پر قحط، خشک سالی وغیرہ معمولی تکالیف اور سختیوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ خوابِ غفلت سے چونکیں۔

اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔

مگر وہ ایسے کب تھے؟ انہوں نے ان تنبیہات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ڈھیٹ، ہٹ دھرم اور گستاخ ہو گئے چنانچہ:

''ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ''

کے قاعدہ سے جب قحط وغیرہ دور ہو کر ارزانی اور خوشحالی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش قسمتی اور عقل مندی کے لائق تو یہ حالات ہیں۔

پھر اگر درمیان میں کبھی کسی ناخوشگوار اور بُری حالت سے دوچار ہونا پڑ جاتا تو کہتے کہ '' یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اس کے رفقاء کی شومیِ تقدیر اور نحوست ہے''

حق تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا:

'' اَلَآ اِنَّمَا طٰٓـئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ''

یعنی یہ اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔ جبکہ اُن کی اس نحوست کا واقعی سبب تو اللہ کے علم میں ہے۔ اور وہ اُن کا ظلم و ستم اور بغاوت و شرارت ہے۔

اسی سبب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر اُن کو پہنچ رہا ہے، باقی اُن کے ظلم و کفر کی اصلی شومی و نحوست یعنی پوری پوری سزا تو وہ ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر اُن کو پہنچ کر رہے گی۔ جس کی ابھی اکثر لوگوں کو خبر نہیں۔

لفظ طائر کے لغوی معنی پرندے جانور کے ہیں، عرب، پرندہ جانوروں کے داہنی، بائیں جانب اڑنے سے اچھی، بُری فالیں لیا کرتے تھے، اس لئے مطلق فال کو بھی '' طائر'' کہنے لگے۔

اس آیت میں طائر کے یہی معنیٰ ہیں۔

اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کی فال اچھی یا بری جو کچھ بھی ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے جو کچھ اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے عمل میں آتا ہے، نہ اس میں کسی کی نحوست کا دخل ہے نہ برکت کا، یہ سب ان کی خام خیالی اور جہالت ہے جو پرندوں کے داہنے یا بائیں اُڑ جانے سے اچھی بری فالیں لے کر اپنے مقاصد اور عمل کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۳، ۳۴، بتغییر) [1]

سورہ یٰس میں جو وعظ و نصیحت کرنے والوں کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس کے ضمن میں ارشاد ہے:

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (سورہ یٰس آیت ۱۸، ۱۹، پ ۲۳)

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم (خود) حدِّ (عقل و شرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو (پس شریعت کی مخالفت سے تم پر یہ نحوست آئی اور عقل کی مخالفت سے تم نے اس کا سبب غلط سمجھا) (ترجمہ ختم)

تشریح: شاید رسولوں کو جھٹلانے اور کفر و عناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہوگا۔ یا رسولوں کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا، کسی نے مانا، کسی نے نہ مانا، اس کو نامبارک کہا، یعنی تمہارے

---

[1] (ألا إنما طائرهم عند الله) يعني أن طائر البركة وطائر الشؤم من الخير والشر والنفع والضر من الله تعالى لا صنع فيه لمخلوق (تفسير القرطبي، تحت آيت ۱۳۱ من سورة اعراف)

والخير والشر كله من الله. وقال ابن عباس: طائرهم ما قضى الله عليهم وقدّر لهم. وفي رواية عنه: شؤمهم عند الله ومن قبل الله. أي: إنما جاء هم الشؤم بكفرهم بالله. وقيل: معناه الشؤم العظيم الذي لهم عند الله من عذاب النار (وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ) أن الذي أصابهم من الله (معالم التنزيل تحت آيت ۱۳۱ من سورة اعراف)

قدم کیا آئے، قحط اور نا اتفاقی کی بلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام، چین کی زندگی بسر کر رہے تھے؛ پس تم اپنے وعظ و نصیحت سے ہم کو معاف رکھو، اگر یہ روش نہ چھوڑو گے اور وعظ و نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف و عذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کر ڈالیں گے۔

ان رسولوں نے جواب میں کہا کہ تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا، اگر حق و صداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے نہ یہ بُرا اختلاف ہوتا، نہ اس طرح آفتوں میں مبتلا ہوتے، پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں، پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت و فہمائش کی اور بُرا بھلا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ تم عقل و آدمیت کی حدود سے خارج ہو جاتے ہو، نہ عقل سے سمجھتے ہو، نہ آدمیت کی بات کرتے ہو (تفسیر عثمانی بتغیر)

قومِ عاد پر اللہ تعالیٰ نے جو عذاب بھیجا تھا، اس کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (سورہ قمر آیت ۱۹ پ ۲۷)

ترجمہ: ہم نے ان پر (یعنی قوم عاد کے لوگوں پر) ایک تیز و تند ہوا بھیجی ایک دوامی (مستقل) نحوست کے دن میں (ترجمہ ختم)

تشریح: یہ نحوست کا دن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہی کے حق میں تھا، یہ نہیں کہ ہمیشہ کے لئے وہ دن منحوس سمجھ لئے جائیں، جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے، اور اگر وہ دن عذاب آنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے منحوس بن گئے ہوں، تو مبارک دن کونسا رہے گا؟

قرآنِ کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ وہ عذاب سات رات اور آٹھ دن برابر رہا، اگر یہی بات ہے تو بتلایئے اب ہفتہ کے دنوں میں کونسا دن نحوست سے خالی رہے گا؟ [1]

---

[1] وتفسير نحسات بمشائيم مروى عن مجاهد وقتادة والسدى (روح) وفيه قبل ذلك المراد بها المشائيم عليهم لما انهم عذبوا فيها فاليوم الواحد يوصف بالنحس والسعد بالنسبة الى شخصين فيقال له سعد بالنسبة الى من ينعم فيه ويقال له نحس بالنسبة الى من يعذب وليس هذا كما يزعمه الناس من خصوصيات الاوقات (روح) (احكام القرآن للتهانوى الحزب الرابع ص ۲۴۳ ملخصاً)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ (سورہ حٰمٓ السجدۃ آیت ۱۶ پ ۲۴)

ترجمہ: تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی (ترجمہ ختم)

اصول اسلام اور احادیثِ رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے، قومِ عاد پر ہوا کے طوفان کو نحوست کے دنوں میں فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن اس قوم کے حق میں ان کی بداعمالیوں کے سبب منحوس ہو گئے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دن سب کے لئے منحوس ہوں (کذا فی معارف القرآن ج ۷ ص ۶۴۳ بتغییر)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ (سورہ الحاقۃ آیت ۷ پ ۲۹)

ترجمہ: اس تیز و تند ہوا کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح سے گرا (پڑا) ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں (ترجمہ ختم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

واما قول الله تعالٰى فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ الایة فليس المراد النحوسة المتعارفة بدليل تفسير هذه الايام بايام الاسبوع فى قوله تعالٰى وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا الاية فلو كان المراد النحوسة المتعارفة لكانت الايام كلها نحسة وهو خلاف ما ادعوه فعلم ان المراد بالنحسات نحسات عليهم لنزول العذاب على معاصيهم فاتضح سبيل الرشاد والحق قول اهل الفساد. كتبه اشرف على ناسع رمضان (بوادر النوادر ص ۲۵۶ بالفتراں نادرہ، تحقیق السعد والنحس)

اس آیت میں صراحت ہے کہ قومِ عاد پر یہ عذاب سات رات اور آٹھ دن لگا تار رہا، لہٰذا جو لوگ ان دنوں کو منحوس قرار دیتے ہیں اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ کوئی دن بھی مبارک نہ ہو بلکہ تمام دن منحوس ہوں، کیونکہ ہفتے کے ہر دن میں ان پر عذاب پایا جاتا ہے۔ ؎۱

پس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جن دنوں میں ان پر عذاب نازل ہوا تھا وہ دن عذاب نازل ہونے کی وجہ سے خاص ان کے لئے منحوس تھے، نہ کہ سب کے لئے، اور یہ عذاب گناہوں کی وجہ سے تھا۔ اس لئے نحوست کا سبب گناہ ہی ہوئے۔ ؎۲

؎۱ وقال شيخنا في مسائل السلوك وكانت هذه الايام يعني النحسات كمافي الحاقة سبع ليال وثمانية ايام حسوما فانعلم مايزعمه بعض الناس من كون بعض الايام نحسا وبعضها سعدا لخصوصيات فيها والا فيلزم كون ايام الاسبوع كلها نحسة وانما المراد بها كمافي الروح مشائم عليهم الى آخر مامر آنفاً (احكام القرآن للتھانوی الحزب الرابع ص ۱۲۳ ملخصاً)

؎۲ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور یہ جو مشہور ہے کہ بعض لوگ قمری (فاختہ کی قسم کے ایک طوق دار پرندہ) کو یا الو کو یا کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتے ہیں یا بعض ایام کو منحوس سمجھتے ہیں، یہ کوئی چیز نہیں، میرٹھ میں ایک بنیا منحوس گھوڑوں کو خریدتا تھا اور بہت نفع کماتا تھا، اس کے حق میں وہی بابرکت تھے بعض لوگوں کو قرآن کی اسی آیت فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ سے شبہ ہو گیا ہے کہ بعض ایام بھی منحوس ہوتے ہیں مگر انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ایام نحسات کی تفسیر دوسری آیت میں سبع ليال وثمانية ايام وارد ہوئی ہے تو اس کو ملا کر یہ لازم آئے گا کہ کوئی دن بھی مسعود نہیں بلکہ سب ایام منحوس ہی ہیں اور اس کا کوئی قائل نہیں لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا، دراصل ایام میں سعد و نحس کا مسئلہ اہلِ نجوم کا اختراع ہے اور شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس کو منسوب کیا ہے مگر وہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے، شریعت میں بعض ایام متبرک تو ہیں مگر منحوس کوئی دن نہیں، رہا یہ سوال کہ پھر ایام نحسات کے کیا معنٰی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنٰی "نحسات علیھم" ہیں یعنی قومِ عاد کے حق میں وہ ایام منحوس تھے کیونکہ ان پر ان ایام میں عذاب آیا تھا اور وہ عذاب مسبب تھا کفر و معصیت سے، پس معلوم ہوا کہ اصل نحوست کی چیز معصیت (گناہ) ہے، بہر حال خود اس آیت سے معلوم ہوا کہ سعادت نام ہے طاعت کا اور نحوست نام ہے معصیت کا، اب بتلاؤ کہ منحوس ہم ہیں یا الو اور قمری اور کیلا۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں معصیت سے مبرا (گناہ سے پاک) ہیں، تو یہ کیسی غلطی ہے کہ ہم اپنی نحوست کو دوسری چیزوں پر ڈالتے ہیں (وعظ دار المسعود ص ۲۱ مطبوعہ تھانہ بھون)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

بعض پڑھے لوگوں نے دنوں کے منحوس ہونے پر قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کیا ہے، فَأَرْسَلْنَا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیا گھر، سواری اور عورت میں نحوست ہے؟

بعض احادیث سے کچھ لوگوں کو بظاہر یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے بعض چیزوں (مثلاً گھر، سواری اور عورت) میں نحوست قرار دی ہے۔

مثلاً حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے:

اَلشُّؤْمُ فِی الدَّارِ وَالْمَرْاَۃِ وَالْفَرَسِ (مسلم) [1]

ترجمہ: نحوست گھر اور عورت اور گھوڑے میں ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لَاعَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَاِنَّمَا الشُّؤْمُ فِیْ ثَلَاثَۃٍ اَلْمَرْاَۃِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ (مسلم) [2]

ترجمہ: نہ بیماری کا متعدی ہونا (یعنی خود بخود ایک دوسرے کو لگنا) ہے اور نہ کوئی بدفالی اور نحوست ہے اور نحوست تو تین چیزوں میں ہے عورت، گھوڑے اور گھر میں (ترجمہ ختم)

اس کے متعلق اہلِ علم حضرات نے کئی جوابات دیئے ہیں، جن میں سے دو جواب زیادہ راجح ہیں، اُن کو ذیل میں ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عَلَیْہِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ (اور ہم نے ان پر ایک تند و تیز ہوا ایسے دنوں میں بھیجی جو ان کے حق میں منحوس تھے)......... اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں عاد پر عذاب نازل ہوا ہے، وہ منحوس ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ دن کون کون سے ہیں، اس کا پتہ دوسری آیت کے ملانے سے چلے گا۔ فرماتے ہیں: وَاَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ سَخَّرَھَا عَلَیْہِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا کہ آٹھ دن تک ان پر عذاب رہا تو اس اعتبار سے تو چاہیے کہ کوئی دن مبارک نہ ہو۔ بلکہ ہر دن منحوس ہو۔ کیوں کہ ہفتہ کے ہر دن میں ان کا عذاب پایا جاتا ہے، جن کو ایام نحسات کہا گیا ہے۔ تو کیا اس کا کوئی قائل ہوسکتا ہے؟ اب آیت کے صحیح معنیٰ سنیے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن دنوں میں ان پر عذاب ہوا۔ وہ دن عذاب نازل ہونے کی وجہ سے خاص ان کے لئے منحوس تھے نہ کہ سب کے لیے۔ اور وہ عذاب تھا معصیت کی وجہ سے، پس نحوست کا مدار معصیت ہی ٹھہرا۔ اب الحمد للہ کوئی شبہ نہیں رہا (تفصیل التوبہ، دعوات عبدیت ج ۸ ص ۴۱، ماخوذ از اسلامی شادی ص ۱۵۹)

[1] حدیث نمبر ۵۹۳۷، کتاب السلام، باب الطیرۃ والفال وما یکون فیہ الشؤم.

[2] حدیث نمبر ۵۹۳۸، کتاب السلام، باب الطیرۃ والفال وما یکون فیہ الشؤم.

(۱)...... جن حدیثوں میں عورت، گھوڑے اور گھر میں نحوست ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اُن کا صحیح مطلب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان تین چیزوں کے اندر نحوست کا عقیدہ پایا جاتا تھا، تو حضور ﷺ نے واضح فرمادیا کہ اگر نحوست کا کسی چیز میں کوئی وجود ہوتا تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی، لیکن نحوست کا کسی چیز میں کوئی وجود نہیں، لہٰذا ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔

اس جواب کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ذَكَرُوا الشُّؤْمَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ (بخاری) [1]

ترجمہ: لوگوں نے نبی ﷺ کے سامنے نحوست کا ذکر کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی، تو وہ گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی (ترجمہ ختم)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ وَالْمَرْأَةِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی، تو وہ گھوڑے میں، اور گھر میں اور عورت میں ہوتی (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنْ يَكُ مِنَ الشُّؤْمِ شَيْءٌ حَقٌّ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۵۵۷۵) [3]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر نحوست حق ہوتی، تو عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی (ترجمہ ختم)

---

[1] حديث نمبر ۴۷۰۳، كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة.

[2] حديث نمبر ۵۹۳۵، كتاب السلام، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه الشؤم.

[3] إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشيه مسند احمد، حديث نمبر ۵۵۷۵)

اور جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی کی حدیث سے عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہونے کی نفی ثابت ہوگئی، تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کا مطلب واضح ہوگیا کہ اگر نحوست کا کسی چیز میں کوئی وجود ہوتا تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی، لیکن نحوست کا کسی چیز میں وجود نہیں، لہٰذا ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۸۶۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نحوست کا وجود ہوتا، تو عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَ، إِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ بِأَرْضٍ فَلَا تَهْبِطُوْا وَإِذَا كَانَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَفِرُّوْا مِنْهُ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۵۵۴، واللفظ لہ؛ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۶۱۲۷) [3]

---

[1] و هي زيادة من ثقة فيجب قبولها، لاسيما و قد جاءت من طريق أخرى عن ابن عمر عند البخاري و لها شواهد كثيرة منها عن سهل بن سعد و جابر (السلسلة الصحيحة للألباني تحت حديث رقم، ۹۹۳)

[2] إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي المنذر -وهو إسماعيل بن عمر الواسطي- فمن رجال مسلم (حاشيه مسند أحمد، حديث نمبر ۲۲۸۶۶)

[3] إسناده جيد، رجاله ثقات رجال الشيخين غير الحضرمي بن لاحق، فمن رجال أبي داود والنسائي، وهو صدوق (حاشيه مسند أحمد، حديث نمبر ۱۵۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بیماری کا متعدی ہونا (یعنی ایک دوسرے کو خود بخود لگنا) ہے اور نہ کوئی بدشگونی ہے، اور نہ مخصوص پرندے کی بدشگونی ہے، اگر بدشگونی کا کسی چیز میں وجود ہوتا تو گھوڑے اور عورت اور گھر میں ہوتا، اور جب تم کسی جگہ طاعون کے بارے میں سنو تو اُس جگہ نہ جاؤ، اور جب تم کسی جگہ ہو، اور وہاں طاعون ہو جائے تو تم وہاں سے نہ بھاگو (کیونکہ موت وزندگی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے) (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الرَّبْعِ وَالْخَادِمِ وَالْفَرَسِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نحوست ہوتی، تو گھر میں اور خادم میں اور گھوڑے میں ہوتی (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں خادم کے بجائے عورت کا لفظ ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّمَا الطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّابَّةِ وَالدَّارِ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۳۷۲۷) [3]

---

[1] حدیث نمبر ۵۹۳۸، کتاب السلام، باب الطیرۃ والفال وما یکون فیہ الشؤم.

[2] حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنْ كَانَ شَيْءٌ فَفِي الرَّبْعِ، وَالْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۵۷۳)

[إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن الحارث - وهو ابن عبد الملك المخزومي -، وغير أبي الزبير، فهما من رجال مسلم (حاشیہ مسند أحمد، حدیث نمبر ۱۴۵۷۳)

ابن جريج عن أبي الزبير عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان يك الشؤم في شيء ففي الربعة والمرأة والفرس (السنن الکبری للنسائي، حدیث نمبر ۴۴۱۲)

[3] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے کہ نحوست تو گھر، اور عورت اور گھوڑے میں ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ان تین چیزوں میں نحوست کا عقیدہ زمانہ جاہلیت میں پایا جاتا تھا۔

اور حضرت ابوحسان فرماتے ہیں:

دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ عَلٰى عَائِشَةَ فَأَخْبَرَاهَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الطِّيَرَةُ فِي الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ فَغَضِبَتْ فَطَارَتْ شِقَّةٌ مِنْهَا فِي السَّمَاءِ، وَشِقَّةٌ فِي الْأَرْضِ، وَقَالَتْ :وَالَّذِيْ أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا قَالَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ ، إِنَّمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَطَيَّرُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ (مسند أحمد، حديث نمبر ۲۶۰۳۴، واللفظ له؛ شرح معاني الآثار، بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ بِهِ الدَّاءُ هَلْ يُجْتَنَبُ أَمْ لَا ؟) [1]

ترجمہ: بنوعامر کے دو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے عرض کیا کہ حضرت ابوہریرہ نبی ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نحوست گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی ہے، تو یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غصہ ہوگئیں، اور آپ کا ایک پہلو آسمان کی طرف اور ایک زمین کی طرف ہوگیا، اور فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے فرقان (یعنی قرآن مجید) محمد (ﷺ) پر نازل کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ بات کبھی ارشاد نہیں فرمائی، آپ نے تو یہ فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں میں بدشگونی سمجھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث دوسری سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] إسناده صحيح على شرط مسلم .أبو حسان -وهو الأعرج- من رجاله وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشيه مسند أحمد، حديث نمبر ۲۶۰۳۴)

[2] عن مكحول ، قيل لعائشة إن أبا هريرة ، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الشؤم في ثلاثة :في الدار والمرأة والفرس فقالت عائشة :لم يحفظ أبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ، وَالْمَرْاَۃِ، وَالْفَرَسِ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۳۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نحوست کا کسی چیز میں وجود ہوتا، تو گھر، اور عورت اور گھوڑے میں ہوتا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے اگرچہ کمزور ہے، مگر دوسری احادیث کے مطابق ہونے کی وجہ سے قابلِ تحمل ہے۔ [۲]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گھر اور گھوڑے اور عورت میں نحوست نہیں ہے، البتہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں میں نحوست کا عقیدہ رکھتے تھے، جس کی حضور ﷺ نے تردید فرمادی۔ [۳]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هريرة لأنه دخل ورسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول : قاتل الله اليهود، يقولون إن الشؤم في ثلاثة : في الدار والمرأة والفرس فسمع آخر الحديث ولم يسمع أوله(مسند الطيالسي، حديث نمبر ۱۶۳۰)

قلنا: مكحول وإن لم يسمع من عائشة، لكنه يقوى برواية أحمد (حاشيه مسند أحمد، حديث نمبر ۲۶۰۳۴)

[۲] قال الهيثمي:

وفيه داود بن بلال الاودی وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج۵ص ۱۰۴)

[۳] فَلَمْ يُخْبِرْ أَنَّهَا فِيهِنَّ ، وَإِنَّمَا قَالَ إِنْ تَكُنْ فِي شَيْءٍ فَفِيهِنَّ أَيْ : لَوْ كَانَتْ تَكُونُ فِي شَيْءٍ ، لَكَانَتْ فِي هَؤُلَاءِ ، فَإِذَا لَمْ تَكُنْ فِي هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ ، فَلَيْسَتْ فِي شَيْءٍ ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ ، كَانَ عَلَى غَيْرِ هَذَا اللَّفْظِ (شرح معاني الآثار، بَابُ الرَّجُلِ يَكُونُ بِهِ الدَّاءُ هَلْ يُجْتَنَبُ أَمْ لَا ؟)

وما ورد من قوله عليه السلام الشوم في المرأة والدار والفرس متفق عليه (مشكوة كتاب النكاح)يفسره الحديث الاخر الذى رواه ابوداؤد من قوله عليه السلام ان تكن الطيرة في شىء ففى الدار والفرس والمرأة (مشكوة باب الفال)وفي المرقاة المعنى ان فرض وجودها يكون في هذه الثلاثة والمقصود منه نفى صحة الطيرة على وجه المبالغة اه قلت فكلمة ان هذه كهى في قوله تعالى قل ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين يعنى انها بمعنى لوتكون للنفى كما قال النبى ﷺ العين حق فلو كان شىء سابق بالقدر سبقته العين (رواه المسلم مشكوة كتاب الطب)

(بوادر النوادر ص ۷۵۶، ۱، کھیروان نادرہ تحقیق السعد والنحس)

(۲)......دوسرا جواب یہ ہے کہ جن حدیثوں میں گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اُن میں حقیقی نحوست مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑا (جس سے مراد سواری ہے خواہ گھوڑے کی شکل میں ہو یا دوسری شکل میں ہو، جیسا کہ آج کل کی مروجہ سواریاں) یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان چیزوں سے انسان کو ہمہ وقت یا اکثر و بیشتر اور ایک لمبی مدت تک واسطہ پڑتا رہتا ہے۔

اور اگر یہ چیزیں عیب دار ہوں، مثلاً بداخلاق اور بدصورت بیوی، تنگ و تاریک اور بُرے پڑوسیوں والا مکان، اور تکلیف دہ سواری، تو یہ چیزیں انسان کی تکلیف کا ذریعہ بن جاتی ہیں، اور پھر مختلف فتنے اور مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بظاہر نحوست والی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، اگرچہ حقیقت میں نحوست نہیں ہوتی۔

اسی حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حدیث میں ان چیزوں کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا۔

اور اس کے برعکس اگر یہ چیزیں اچھی ہوں مثلاً نیک سیرت و صورت بیوی، وسیع اور ہوا، و روشنی دار اور اچھے پڑوسیوں والا مکان، اور آرام دہ سواری؛ تو یہ چیزیں انسان کی راحت کا ذریعہ اور خوش قسمتی کی نشانی ہوتی ہیں۔ [۱]

---

[۱] قال رسول الله الشؤم بإبدال الهمزة واوا وهو ضد اليمن بمعنى البركة في النهاية يقال تشاء مت وتيمنت والواو في الشؤم همزة لكنها خففت فصارت واوا وغلب عليها التخفيف حتى لم ينطق بها همزة في المرأة بأن لا تلد وقيل غلاء مهرها وسوء خلقها والدار بضيقها وسوء جيرانها والفرس بأن لا يغزى عليها وقيل صعوبتها وسوء خلقها وقيل هذا إرشاد منه لأمته فمن كان له دار يكره سكناها أو امرأة يكره صحبتها أو فرس لا تعجبه بأن يفارق بالانتقال عن الدار وتطليق المرأة وبيع الفرس فلا يكون هذا من باب الطيرة المنهي عنها وهذا كما روي أنه قال ذروها ذميمة قال الطيبي رحمه الله ومن ثمة جعلها من باب الطيرة على سبيل الفرض في قوله إن تكن الطيرة في شيء ففي المرأة والفرس والدار قال الخطابي هذه الأشياء الثلاثة ليس لها بأنفسها وطباعها فعل وتأثير وإنما ذلك كله بمشيئة الله وقضائه وخصت بالذكر لأنها أعم الأشياء التي يقتنيها الناس ولما كان الإنسان لا يخلو عن العارض فيها أضيف إليها اليمن والشؤم إضافة مكان ومحل اهـ ويمكن أن يقال إن هذه الأشياء غالبا تكون أسبابا لسوء الخلق وهو شؤم فلذا نسب إليها وقد روى أحمد وغيره عن عائشة رضي الله عنهما بلفظ الشؤم وسوء الخلق (مرقاة، كتاب النكاح)

اس جواب کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مِّنَ السَّعَادَۃِ :اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ ، وَالْمَسْکَنُ الْوَاسِعُ ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ ، وَالْمَرْکَبُ الْھَنِیْءُ ، وَأَرْبَعٌ مِنَ الشَّقَاوَۃِ :اَلْجَارُ السُّوْءُ ، وَالْمَرْأَۃُ السُّوْءُ ، وَالْمَسْکَنُ الضِّیْقُ ، وَالْمَرْکَبُ السُّوْءُ (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۴۰۳۲، ذکر الإخبار عن الأشیاء التی ھی من سعادۃ المرء فی الدنیا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں نیک بختی (خوش قسمتی) سے تعلق رکھتی ہیں، نیک (اچھی سیرت وصورت والی) عورت، اور وسیع (کشادہ وہوا دار) گھر، اور نیک پڑوسی اور آرام دہ سواری۔

اور چار چیزیں بدبختی سے تعلق رکھتی ہیں، بُرا (یعنی بداخلاق وبدکردار) پڑوسی، بُری (بداخلاق) عورت، تنگ مکان اور بُری (تکلیف دہ) سواری (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَۃٌ، وَمِنْ شِقْوَۃِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَۃٌ، مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ آدَمَ :اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ، وَالْمَسْکَنُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْکَبُ الصَّالِحُ، وَمِنْ شِقْوَۃِ ابْنِ آدَمَ :اَلْمَرْأَۃُ السُّوْءُ، وَالْمَسْکَنُ السُّوْءُ، وَالْمَرْکَبُ السُّوْءُ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۴۵، واللفظ لہٗ؛ مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۲۵۹۲) [2]

---

[1] قال شعیب الأرنؤوط :إسنادہ صحیح علی شرط البخاری (حاشیہ صحیح ابن حبان)

[2] قال الحاکم: ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْإِسْنَادِ "وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ

وقال الذھبی فی التلخیص :صحیح۔

وقال الھیثمی:

رواہ أحمد والبزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال أحمد رجال الصحیح (مجمع الزوائد، ج۴ص ۲۷۲، باب فی المرأۃ الصالحۃ وغیرھا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں بنی آدم کی نیک بختی (خوش قسمتی) سے تعلق رکھتی ہیں، اور تین چیزیں بنی آدم کی بدبختی سے تعلق رکھتی ہیں، بنی آدم کی نیک بختی میں سے نیک (اچھی سیرت وصورت والی) عورت، اور اچھا (وسیع، ہموار اور اچھے پڑوسیوں پر مشتمل) گھر، اور نیک (شریف وآرام دہ) سواری کا ہونا ہے۔

اور بنی آدم کی بدبختی میں سے بُری عورت، بُرے گھر اور بُری سواری کا ہونا ہے (ترجمہ ختم)

پہلی اور دوسری روایت میں کوئی ٹکراؤ نہیں، پہلی روایت میں بُرے پڑوسی کو، مکان سے الگ کر کے بیان کیا گیا، اور دوسری روایت میں بُرے مکان میں بُرے پڑوسی ہونے کو بھی داخل رکھا گیا ہے۔ کیونکہ پڑوسیوں کے بُرا ہونے سے بھی مکان عیب دار و بُرا شمار ہوتا ہے۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں گھر، عورت اور سواری میں حقیقی نحوست مراد نہیں ہے، بلکہ ان چیزوں کے عیب دار ہونے کی وجہ سے غیر معمولی تکلیف کا ہونا اور راحت وآرام کا نہ ملنا مراد ہے۔

پس شرعی اعتبار سے حقیقی نحوست کا کسی چیز میں وجود نہیں ہے، خواہ وہ عورت ہو، یا مکان ہو، یا سواری ہو۔

زمانہ جاہلیت میں ان چیزوں کے اندر حقیقی نحوست کا عقیدہ پایا جاتا تھا، حضور ﷺ نے واضح فرمادیا کہ اگر نحوست کا کسی چیز میں کوئی وجود ہوتا تو ان چیزوں میں نحوست ہوتی، لیکن نحوست کا کسی چیز میں وجود نہیں، لہٰذا ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المنذري:

روواہ أحمد بإسناد صحيح والطبراني والبزار والحاكم وصححه إلا أنه قال والمسكن الضيق وابن حبان في صحيحه إلا أنه قال اربع من السعادة المرأة الصالحة والمسكن الواسع والجار الصالح والمركب الهنيء، وأربع من الشقاء الجار السوء والمرأة السوء والمركب السوء والمسكن الضيق (الترغيب والترهيب للمنذري، كتاب النكاح وما يتعلق به)

[1] عن أبي حنيفة، عن علقمة بن مرثد، عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: تذاكروا الشؤم عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال: الشؤم في ثلاث: في الدار، والفرس، والمرأة، فشؤم الدار، لها جيران سوء، وشؤم الفرس ان يكون جموحا يمنع ظهره، وشؤم المرأة أن تكون سيئة الخلق عاقرا (مسند أبي حنيفة تحت رقم حديث ۲۰۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نحوست سے متعلق ایک لطیفہ

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض لوگ کسی خاص انسان یا کسی چیز کو منحوس سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں؛ ایسا سمجھنے والوں کو مندرجہ ذیل واقعے سے عبرت پکڑنی اور سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ایک بادشاہ نے اپنے ایک غلام سے کہہ رکھا تھا کہ تو صبح سویرے مجھے اپنی صورت نہ دکھایا کر، اس لئے کہ تو منحوس ہے۔ ورنہ تیری نحوست کا میرے اوپر شام تک اثر رہے گا۔ ایک دن اتفاق سے وہ غلام صبح سویرے کسی کام سے بادشاہ کے پاس چلا گیا تو بادشاہ نے اس کو تنبیہ کی اور حکم دیا کہ اس کو شام تک کوڑے لگائے جائیں، شام ہونے پر بادشاہ نے کہا کہ منحوس آئندہ صبح سویرے مجھے اپنا منہ مت دکھانا۔ اس لئے کہ تو منحوس ہے، غلام نے کہا کہ بادشاہ سلامت! منحوس میں نہیں ہوں بلکہ آپ ہیں۔ اس لئے کہ آج صبح میں نے آپ کا اور آپ نے میرا چہرہ دیکھا تھا آپ کا چہرہ دیکھنے سے مجھے یہ انعام ملا کہ شام تک کوڑے لگتے رہے اور میرا بابرکت چہرہ دیکھنے کے بعد آپ صبح سے شام تک صحیح سلامت رہے۔ بادشاہ یہ سن کر متاثر ہوا اور اس کو آزاد کردیا، اور کہا کہ کسی انسان میں نحوست نہیں ہوتی، یہ لوگوں کی اپنی بناوٹی بات ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(ثلاثة من السعادة وثلاثة من الشقاوة فمن السعادة المرأة الصالحة) الدينة العفيفة الجميلة (التي تراها فتعجبك وتغيب عنها فتأمنها على نفسها) فلا تخونك بزنا ولا بسحاق ولا بتبرج ونحو ذلك (ومالك) فلا تخون فيه بسرقة ولا تبذير (والدابة تكون وطيئة) أى هنية سريعة المشي سهلة الانقياد (فتلحقك بأصحابك) بلا تعب ولا مشقة في الإحثاث (والدار تكون واسعة كثيرة المرافق) بالنسبة لحال ساكنها ويختلف ذلك باختلاف الأشخاص والأحوال (وثلاثة من الشقاء المرأة) السوء وهي التي (تراها فتسوؤك) لقبح ذاتها أو أفعالها (وتحمل لسانها عليك) بالبذاءة (وإن غبت عنها لم تأمنها على نفسها ومالك والدابة تكون قطوفا) بفتح القاف أى بطيئة السير والقطوف من الدواب البطء (فإن ضربتها) لتسرع بك (أتعبتك وإن تركتها) تمشي بغير ضرب (لم تلحقك بأصحابك) أى رفقتك بل تقطعك عنهم (والدار تكون ضيقة قليلة المرافق) بالنسبة لحال الساكن وعياله فرب دار ضيقة بالنسبة لإنسان واسعة بالنسبة لآخر (فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير للمناوى، تحت حديث رقم ۳۵۰۸)

ماہِ صفر سے متعلق بعض من گھڑت روایات کا تحقیقی جائزہ

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں، لیکن جب جاہلوں یا ان کے گمراہ کن رہنماؤں سے اُن باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہوگئی ہیں تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔

چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ

ترجمہ: جو شخص مجھے (یعنی بقول ان لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا (موضوعات ملا علی قاری رحمہ اللہ ص ۷۹)

اس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اسی لئے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے؟

اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہئے کہ:

اول تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ من گھڑت اور موضوع ہے، یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہے، چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اسے اپنی کتاب ''الموضوعات الکبیر'' میں اور امام عجلونی ''کشف الخفاء'' میں اور علامہ طاہر پٹنی ''تذکرۃ الموضوعات'' میں درج فرما کر اس کو بے بنیاد اور بے اصل قرار دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض فقہ کی کتابوں میں بھی اس حدیث کو گھڑی ہوئی قرار دیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنۃ، قال القاری فی الموضوعات تبعاللصنعانی لااصل لہٗ (کشف الخفاء، حرف المیم)

یوم الاربعاء یوم نحس مستمر موضوع، وکذا من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنۃ، قزوینی وکذا قال احمد بن حنبل (تذکرۃ الموضوعات للامام الفتنی، کتاب العلم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے اس من گھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح احادیث صفر کے منحوس اور نامراد ہونے کی نفی کر رہی ہیں۔

لہٰذا صحیح احادیث کے مقابلہ میں موضوع (من گھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

تیسرے بذاتِ خود اس روایت میں صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اشارہ تک بھی نہیں، لہٰذا اس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اختراع اور خیال ہے، چنانچہ اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

چوتھے تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کے موضوع اور من گھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اس کا صحیح مطلب ان لوگوں کے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔

چنانچہ اس کا صحیح مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاول کے مہینے میں ہونے والا تھا اور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اس بشارت کو مرتب فرمایا۔

بعض کتابوں میں اسی مضمون کی وضاحت کے لئے اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا صفر کی نحوست سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اور مفہوم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حديث من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة قال الصغاني موضوع وكذا قال العراقي (الفوائد المجموعة للشوكاني، ج ا ص ۴۳۸)

سألته في جماعة لا يسافرون في صفر ولا يبدؤن بالأعمال فيه من النكاح والدخول ويتمسكون بما روي عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة هل يصح هذا الخبر وهل فيه نحوسة ونهي عن العمل وكذا لا يسافرون إذا كان القمر في برج العقرب وكذا لا يخيطون الثياب ولا يقطعونهم إذا كان القمر في برج الأسد هل الأمر كما زعموا قال أما ما يقولون في حق صفر فذلك شيء كانت العرب يقولونه وأما ما يقولون في القمر في العقرب أو في الأسد فإنه شيء يذكره أهل النجوم لتنفيذ مقالتهم ينسبون إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم وهو كذب محض كذا في جواهر الفتاوى (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات)

خودساختہ اور من گھڑت ہے، جو مسلمانوں میں غلط نظریات پیدا کرنے کے لئے فرصت میں گھڑا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خودساختہ ہے اور دوسری صورت میں اس کا مضمون خودساختہ ہے، کسی پہلو سے بھی اس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

بعض لوگ اس مہینے کے حوالے سے ایک اور روایت پیش کیا کرتے ہیں کہ اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں اترتی ہیں۔

اور اس قسم کی دوسری بعض خودساختہ روایات بھی پیش کی جایا کرتی ہیں، ان کے بے بنیاد اور بے اصل ہونے کی حقیقت بھی مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں معلوم کی جاسکتی ہے۔ [1]

---

[1] اس قسم کی خودساختہ روایتوں کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے کہ: صفر کا مہینہ بلاؤں کے نازل ہونے کا مہینہ ہے۔ تمام سال میں دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں ان میں سے نو لاکھ بیس ہزار بلائیں خاص صفر کے مہینے میں نازل ہوتی ہیں، حضرت آدم علی اللہ سے لغزش ہوئی تو اسی مہینہ میں ہوئی، حضرت خلیل علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو اول تاریخ صفر کی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام جو مبتلائے بلا ہوئے تو اسی مہینے میں ہوئے، حضرت ذکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت جرجیس علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت محمد سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سب مبتلائے بلا اسی مہینے میں ہوئے۔ حضرت ہابیل بھی اسی مہینہ میں شہید ہوئے اسی لئے شب اول روز اول ماہِ صفر میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ چار رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد الحمد چودہ بار سورۃ الکافرون، دوسری میں اسی قدر قل ھو اللہ، تیسری میں اسی قدر سورۃ الفلق اور چوتھی میں اسی قدر سورۃ الناس پڑھے، بعد سلام کے ستر مرتبہ کہے "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے محفوظ رکھے گا اور ثواب عظیم عطا فرمائے گا۔ وغیرہ وغیرہ (راحت القلوب، جواہر غیبی) اس قسم کی تمام منگھڑت روایات سے اپنے عقیدے کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

ومنها صلاة الأربعاء الآخر من شهر صفر وهي ركعتان تصليان وقت الضحى في أولاهما يقرأ بعد الفاتحة (قل اللهم مالك الملك) الآيتين مرة وفي الثانية (قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن) الآيتين ويصلي على النبي بعدما يسلم ثم يقول اللهم اصرف عني شر هذا اليوم واعصمني شرامه واجعله علي رحمة وبركة وجنبني عما أخاف فيه من نحوساته وكرباته بفضلك يا دافع الشرور ويا مالك النشور يا أرحم الراحمين (الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، لعبد الحي اللكنوي، الإيقاظ الأول في ذكر أحاديث صلوات أيام الأسبوع ولياليها)

ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق بدعات

آج کل بہت سے لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس دن کے متعلق مختلف نظریات و خیالات اور تصورات رکھتے ہیں۔

◆......بعض لوگوں کی طرف سے اس دن کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔

◆......بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر و تفریح فرمائی تھی اور چوری تناول فرمائی تھی۔

اسی لئے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں۔ اور اس دن شیرینی اور چُوری وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔

◆...... بعض لوگ اس دن خاص ثواب سمجھ کر نفلی روزہ رکھتے ہیں اور شام کو چوری، یا حلوہ پکا کر کھلاتے ہیں اور اس کو چوری روزہ یا پیر کا روزہ کہتے ہیں۔

◆...... بعض لوگ صفر کے آخری بدھ کو سمندر کے کناروں اور دُور دراز کی تفریح گاہوں کی جانب اس غرض سے چلے جاتے ہیں تاکہ وہ اس دن کے موہوم شر سے بچ جائیں۔

◆......بعض علاقوں میں اس دن گھونگنیاں (چھولے اُبال کر) تقسیم کیے جاتے ہیں۔

◆......بعض علاقوں میں اس دن عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

◆......بعض لوگ اس دن بہت زیادہ خوشی مناتے ہیں اور اس دن کو تہوار کی سی حیثیت دیتے ہیں۔

◆......بعض علاقوں میں اس دن کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے۔ اور اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

◆......بعض لوگ اس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں۔

◆...... اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویذات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں۔

◆ ...... بعض مکتبوں میں بھی اس دن چھٹی کی جاتی ہے۔

◆ ...... بعض لوگ آفات و بلیات سے حفاظت کے خیال سے پانی پینے کے برتنوں میں تعویذ لکھ کر ڈالتے ہیں بلکہ بعض اوقات تعویذ لکھنے کے لئے دور دراز علاقوں سے پلیٹیں لائی جاتی ہیں جن کو دھو کر پیا جاتا ہے، یا اس پر لکھے ہوئے تعویذ کو دھو کر اس کا پانی تالابوں اور حوضوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے صفر کے آخری بدھ کے متعلق ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے:

آخری چہار شنبہ آیا ہے   غسل صحت نبی نے پایا ہے

یہ تمام باتیں من گھڑت اور بے بنیاد ہیں، اسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کے آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نواب زادے نے اپنے استاد سے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے شعر کے انداز میں اس عیدی کو بہت اچھے طریقے پر رد کر دیا۔

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر	ہست چوں چہار شنبہ ہائے دگر
نہ حدیثے شد در آں وارد	نہ درو عید کرد پیغمبر

ترجمہ: صفر کے مہینے کا آخری بدھ دوسرے مہینوں کے آخری بدھ کی طرح ہے اس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اس میں نبی ﷺ نے کوئی عید منائی ہے (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

یہ سب چیزیں تو ہم پرستی میں داخل ہیں جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

لہٰذا اس دن کاریگر اور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اصل ہے اور مزدوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اور اس دن کو دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ فضیلت اور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے۔

اور اس دن برتن وغیرہ توڑنا اور مصیبتوں اور نحوست سے بچنے کے لئے چھلے اور تعویذ بنانا بھی شرعاً منع ہے۔

کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن و سنت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمۂ مجتہدین اور سلفِ صالحین کسی سے ثابت نہیں، یہ سب بعد کے لوگوں کی ایجاد ہے اور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اضافہ ہے جو خالص بدعت اور واجب الترک ہے۔

اس دن آنحضرت ﷺ کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ بہت سے مؤرخین اور اہلِ علم حضرات کی تصریح کے مطابق اس دن تو رحمتِ عالم ﷺ کی اُس بیماری کو شدت ہوئی تھی جس میں آپ ﷺ کا وصالِ مبارک ہوا، اور اسی کی خوشی میں دشمنانِ اسلام نے یہ رسم ایجاد کی، جو مسلمانوں میں در پردہ داخل ہوگئی۔

اس سلسلے میں چند حوالے جات ملاحظہ ہوں:

(۱)......مشہور مؤرخ محمد بن عمر بن واقد واقدی (المتوفی ۲۰۷ ہجری) فرماتے ہیں:

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَرْبَعَاءِ لِلَيْلَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ صَفَرٍ بُدِئَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُدِّعَ وَحُمَّ (مغازی الواقدی، غزوۃ أسامۃ بن زید مؤتۃ)

ترجمہ: پس جب صفر کے مہینے کی دو راتیں باقی رہ گئیں، بدھ کے دن رسول اللہ ﷺ کے دردِ سر اور بخار کے مرض کا آغاز ہوا (ترجمہ ختم)

(۲)......اور مشہور مؤرخ ابن سعد رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کرتے ہیں:

اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِلَيْلَةٍ بَقِيَتْ مِنْ صَفَرٍ سَنَةَ إِحْدٰى عَشْرَةَ (الطبقات الکبریٰ، ذکر کم مرض رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: پس جب صفر کے مہینے کی ایک رات باقی رہ گئی، بدھ کے دن سن گیارہ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو مرض کی شکایت ہوئی (ترجمہ ختم)

(۳)......اور ابوالقاسم علی بن الحسن (المتوفی ۵۷۱ ہجری) فرماتے ہیں:

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَرْبَعَاءِ لِلَيْلَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ صَفَرٍ بُدِئَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُدِّعَ وَحُمَّ (تاریخ مدینۃ دمشق، باب ذکر بعث النبی ﷺ اسامۃ قبل الموت وامرہ إیاہ أن یشن الغارۃ علی مؤتۃ ویبنی و آبل الزیت)

ترجمہ: پس جب صفر کے مہینے کی دو راتیں باقی رہ گئیں، بدھ کے دن رسول اللہ ﷺ کے درد سر اور بخار کے مرض کا آغاز ہوا (ترجمہ ختم)

(۴)......اور مشہور محدث امام بیہقی رحمہ اللہ، محمد بن قیس کی سند سے روایت کرتے ہیں:

اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ لِاِحْدٰى عَشْرَةَ بَقِيَتْ مِنْ صَفَرٍ سَنَةَ اِحْدٰى عَشْرَةَ (دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم ووفاته، حديث نمبر ۳۱۸۰)

ترجمہ: پس جب صفر کے مہینے کی گیارہ راتیں باقی رہ گئیں، بدھ کے دن سن گیارہ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو مرض کی شکایت ہوئی (ترجمہ ختم)

ممکن ہے کہ ایک بدھ کو بیماری کا آغاز ہوا ہو، اور اگلے بدھ کو اس بیماری میں شدت پیدا ہوئی ہو، اس لئے دونوں قسم کی روایات میں ٹکراؤ نہیں۔[1]

(۵)......اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

اس لئے ایامِ علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے، عام روایات کی رُو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے تیرہ دن مدتِ علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپ نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے (حاشیہ سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۰۲)

(۶)......اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ماہِ صفر کے اخیر عشرہ میں ایک بار شب کو اُٹھے اور اپنے غلام ابو مویہبہ کو جگایا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اہلِ بقیع کے لئے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعتاً مزاج ناساز ہوگیا، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوگئی، یہ اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا (سیرت المصطفیٰ ﷺ ج سوم ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور)

---

[1] فهذا يدلُّ على نقصان الشهورِ أيضاً، إلَّا أنَّه جعلَ مدةَ مرضِه أكثرَ ممَّا في حديث التيميِّ، ويُجمَعُ بينهما بأنَّ المرادَ بهذا ابتداؤُه، وبالأولِ اشتدادُه (شرح التبصرة والتذكرة، للحافظ العراقي، تَوَارِيْخُ الرُّوَاةِ وَالوَفَيَاتِ)

(۷)......اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

۲۸ صفر ۱۱ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جاکر اہلِ قبور کے لئے دعاءِ مغفرت کی۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی (سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۱)

(۸)......اور علامہ شبلی نعمانی صاحب مرحوم فرماتے ہیں:

صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ ﷺ جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہار شنبہ (بدھ کا دن) تھا (سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۰۵)

(۹)......اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی۔ وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہو گئی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵)

(۱۰)......اور بریلوی مکتبۂ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ اس سلسلے میں یہ ہے:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے (احکام شریعت ج ۳ ص ۱۸۳)

(۱۱)......اور بریلوی مکتبۂ فکر کے ایک دوسرے عالم مولانا امجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں:

ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔ لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں۔ سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس روز غسلِ صحت فرمایا تھا

اور پیر دن مدینہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں بتائی ہوئی ہیں۔ سب خلافِ واقع ہیں (بہارِ شریعت ج ۱۶ ص ۲۴۲)

اور اگرچہ مرض کی ابتداء کے کسی اور دن ہونے کی روایات بھی ہیں، مگر اس رسم کی بنیاد بدھ کے دن پر ہی معلوم ہوتی ہے۔

(۱۲)......اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں ہے:

آخری چہار شنبہ: ماہِ صفر کا آخری بدھ جسے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان تہوار کی طرح مناتے ہیں...... آخری چہار شنبہ اس لئے مناتے ہیں کہ مشہور ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس دن بیماری میں تخفیف محسوس کی، اور غسل فرمایا، اور اس دن کے بعد پھر غسل نہ فرمایا...... حضور کی علالت کا آغاز صفر کے چہار شنبے سے ہوا، مگر مدتِ علالت اور تاریخِ وفات کی تعیین میں روایات مختلف ہیں...... آخر چہار شنبے کے دن بڑی خوشی منائی جاتی ہے، لوگ اس دن غسل کرتے، نئے کپڑے پہنتے، اور خوشبو لگاتے ہیں، باغوں میں پھرنے اور سبزے کے روندنے کو مبارک سمجھتے ہیں...... لکھنؤ میں بھی اس دن کوری ٹھلیاں توڑی جاتی تھیں، گھڑے یا بدھنے توڑے جاتے تھے، چنانچہ کسی کے ہاں برتن زیادہ ٹوٹتے ہیں، تو کہتے ہیں "آج تم نے آخری چہار شنبہ کر دیا"...... زعفران، سیاہی یا گلاب سے آم کے چھلکے یا کیلے کے پتوں پر لکھتے ہیں، اور انہیں پانی سے دھو کر پیتے ہیں، تاکہ مصائب سے محفوظ اور خوش و خرم رہیں...... مزدوری پیشہ لوگ کام سے تعطیل مناتے، اور استاد شاگردوں کو منقش یا رنگین کاغذ پر عیدیاں لکھ کر دیتے ہیں، وہ انہیں ماں باپ اور رشتہ داروں کو سناتے ہیں، اور ماں باپ سے استاد کے لئے انعام لاتے ہیں (ملاحظہ ہو "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸، ۱۹، زیرِ اہتمام: دانش گاہ پنجاب، لاہور، بعنوان: آخری چہار شنبہ ملخصاً)

(۱۳)......اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدت مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے (فتاوی محمودیہ ج ۳ص ۹۷)

مذکورہ حوالے جات سے معلوم ہوا کہ صفر کے مہینے کا آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کی شدت کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا۔ اور آپ کے مرض وفات پر خوشی کیسی؟

بعض لوگ صفر کے آخری بدھ میں خاص ثواب سمجھ کر روزہ رکھتے ہیں، اور اس دن کے روزہ کو چوری روزہ کا نام دیتے ہیں۔

اس دن میں نفلی روزہ ثواب سمجھ کر رکھنے کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے اس طرح سوال کیا گیا:

> ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ بلادِ ہند میں مشہور بایں طور ہے کہ اس دن خصوصیت سے نفلی روزہ رکھا جاتا ہے اور شام کو چوری یا حلوا پکا کر کھایا جاتا ہے عوام اس کو چوری روزہ یا پیر کا روزہ کہتے ہیں شرعاً اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟

آپ نے اس سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا:

> بالکل غلط اور بے اصل ہے، اِس (روزہ) کو خاص طور سے رکھنا اور ثواب خاص کا عقیدہ رکھنا بدعت اور ناجائز ہے، نبی کریم ﷺ اور تمام صحابہ کرام سے کسی ایک ضعیف حدیث میں اس کا ثبوت یا التزام مروی نہیں اور یہی دلیل ہے اس کے بطلان وفساد اور بدعت ہونے کی، کیونکہ کوئی عبادت ایسی نہیں جو نبی کریم ﷺ نے اُمت کو تعلیم کرنے سے بخل کیا ہو (امداد المفتین ص ۹۶ الفصل فی صوم البدعۃ وصوم النفل)

لہٰذا ماہِ صفر کا آخری بدھ کو مسلمانوں کا بطور خوشی منانا، اور مذکورہ رسوم انجام دینا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

اگرچہ حضور ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال اس سے بچنا چاہیے کہ کہیں حضور ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں دشمنانِ اسلام کی صورتاً موافقت نہ ہو جائے۔

توہّم پرستی اور اسلام

اسلام کے مضبوط عقائد اور پاکیزہ تعلیمات میں عقل اور محبت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ان میں سے اگر ایک چیز کو بھی نکال دیا جائے تو ساری خوبی اور حسن ختم ہو جاتا ہے۔

عقائد وعبادات کا نظام اگر عقل سے آزاد ہو جائے تو ''توہم پرستی'' والا مذہب وجود میں آجاتا ہے۔ اور عقل کو اگر آسمانی وحی پر مبنی عقائد وعبادات سے خالی کر دیا جائے تو ایسی مادیت پرستی پیدا ہو جاتی ہے جو روحانیت کے لطف سے بالکل نابلد ہوتی ہے۔

اور نتیجہ دونوں صورتوں میں گمراہی اور محرومی کا نکلتا ہے،کہیں جسم کے جائز تقاضوں سے محرومی رہتی ہے اور کہیں روح کے حقیقی مطالبات سے محرومی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے اکثر لوگ علم وفضل سے ناواقف،دُور بینی اور شائستگی سے دُور اور تمدّن سے محروم تھے،جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے نے ان میں بُت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔اور اللہ تعالیٰ کی صحیح ہستی کا اقرار،جزاء وسزا کا تصور اور نیک وبد اعمال پر اچھا برا نتیجہ مرتب ہونا ان کے نزدیک تمسخر کی باتیں تھیں۔توہم پرستی نے ان کے عقائد اور اعمال کو ایسا بگاڑ دیا تھا کہ عقل بھی اس پر ہنستی تھی۔

جہالت کے ان اندھیروں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور آخری نبی کو مبعوث فرما کر آپ کے ذریعہ سے جہالت کے اندھیروں کو ختم فرما دیا،توہم پرستی کے بجائے حقیقت شناسی کی تعلیم دی، شرک کی جگہ توحید اور بت پرستی کی جگہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی تعلیم عنایت کی،اور عقائد واعمال میں ایسا واضح اور صاف راستہ متعین کر دیا جو ان کو جہنم کے اندھیرے اور تاریکی سے نکال کر جنت کی روشنی کی طرف لے جائے۔

اہل عرب کی مختلف توہُّم پرستیاں

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب مختلف قسم کی توہم پرستیوں اور خرافات کا شکار تھے، جن میں سے کچھ چیزوں کا ذکر گذشتہ احادیث میں آچکا ہے۔ یہاں گذشتہ احادیث میں بیان کی ہوئی بعض چیزوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بدشگونی اور بدفالی

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے اندر شگون اور فال لینے کا بھی بہت رواج تھا۔ مشرکین مکہ میں جاہلیت کے زمانہ میں ایک رسم "اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامْ" کے نام سے رائج تھی۔

جس میں تیروں کے ذریعے سے بھی فال اور شگون لیا کرتے تھے، اس کو عربی میں "اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامْ" کہا جاتا ہے۔

جس کو قرآن مجید میں صاف طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ (سورہ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ: اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تقسیم کرو (یا فیصلے کرو) بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ (اور حرام) ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: اَزْلَامْ "زَلَمْ" کی جمع ہے، زلم اس تیر کو کہتے ہیں جو عرب کی جاہلیت میں اس کام کے لئے مقرر تھا کہ جس کے ذریعہ قسمت آزمائی کی جاتی تھی اور یہ سات تیر تھے جن میں سے ایک پر "نَعَمْ" یعنی "ہاں" اور دوسرے پر "لَا" یعنی "نہیں" اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ لکھے ہوتے تھے، اور یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے پاس رہتے تھے۔ جب کسی شخص کو اپنی قسمت یا آئندہ کسی کام کا مفید ہونا یا مضر ہونا معلوم کرنا ہوتا تو خادم کعبہ کے پاس جاتے اور اس کو نذرانہ دیتے وہ ان تیروں کو ترکش سے ایک ایک کرکے نکالتا۔ اگر اس پر لفظ "نَعَمْ" نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام مفید ہے اور اگر "لَا" نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام نہ کرنا چاہیے۔ "اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامْ" کی

حرمت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔"ذٰلِكُمْ فِسْقٌ "یعنی یہ قسمت معلوم کرنے یا حصہ مقرر کرنے کا طریقہ فسق اور گمراہی ہے۔

آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں، خواہ اہل جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقوش دیکھ کر یا فال وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے "اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامِ "کے حکم میں شامل ہیں اور گناہ اور فسق ہیں (معارف القرآن ج ۳ بتغیر) ل

زمانۂ جاہلیت میں بدشگونی اور بدفالی کی مختلف صورتیں

زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو مختلف چیزوں

ل الأزلام جمع زلم بفتح الزاى واللام وجاء فيه ضم الزاى قوله القداح جمع قدح بكسر القاف وسكون الدال وهو السهم الذى كانوا يستقسمون به أو الذى يرمى به عن القوس يقال للسهم اول ما يقطع قطع ثم ينحت ويبرى فيسمى بريا ثم يقوم فيسمى قدحا ثم يراش ويركب نصله فيسمى سهما قوله يستقسمون بها من الاستقسام وهو طلب القسم الذى قسم له وقدر مما لم يقدر وهو استفعال منه وكانوا إذا أراد أحدهم سفرا او تزويجا أو نحو ذلك من المهمات ضرب بالأزلام وهى القداح وكان على بعضها مكتوب أمرنى ربى وعلى الآخر نهانى ربى وعلى الآخر غفل فإن خرج أمرنى ربى مضى لشأنه وإن خرج نهانى امسك وإن خرج الغفل عادا أجالها وضرب بها أخرى إلى أن يخرج الأمر أو النهى قلت الغفل بضم الغين المعجمة وسكون الفاء وقال ابن الأثير هو الذى لا يرجى خيره ولا شره والمراد هنا الخالى عن شيء وذكر ابن إسحاق أن أعظم أصنام قريش كان هبل وكان فى جوف الكعبة وكانت الأزلام عنده يتحاكمون فيما أشكل عليهم فيما خرج منها رجعوا إليه(عمدة القارى ، كتاب تفسير القرآن،باب قوله إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان)

قوله تعالى :(وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ) قيل فى الاستقسام وجهان :أحدهما :طلب علم ما قسم له بالأزلام ,والثانى :إلزام أنفسهم بما تأمرهم به القداح كقسم اليمين .والاستقسام بالأزلام أن أهل الجاهلية كانوا إذا أراد أحدهم سفرا أو غزوا او تجارة او غير ذلك من الحاجات أجال القداح وهى الأزلام ,وهى على ثلاثة أضرب :منها ما كتب عليه ;أمرنى ربى "ومنها ما كتب عليه" :نهانى ربى "ومنها غفل لا كتابة عليه يسمى" :المنيح ."فإذا خرج "أمرنى ربى "مضى فى الحاجة ,وإذا خرج" :نهانى ربى "قعد عنها ,وإذا خرج الغفل أجالها ثانية .قال الحسن :كانوا يعمدون إلى ثلاثة قداح ;نحو ما وصفنا ,وكذلك قال سائر أهل العلم بالتأويل .وواحد الأزلام "زلم "وهى القداح فحظر الله تعالى ذلك ,وكان من فعل أهل الجاهلية ,وجعله فسقا بقوله :(ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ) (احكام القرآن للجصاص،سورة المائدة،مطلب :فى الفرق بين الصنم والنصب)

پرندوں اور تیروں سے مختلف انداز کے فال لیا کرتے تھے، اپنے فاسد عقیدے اور توہم پرستی کی بناء پر سفر یا کسی اور اہم کام سے پہلے اپنے اطمینان کے لئے وہ اس قسم کی لایعنی چیزوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(۱)......کبھی کوئی پرندہ (الو، کوا، باز وغیرہ) یا وحشی جانور (ہرن وغیرہ) سامنے سے گزر گیا تو اس سے شگون اور فال لیتے تھے، جانور اگر دائیں طرف سے بائیں طرف کو گزر جاتا تو اسے نامبارک اور منحوس سمجھتے تھے اور اپنے کام یا سفر سے رک جاتے تھے، اور اگر بائیں طرف سے دائیں طرف کو گزر جاتا تو اسے مبارک اور سعادتمندی کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کام یا سفر کو جاری رکھتے تھے۔

(۲)......کبھی کسی درخت وغیرہ پر بیٹھے ہوئے پرندے کو یا ہرن وغیرہ کو اس کی جگہ سے آواز لگا کر اور ہشکا کر یا پتھر وغیرہ مار کر اس جانور کو دوڑاتے، بھڑکاتے یا اُڑاتے تھے، پھر اگر وہ جانور بائیں طرف کو چلا جاتا تو اس کو منحوس اور نامبارک جانتے اور اپنے گھر لوٹ آتے، اور اگر دائیں طرف چلا جاتا تو پھر کامیابی کا یقین کر لیتے، خوش ہو جاتے اور اپنے کام یا سفر کو جاری کر لیتے تھے، یہ لوگ دائیں طرف سے بائیں طرف جانے والے جانور کو بارِح اور بائیں سے دائیں طرف جانے والے کو سانح کہتے تھے، سانح ان کے خیال میں مبارک اور سعادت مند ہوتا تھا اور بارح منحوس اور نامبارک ہوتا تھا۔

(۳)......کبھی یہ لوگ باہر نکل کر جانوروں کے ناموں، ان کے رنگوں اور ان کی آوازوں سے بھی شگون اور فال لیا کرتے تھے، مثلاً عقاب (یعنی باز) سے عقوبت (یعنی سزا اور عذاب کی نحوست) اور غراب (یعنی کوے) سے غربت (یعنی مسافری کی تائید) اور ہدہد سے ہدایت مراد لیتے تھے۔

(۴)......کبھی الو یا کوے سے بدفالی لیتے تھے اور ان جانوروں کو منحوس جانتے تھے۔

(۵)......کبھی کسی نام سے بدشگونی لیتے تھے مثلاً اسود، ظالم وغیرہ۔

(۶)......کبھی بعض آوازوں سے بھی شگون لیتے تھے جیسے کتے کی آواز خصوصاً جبکہ وہ منہ اوپر اٹھا کر بھونکتا تو سمجھتے کہ بہت شر پیش آنے والا ہے۔

یہ تمام جاہلانہ اور مشرکانہ طور طریقے تھے، اسلام نے ان سب کی بیخ کنی کر دی اور سختی کے ساتھ ان سے روک دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بار بار " لَاطِیَرَةَ " فرما کر ان کے بے اصل و بے حقیقت ہونے کو ظاہر فرما دیا، اور واضح فرما دیا کہ بدفالی اور بدشگونی محض بے حقیقت اور غلط بات ہے، ان چیزوں کا کسی کام کے برے ہونے یا کسی نقصان کے دور کرنے یا کسی قسم کا فائدہ حاصل ہونے میں بالکل دخل نہیں ہے بلکہ اس قسم کا اعتقاد رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

کامیابی اور ناکامی، نفع ونقصان سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، پرندے یا چرندے کے دائیں طرف جانے میں کوئی خیر اور بائیں طرف جانے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا الشافعي في قول النبي صلى الله عليه وسلم : أقروا الطير على مكناتها ، أن علم العرب كان في زجر الطير والبوارح والخط والاعتياف ، وكان أحدهم إذا غدا من منزله يريد أمرا نظر أول طائر يراه ، فإن سنح عن يساره ، فاجتاز عن يمينه قال :هذا طير الأيامن فمضى في حاجته ، وإن سنح عن يمينه ، فمر عن يساره قال :هذا طير الأشائم فرجع ، وقال :هذه حاجة مشئومة ، وقال الحطيئة يمدح أبا موسى الأشعري :لم يزجر الطير إن مرت به سنحا ولا يفيض على قسم بأزلام يعني أنه سلك طريق الإسلام في التوكل على الله تعالى ، وترك زجر الطير ، وقال بعض شعراء العرب يمدح نفسه :ولا أنا ممن يزجر الطير عن وكره أصاح غراب أم عرض أم تعرض ثعلب كان العرب في الجاهلية إذا لم ير طيرا سابحا فرأى طائرا في وكره حركه من وكره ليطير ، فينظر : أسلك له طريق الأشائم ، أو طريق الأيامن ، فيشبه أن يكون قول النبي صلى الله عليه وسلم : أقروا الطير على مكناتها ، أن لا تحركوها ، فإن ما يعلمون وما يعملون به من الطيرة لا تصنع شيئا ، وإنما يصنع فيما يوجهون له قضاء الله عز وجل وقد سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الطيرة ، فقال : إنما ذلك شيء يجده أحدكم في نفسه فلا يصدنكم(معرفة السنن والآثار للبيهقي،باب العقيقة)

في النهاية الطيرة بكسر الطاء وفتح الياء وقد تسكن هي التشاؤم بالشيء وهي مصدر تطير طيرة كما تقول تخير خيرة ولم يجيء من المصادر غيرهما هكذا قيل وأصل التطير التفاؤل بالطير واستعمل لكل ما يتفاءل به ويتشاءم وقد كانوا في الجاهلية يتطيرون بالصيد كالطير والظبي فيتيمنون بالسوانح ويتشاءمون بالبوارح والبوارح على ما في القاموس من الصيد ما مر من ميامنك إلى مياسرك والسوانح ضدها وكان ذلك يصدهم عن مقاصدهم ويمنعهم عن السير إلى مطالبهم فنفاه الشرع وأبطله ونهاهم عنه(مرقاة، كتاب الصلاة،باب ما لا يجوز من العمل في الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ . قَالَ فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ . قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ . قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت کے زمانے میں چند کام کیا کرتے تھے، ایک تو ہم کاہنوں (یعنی غیب کی چیزیں بتلانے والوں) کے پاس آتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کاہنوں کے پاس نہ آؤ۔

میں نے کہا کہ ہم بدشگونی بھی لیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک مہمل چیز ہے، جو تم میں سے کسی کے نفس میں پیدا ہوتی ہے، اور یہ ہرگز بھی تمہیں کسی کام سے نہ روکے (ترجمہ ختم)

یعنی جب دل میں کوئی بدشگونی اور بدفالی پیدا ہو، تو اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے، اور اس کی بنیاد پر اپنے کسی کام اور حاجت سے نہیں رُکنا چاہیے۔ [2]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ ، وَمَا مِنَّا إِلَّا ،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

العيافة بكسر العين وهي زجر الطير والتفاؤل والاعتبار في ذلك بأسمائها كما يتفاءل بالعقاب على العقاب وبالغراب على الغربة وبالهدهد على الهدى والفرق بينهما وبين الطيرة إن الطيرة هي التشاؤم بها وقد تستعمل في التشاؤم بغير الطير من حيوان وغيره وفي النهاية العيافة زجرا لطير والتفاؤل بأسمائها وأصواتها وممرها وهو من عادة العرب وهو كثير في أشعارهم وبنو أسد يذكرون بالعيافة ويوصفون بها والطرق بفتح فسكون وهو الضرب بالحصى الذي يفعله النساء وقيل هو الخط في الرمل كذا في النهاية والقصر الفائق على الأول وأنشد قول لبيد لعمرك ما تدرى الطوارق بالحصى ولا زاجرات الطير ما الله صانع (مرقاة، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة ج ۹ ص ۶)

[1] حديث نمبر ۵۹۴۹، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان۔

[2] معناه أن كراهة ذلك تقع في نفوسكم في العادة ، ولكن لا تلتفتوا إليه ، ولا ترجعوا عما كنتم عزمتم عليه قبل هذا (شرح النووي على مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان)

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ (مسند احمد) ¹

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدشگونی شرک ہے، اور ہم میں کوئی ایسا شخص نہیں جسے (بشریت کے تقاضہ کی وجہ سے) اس کی کھٹک نہ گزرتی ہو مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اس کو دور فرما دیتا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: آپ ﷺ نے بدشگونی کے برا ہونے کو ظاہر فرمانے کے لئے اس کو شرک فرمایا، شرک کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکوں کی رسموں میں سے ہے اور اگر کوئی یہ اعتقاد کرے کہ بدشگونی لینے کے بعد یقیناً ایسا ہی ہوگا تو پھر یہ واقعی حقیقی شرک اور کفر ہے۔

اس قسم کی بدفالی لینا انسان کے عقیدہ سے متعلق ہے حالانکہ فی نفسہٖ کسی پرندہ وغیرہ کے اڑنے یا اڑانے اور دائیں بائیں جانب جانے میں کوئی بدفالی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی کوئی علامت بیان نہیں فرمائی اور نہ اس قسم کے خوف ہراس کی کوئی معقول وجہ ہے۔

اور ہر انسان کو کسی نہ کسی وقت بدفالی کی کھٹک پیدا ہو جاتی ہے، لیکن مسلمان کا ایمان کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، جب اس کو ایسی کھٹک پیدا ہوتی ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل یقین ''کہ نفع دینے والا اور مصیبتوں کو دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے'' اس بدفالی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے دلوں میں اطمینان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت دل میں راسخ ہوتی ہے۔ ²

---

¹ حديث نمبر ٣٦٨٧، واللفظ لهٗ، ترمذي، حديث نمبر ١٦١٤؛ ابوداؤد، حديث نمبر ٣٩١٢؛ ابن ماجه، حديث نمبر ٣٥٣٨.

في حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عيسى بن عاصم، وهو الأسدي، فقد روى له أصحاب السنن عدا النسائي، وهو ثقة. وكيع: هو ابن الجراح.

² (الطيرة) بكسر ففتح قال الحكيم: هي سوء الظن بالله وهرب من قضائه (شرك) اى من الشرك لأن العرب كانوا يعتقدون أن ما يتشاء مون به سبب يؤثر في حصول المكروه وملاحظة الأسباب في الجملة شرك خفي فكيف إذا انضم إليها جهالة فاحشة وسوء اعتقاد ومن اعتقد أن غير الله ينفع أو يضر استقلالا فقد أشرك (فيض القدير، تحت ذيل رقم حديث ٥٣٥٢)

والحاصل أنه نوع من التكهن والطيرة أي تلاثتها من الجبت وهو السحر والكهانة على ما في الفائق وقيل هو كل ما عبد من دون الله فالمعنى أنها ناشئة من الشرك وقيل هو الساحر والأظهر أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بدفالی یا بدشگونی کی کھٹک سے بچنے کی دعاء

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَدْ أَشْرَكَ " قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ (مسند أحمد، حديث نمبر ۷۰۴۵) [1]

ترجمہ: جس کو بدفالی اپنی ضرورت سے روک دے، تو اُس نے شرک کیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بدفالی کی تلافی کیا ہے؟ تو فرمایا کہ یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ

''یعنی اے اللہ! ہر قسم کی خیر آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور ہر قسم کے پرندے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الشيطان والمعنى أنها من عمل الجبت رواه أبو داود وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن رسول الله قال الطيرة شرك أي لاعتقادهم أن الطيرة تجلب لهم نفعا أو تدفع عنهم ضرا فإذا عملوا بموجبها فكأنهم أشركوا بالله في ذلك ويسمى شركا خفيا وقال شارح يعني من اعتقد أن شيئا سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركا جليا وقال القاضي إنما سماها شركا لأنهم كانوا يرون ما يتشاء مون به سببا مؤثرا في حصول المكروه وملاحظة الأسباب في الجملة شرك خفي فكيف إذا انضم إليها جهالة وسوء اعتقاد قاله ثلاثا مبالغة في الزجر عنها وما منا أي أحد إلا أي إلا من يخطر له من جهة الطيرة شيء ما لتعود النفوس بها فحذف المستثنى كراهة أن يتفوه به (مرقاة، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة ج ۹ ص ۲)

[1] قال الهيثمي:

رواه أحمد والطبراني وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۵ص۱۰۵، باب ما يقول إذا تطير)

و في حاشية مسند احمد:

حديث حسن، ابن لهيعة -وهو عبد الله- وإن كان ضعيفا قد رواه عنه عبد الله بن وهب، وهو صحيح السماع منه.

وقال الالباني:

قلت: الضعف الذي في حديث ابن لهيعة إنما هو في غير رواية العبادلة عنه و إلا فحديثهم عنه صحيح كما حققه أهل العلم في ترجمته(السلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۱۰۶۵)

(اور جانور اور دوسری چیز جس سے بدفالی لی جاتی ہے) آپ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ بدفالی پیش آنے کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (الدعاء للطبرانی، باب القول عند الطيرة، حديث نمبر ۱۱۶۲)

ترجمہ: اے اللہ! ہر قسم کے پرندے (اور جانور اور دوسری چیز جس سے بدفالی لی جاتی ہے) آپ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور ہر قسم کی خیر آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور آپ کی مدد کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی ہمت ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عروہ ابنِ عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے سامنے بدفالی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نیک فال اچھا ہے اور مسلمان کی شان یہ نہیں کہ اس کو بدفالی کسی کام سے روک دے، اور جب تم میں سے کسی کو کوئی ناپسندیدہ بات پیش آئے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے علاوہ کوئی اچھائی بھیجنے پر قادر نہیں اور آپ کے علاوہ کوئی برائی کو دور کرنے پر قادر نہیں اور اے اللہ! تیری مدد کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی ہمت ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: بدفالی اور بدشگونی کی بنیاد پر انسان اپنے آپ کو پریشانیوں اور الجھنوں میں مبتلا کر لیتا ہے، شریعت نے بدفالی اور بدشگونی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی الجھنوں سے نجات کے لیے یہ نسخہ تجویز فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین رکھتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ سے استعانت

---

[1] حدیث نمبر ۳۹۱۹، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ۔

اور مدد چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائیں گے۔ اور یہی دراصل توحید کا مغز ہے۔

حقیقی توکل ہی وہ سب سے بڑا عظیم سبب ہے جس سے تمام بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے کو ''حول'' کہتے ہیں اور اس پر قوت صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی توفیق سے حاصل ہوسکتی ہے۔

تو اس جملہ میں کسی حالت کو از خود تبدیل کرنے کی سکت، اپنی ذاتی قوت اور اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے بیزاری کا اظہار ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی امداد قوت اور اس کی مشیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔

بدشگونی کی کھٹک کے وقت پڑھی جانے والی دعاؤں میں یہ واضح کردیا گیا کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل کو تمام دنیا کی چیزوں کے یقین سے الگ کرکے صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرلے، کیونکہ نفع وضرر دینا یا کسی نعمت سے مالا مال کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ [1]

---

[1] اللهم لا طير إلا طيرك ولا خير إلا خيرك ولا إله غيرك اللهم لا يأتي بالحسنات إلا أنت ولا يذهب بالسيئات إلا أنت قال ذاك أي التطير شيء يجدونه في صدورهم يعني هذا وهم ينشأ من نفوسهم ليس له تأثير في اجتلاب نفع أو ضر وإنما هو شيء يسوله الشيطان ويزينه حتى يعملوا بقضيته ليجرهم بذلك إلى اعتقاد مؤثر غير الله تعالى وهو كفر صراح بإجماع العلماء فلا يصدنهم أي لا يمنعهم التطير من مقاصدهم لأنه لا يضرهم ولا ينفعهم ما يتوهمونه وقال الطيبي أي لا يمنعهم عما يتوجهون من المقاصد أو من سواء السبيل ما يجدون في صدورهم من الوهم فالنهي وارد على ما يتوهمونه ظاهرا وهم منهيون في الحقيقة عن مزاولة ما يوقعهم من الوهم في الصد (مرقاة، كتاب الصلاة، باب مالايجوز من العمل في الصلاة)

والمعنى إن أحسن الطيرة ما يشابه الفأل المندوب إليه ومع ذلك لا تمنع الطيرة مسلما عن المضي في حاجته فإن ذلك ليس من شأن المسلم الكامل بل شأنه أن يتوكل على الله في جميع أموره ويمضي في سبيله بنوره على غاية حضوره ونهاية سروره فإذا رأى أحدكم ما يكره أي إذا رأى من الطيرة شيئا يكرهه على ما ذكره الجزري في الحصن فليقل اللهم لا يأتي بالحسنات أي بالأمور الحسنة الشاملة للنعمة والطاعة إلا أنت ولا يدفع السيئات أي الأمور المكروهة الكافلة للنقمة والمعصية إلا أنت ولا حول أي على دفع السيئة ولا قوة أي على تحصيل الحسنة إلا بالله هو في أصل الحصن إلا بك وهو مقتضى الكلام (مرقاة، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة، الفصل الثالث)

جس شخص کے دل میں بدفالی کا احساس اور خیال پیدا ہو تو مذکورہ دعائیں پڑھنا بہت ہی مناسب ہے، جن سے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوگا اور شیطانی وساوس دور ہو جائیں گے۔

ان دعاؤں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے یقین ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز میں بھلائی یا تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔

اگر مندرجہ بالا احادیث میں ذکر کردہ الفاظ ہی ادا کر لئے جائیں تو بہت اچھا ہے ورنہ اپنی زبان میں بھی ان کے معنٰی ادا کر لینا کافی ہے اور اگر کوئی الفاظ ادا نہ کرے بلکہ ان الفاظ کا مفہوم ہی اپنے عقیدہ اور دل ودماغ میں حاضر کر لے تب بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ [1]

نیک فال کا شرعی حکم

شریعت نے بدفالی اور بدشگونی سے منع فرمایا ہے، لیکن نیک اور اچھا فال لینے سے منع نہیں کیا، بلکہ اس کی احادیث سے اجازت ملتی ہے۔

---

[1] وقوله : اللهم لا خير إلا خيرك، ولا طير إلا طيرك . يعني : فأنت الذي بيدك الخير المباشر، كالمطر والنبات، وغير المباشر، كالذي يكون سببه من عند الله على يد مخلوق، مثل : أن يعطيك إنسان دراهم صدقة أو هداية، وما أشبه ذلك، فهذا الخير من الله، لكن بواسطة جعلها الله سببا، وإلا فكل الخير من الله عز وجل .

وقوله : فلا خير إلا خيرك . هذا الحصر حقيقي، فالخير كله من الله، سواء كان بسبب معلوم أو بغيره.

وقوله : لا طير إلا طيرك . أي : الطيور كلها ملكك، فهي لا تفعل شيئا، وإنما هي مسخرة، قال تعالى : ﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴾ (الملك ١٩)، وقال تعالى : ﴿ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (النحل ٧٩)، فأفهم أن الطير مسخرة بإذن الله، فالله تعالى هو الذي يدبرها ويصرفها ويسخرها تذهب يمينا وشمالا، ولا علاقة لها بالحوادث.

ويحتمل أن المراد بالطير هنا ما يتشاءم به الإنسان، فكل ما يحدث للإنسان من التشاؤم والحوادث المكروهة، فإنه من الله كما أن الخير من الله، كما قال تعالى : ﴿ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ ﴾ (الأعراف ١٣١) لكن سبق لنا أن الشر في فعل الله ليس بواقع، بل الشر في المفعول لا في الفعل، بل فعله تعالى كله خير، إما خير لذاته، وإما لما يترتب عليه من المصالح العظيمة التي تجعله خيرا. فيكون قوله : لا طير إلا طيرك مقابلا لقوله : ولا خير إلا خيرك (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج ٩ ص ٥٧٨، كتاب التوحيد، باب ماجاء في التطيرة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قَالُوْا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ (بخاری) ۱

ترجمہ: (اسلام میں) بدشگونی اور بدفالی نہیں ہے، اور نیک فال اچھی چیز ہے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ نیک فال کیا چیز ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اچھا (اور پاکیزہ) کلام جو کوئی کسی سے سنے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الْفَأْلُ الْحَسَنُ وَيَكْرَهُ الطِّيَرَةَ (ابن ماجة) ۲

ترجمہ: نبی ﷺ اچھے فال کو پسند فرمایا کرتے تھے، اور بدشگونی و بدفالی کو ناپسند فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اچھے فال سے مراد اچھا اور نیک کلام ہے، جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزرا، مثلاً یہ کہ اچھا جملہ اور اچھی بات سن کر اللہ تعالیٰ سے خیر اور اچھائی وبہترائی کی توقع وامید رکھنا! جس کی وضاحت آگے حدیث میں آتی ہے۔ ۳

---

۱ حديث نمبر ۵۳۱۳، كتاب الطب، باب الطيرة، واللفظ له، مسلم حديث نمبر ۵۹۳۱ مسند احمد حديث نمبر ۷۶۱۸.

۲ حديث نمبر ۳۵۳۶، كتاب الطب، باب من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة.

هذا إسناد صحيح رجاله ثقات رواه الشيخان من حديث ابي هريرة أيضا من هذا الوجه إلا قوله ويكره الطيرة ورواه ابن حبان في صحيحه عن أحمد بن على بن المثنى عن محمد بن عبد الله بن نمير بتمامه(مصباح الزجاجة، كتاب الطب، باب من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة)

۳ لا طيرة أى لا ضيرة بالتطير تشاؤما وتفاؤلا وخيرها أى خير أنواع الطيرة بالمعنى اللغوى الأعم من المأخذ الأصلى الفال أى الفال الحسن بالكلمة الطيبة لا المأخوذ من الطير ولعل شارحا أراد دفع هذا الإشكال فقال أى الفال خير من الطيرة اه ومعناه أن الفال محض خير كما أن الطيرة محض شر فالتركيب من قبيل العسل أحلى من الخل والشتاء أبرد من الصيف قال الطيبى الضمير المؤنث راجع إلى الطيرة وقد علم أنه لا خير فيها فهو كقوله تعالى أصحاب الجنة يومئذ خير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ أَنْ يَسْمَعَ يَا رَاشِدُ يَا نَجِيحُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی ﷺ جب کسی ضرورت کے لئے باہر نکلتے اور کسی کو یہ الفاظ کہتا ہوا سنتے "اے کامیاب! اے صحیح راہ پانے والے!" تو خوشی کا اظہار فرماتے (ترجمہ ختم)

کامیابی وکامرانی، تندرستی اور سرخروئی اور مبارک بادی وغیرہ الفاظ سنتے ہی انسان کی طبیعت کھل کھلا اٹھتی ہے، دل مضبوط ہوجاتا اور سینہ کھل جاتا ہے اور انسان کا جسم ایک تازگی محسوس کرنے لگ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مستغربا الفرقان أو هذا مبني على زعمهم أو هو من باب قولهم الصيف أحر من الشتاء أي الفأل في بابه أبلغ من الطيرة في بابها قالوا وما الفأل وإنما نشأ هذا السؤال لما في تفرسهم من عموم الطيرة الشامل للتشاؤم والتفاؤل المتعارف فيما بينهم قال إشارة إلى أنه فرد خاص خارج عن العرف العام معتبر عند خواص الأنام وهو قوله الكلمة الصالحة أي الطيبة الصالحة لأن يؤخذ منها الفأل الحسن يسمعها أي تلك الكلمة أحدكم أي على قصد التفاؤل كطالب ضالة يا واجد وكتاجر يا رزاق وكمسافر يا سالم وكخارج الحاجة يا نجيح وكغاز يا منصور وكحاج يا مبرور وكزائر يا مقبول وأمثال ذلك والجملة استئناف بيان أو حال قال الطيبي ومعنى الترخص في الفأل والمنع من الطيرة هو أن الشخص لو رأى شيئا وظنه حسنا وحرضه على طلب حاجته فليفعل ذلك وإذا رأى ما يعده مشؤوما ويمنعه من المضي إلى حاجته فلا يجوز قبوله بل يمضي لسبيله (مرقاة، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة)

(كان يعجبه الفأل الحسن) الكلمة الصالحة يسمعها (ويكره الطيرة) بكسر أو فتح فسكون لأن مصدر الفأل عن نطق وبيان فكأنه خبر جاء عن غيب بخلاف الطيرة لاستنادها إلى حركة الطائر أو نطقه ولا بيان فيه بل هو تكلف من متعاطيه فقد أخرج الطبراني عن عكرمة كنت عند ابن عباس فمر طائر فصاح فقال رجل: خير فقال ابن عباس: لا شر ولا خير وقال النووي: الفأل يستعمل فيما يسر وفيما يسوء وأكثره في السرور والطيرة لا تكون إلا في الشؤم وقد تستعمل مجازا في السرور وشرط الفأل أن لا يقصد إليه وإلا صار طيرة كما مر. قال الحليمي: الفرق بينهما أن الطيرة هي سوء ظن بالله من غير سبب ظاهر يرجع إليه الظن والتيمن بالفأل حسن ظن بالله وتعليق تجديد الأمل به وذلك بالإطلاق محمود. وقال القاضي: أصل التطير التفاؤل بالطير وكانت العرب في الجاهلية يتفاءلون بالطيور والظباء ونحو ذلك فإذا عن له أمر كسفر وتجارة ترصدوا لها فإن بدت لهم سوانح تيمنوا بها وشرعوا (فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ۷۱۰۱)

[1] حديث نمبر ۱۵۴۱، كتاب السير، باب ما جاء في الطيرة.
قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

جاتا ہے۔

مثلاً کسی بیمار کو کوئی شخص صحت مند کہہ کر پکارے یا کسی ضرورت مند کو کوئی یہ کہے کہ اے ضرورت کو پانے والے! اور یہ سن کر کوئی اس طرح سے دل میں امید رکھے کہ مریض ان شاء اللہ تعالیٰ صحت یاب ہو جائے گا اور ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

یا مثلاً کوئی مجاہد شخص منصور کا لفظ سن کر یا منصور نامی شخص کو دیکھ کر اپنی فتح ونصرت کی اللہ سے امید رکھے۔ یا کوئی مسافر سالم کا لفظ سن کر اپنی سلامتی وحفاظت کی امید رکھے، یا کوئی تاجر رباح یا رازق کا لفظ سن کر اپنی تجارت میں نفع کی امید پیدا کرے، یا کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے وہ واجد (یعنی پانے والے) کا لفظ سن کر اپنی گمشدہ چیز کے واپس مل جانے کی اللہ سے امید رکھے۔

اس قسم کے الفاظ سے اچھی فال لینا حضور ﷺ کو پسند تھا، اور یہی نیک فال ہے۔ [1]

جس فال میں خیر اور شر دونوں کے پہلو ہوں وہ نیک فال میں شامل نہیں، اسی طرح آج کل عوام نے جو فال لینے کے مختلف طریقے گھڑ رکھے ہیں وہ نیک فال میں داخل نہیں۔ [2]

---

[1] وعن أنس رضي الله عنه أن النبي كان يعجبه أي يستحسنه ويتفاءل به إذا خرج لحاجة أن يسمع يا راشد أي واجد الطريق المستقيم يا نجيح أي من قضيت حاجته والمراد هذا وأمثاله لما ورد من أنه كان يعجبه الفأل الحسن ويكره الطيرة على ما في الجامع من رواية ابن ماجه عن أبي هريرة والحاكم عن عائشة رواه الترمذي وعن بريدة رضي الله تعالى عنه أن النبي كان لا يتطير من شيء أي من جهة شيء من الأشياء إذا أراد فعله ويمكن أن تكون من مرادفة للباء فالمعنى ما كان يتطير بشيء مما يتطير به الناس (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة)

[2] واضح ہو کہ فال شرعی اور چیز ہے اور شگون جو عوام میں اختلاط ہنود (ہندو لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے اور میل جول) وغیرہ کے سبب مروج ہے وہ اور ہے، چنانچہ فال شرعی یہ ہے کہ (مثلاً) کوئی شخص اتفاقاً کسی کے منہ سے کوئی اچھا لفظ سنے اور اس کو سن کر حق سبحانہ کی جانب سے وصولِ خیر کا امیدوار ہو۔ اور شگون مروج یہ ہے کہ (مثلاً) ہتھیلی میں کھجلی ہوئی، سمجھا کہ روپیہ ہاتھ آئے گا، کسی نے چھینک دیا، سمجھا کہ کام نہ ہوگا، داہنی آنکھ پھڑکی، سمجھا کہ خوشی ہوگی، بائیں آنکھ پھڑکی، سمجھا کہ رنج ہوگا، اس قسم کے شگون از قسم خرافات ہیں اور فال شرعی میں داخل نہیں بلکہ وہ طیرہ میں داخل ہیں، اور بحدیث الطیرۃ شرک امور شرکیہ میں داخل ہیں، پس بعض جہلاء کا یہ سمجھنا کہ شگون نیک مطلقاً جائز ہے......... محض صریح اور واضح گمراہی ہے (ضمیمہ ثانیہ اصلی بہشتی زیور حصہ اول ص ۹۶)

الفأل بالهمز وأكثر استعماله بالإبدال وفي النهاية الفأل مهموز فيما يسر ويسوء والطيرة بكسر الطاء وفتح الياء وقد تسكن لا تكون إلا فيما يسوء وربما استعملت فيما يسر وفي القاموس الفأل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیک فال کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں، انہیں پر دوسرے حالات کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

کہانت

آپ ﷺ نے ایک اور چیز کی بُرائی اور خرابی کا بھی ذکر فرمادیا، اور وہ کہانت ہے۔ کہانت کے معنی ہیں غیب کی باتیں بتانا۔

زمانہ جاہلیت میں عرب میں کہانت کا بڑا چرچا تھا، جہالت اور توہم پرستی کی وجہ سے کاہنوں کی طرف لوگوں کا بڑا رجوع تھا۔ اور اسی وجہ سے اُس زمانہ میں کئی قسم کے کاہن ہوا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کا بھی رد فرمادیا، علاوہ ازیں اس قسم کی پوشیدہ باتیں معلوم کرنا ''استقسام بالازلام'' میں بھی شامل ہے اور حرام ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ضد الطيرة كان يسمع مريض يا سالم أو طالب يا واجد ويستعمل في الخير والشر والطيرة ما يتشائم به من الفال الردي‌ء قلت المستفاد من القاموس أن الفال مختص بالخير وقد يستعمل في الشر والطيرة لا تستعمل إلا في الشر فهما ضدان في أصل الوضع والمفهوم من النهاية أن الفال أعم من الطيرة في أصل الوضع ومترادفان في بعض الاستعمال والمفهوم من الأحاديث أن الطيرة أعم من الفال منها ظاهر قوله كما سيأتي(مرقاة المفاتيح ، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة)

[1] (قوله والكهانة)وهي تعاطي الخبرعن الكائنات في المستقبل وادعاء معرفة الاسرار قال في نهاية الحديث وقد كان في العرب كهنة كشق وسطيح،فمنهم من كان يزعم الله له تابعا يلقى اليه الاخبار عن الكائنات ومنهم انه يعرف الامور بمقدمات يستدل بها على مواقفها من كلام من يسأله،اوحاله وفعله وهذا يخصونه باسم العراف كالمدعي معرفة المسروق ونحوه وحديث "من اتى كاهنا"يشمل العراف والمنجم والعرب تسمي كل من يتعاطى علما دقيقا كاهنا ومنهم من يسمي المنجم والطبيب كاهنا اه،ابن عبدالرزاق(ردالمحتارج ا مقدمه مطلب في الكهانة)

والكاهن كما في مختصر النهاية للسيوطي من يتعاطى الخبرعن الكائنات في المستقبل ويدعي معرفة الاسرار والعراف المنجم وقال الخطابي هو الذي يتعاطى معرفة مكان المسروق والضالة ونحوهما اه،الحاصل ان الكاهن من يدعي معرفة الغيب باسباب وهي مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم وهوالذي يخبرعن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذي يضرب بالحصاء والذي يدعي ان له صاحبا من الجن يخبره عماسيكون والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر........ قلت فعلى هذا ارباب التقاويم من انواع الكاهن لادعائهم العلم بالحوادث الكائنة ، واماماوقع لبعض الخواص كالانبياء والاولياء بالوحي اوبالالهام فهوباعلام من الله تعالى فليس ممانحن فيه،وقيل العراف يخبرعن الماضي والكاهن يخبر عن الماضي والمستقبل(الموسوعة الفقهية ج ۳۰ ،مادہ عرافة)

احادیث میں اس قسم کی حرکتوں پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ أَتٰى كَاهِنًا، أَوْ عَرَّافًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بتلائی ہوئی بات کی تصدیق کی (یعنی اس کو سچ سمجھا) تو اس نے محمد ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا ہے، اس کا انکار کر دیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا يُؤْمِنُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۹۸۷۲) [2]

ترجمہ: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بتلائی ہوئی بات پر ایمان لایا (یعنی اس کو سچ سمجھا) تو اس نے محمد ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا ہے، اس کا انکار کر دیا (ترجمہ ختم)

---

[1] حديث نمبر ۹۵۳۲، واللفظ له، سنن البيهقي حديث نمبر ۱۶۹۳۸، مستدرك حاكم حديث نمبر ۱۵.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرطهما جميعا من حديث ابن سيرين و لم يخرجاه و حدث البخاري عن إسحاق عن روح عن عوف عن خلاس و محمد عن أبي هريرة قصة موسى أنه آدر.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما (حواله بالا)

[2] عن عبد الله بن مسعود قال: من أتى عرافا أو كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد (المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۱۴۵۳)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير والاوسط إلا أنه قال فصدقه. وكذلك رواية البزار ورجال الكبير والبزار ثقات (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۱۸، باب فيمن أتى كاهنا أو عرافا)

وقال المنذري:

رواه الطبراني في الكبير ورواته ثقات (الترغيب والترهيب، كتاب الادب، باب الترهيب من السحر وإتيان الكهان والعرافين والمنجمين بالرمل والحصى أو نحو ذلك وتصديقهم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

مَنْ أَتٰى سَاحِرًا أَوْ كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ (سنن البیھقی) [1]

ترجمہ: جو شخص کسی جادوگر یا کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بتلائی ہوئی بات کی تصدیق کی، تو اس نے محمد ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا ہے، اس کا انکار کر دیا (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حکماً مرفوع حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ [2]

عرب میں غیب کی خبریں بتلانے والے مختلف قسم کے تھے، بعض گزشتہ زمانے سے متعلق غیب کی خبریں بتلاتے تھے (مثلاً چور اور گم شدہ چیز کا پتہ) ایسے لوگوں کو عراف کہا جاتا تھا، اور بعض آئندہ زمانے سے متعلق غیب کی خبریں بتلاتے تھے (مثلاً آئندہ زمانے میں کسی کا فوت ہونا، حادثہ پیش آنا وغیرہ) ایسے لوگوں کو کاہن کہا جاتا تھا۔

اور بعض نے فرمایا کہ اس قسم کی خبریں بتانے والے سب کاہن کی مختلف قسموں میں داخل ہیں۔

شریعت نے ان سب کی تردید فرمادی۔ [3]

---

[1] حدیث نمبر ١٦٩٣٤ ، كتاب القسامة، باب تكفير الساحر وقتله إن كان ما يسحر به كلام كفر صريح، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ٥٢٨٠، مسند البزار حدیث نمبر ١٨٧٣۔

قال الهيثمي:

رواه البزار ورجاله رجال الصحيح خلا هبيرة بن مريم وهو ثقة (مجمع الزوائد ج٥ ص١١٨، باب فيمن أتى كاهنا او عرافا)

وقال المنذري:

رواه البزار وأبو يعلى بإسناد جيد موقوفا (الترغيب والترهيب، كتاب الادب، باب الترهيب من السحر وإتيان الكهان والعرافين والمنجمين بالرمل والحصى أو نحو ذلك وتصديقهم)

[2] أخرجه أبو يعلى من حديث ابن مسعود بسند جيد لكن لم يصرح برفعه ومثله لا يقال بالرأى (فتح البارى، لابن حجر، كتاب الطب، باب الكهانة)

[3] الكهانة كانت في العرب على اربعة ضروب : أحدها : أن يكون له إنسان اى من الجن فيخبره بما يسترق من السمع من السماء ، وهذا القسم قد بطل منذ بعث الله محمدا (صلى الله عليه وسلم) ، كما نص الله تعالى على الكتاب. الثاني : أن يخبره بما يطرأ في أقطار الأرض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور عرّاف یا کاہن کی بتلائی ہوئی غیب کی خبروں کو اگر اپنے عقیدے میں سچا سمجھا، تو یہ حقیقی کفر ہے، اور اگر عقیدے میں سچا نہیں سمجھا، تو پھر غیب کی خبریں معلوم کرنا کفر کا طریقہ اور گناہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وما خفي عنه بما قرب أو بعد ، وهذا لايبعد وجوده ونفت هذا كله المعتزلة وبعض المتكلمين وأحالوه ، ولا إحالة ولا بعد في وجود مثله ، لكنهم يصدقون ويكذبون ، والنهي عام في تصديقهم والسماع منهم .الثالث :التخمين والحزر ، وهذا يخلق الله منه لبعض الناس قوة ما لكن الكذب في هذا الباب أغلب ومن هذا الفن العرافة ، وصاحبها عراف ، وهو الذي يستدل على الأمور بأسباب ومقدمات يدعي معرفتها بها، وقد يعتضد بعض أهل هذا الفن في ذلك بالزجر والطرق والنجوم وأسباب معتادة وهذا الفن هي العيافة بالياء ، وكلها يطلق عليها اسم الكهانة عندهم ، ويعلمها في أكثر كتبهم(اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضي عياض، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان) وقد أكذبهم كلهم الشرع ، ونهى عن تصديقهم وإتيانهم .والله أعلم (شرح النووی علیٰ مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان)

الفرق بين الكاهن والعراف ان الكاهن انما يتعاطى الخبرعن المغيب في مستقبل الزمان ويدعي معرفة الاسرار والعراف هو الذي يتعاطى معرفة الشيء المسروق ومكان الضالة ونحوهما من الامور(مرقاة شرح مشكوة ج۹ ص۷۱ ،كتاب الطب والرقى باب الكهانة،الفصل الثاني)

قال البغوي العراف الذي يدعي معرفة الامور بمقدمات يستدل بها على المسروق ومكان الضالة ونحو ذلك وقيل هوالكاهن والكاهن هو الذي يخبر عن المغيبات في المستقبل وقيل الذي يخبر عما في الضمير وقال ابو العباس ابن تيمية العراف اسم للكاهن والمنجم والرمال ونحوهم ممن يتكلم في معرفة الامور بهذه الطرق (كتاب التوحيدلامام محمدبن عبدالوهاب، باب ما جاء في الكهان ونحوهم)

[1] اسی طرح اگر کسی ماضی کے واقعہ پر جنات وغیرہ کے ذریعے سے کوئی خبر معلوم کی، تو یہ بھی گناہ ہے۔

أو كاهنا بالتصديق فقد كفر بما أنزل على محمد أي إن اعتقد حله وإنما لم يفصله ليكون أبلغ في الوعيد وأدعى إلى الزجر والتهديد قال ابن الملك يؤول هذا الحديث بالمستحل والمصدق وإلا فيكون فاسقا فمعنى الكفر حينئذ كفران نعمة الله أو إطلاق اسم الكفر عليه لكونه من أفعال الكفرة الذين عادتهم عصيان الله تعالى والمراد بالكاهن من يخبر عما يكون في المستقبل أو بأشياء مكتوبة في الكتب من أكاذيب الجن المسترقة من الملائكة من أحوال أهل الأرض من الأعمار والأرزاق والحوادث فيأتون الكهنة فيخلطون في كل حديث مائة كذبة فيخبرون الناس بها وفي معناه من يتعاطى الرمل والضرب بنحو الحصى أو النظر في النجوم قال الطيبي وفي الحديث وعيد هائل حيث لم يكتف بكفر بل ضم إليه بما أنزل على محمد وصرح بالعلم تجريدا والمراد بالمنزل الكتاب والسنة أي من ارتكب هذه الهيئات فقد بريء من دين محمد عليه الصلاة والسلام (مرقاة، كتاب الطهارة، باب الحيض)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بعض ازواجِ مطہرات سے نقل فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (مسلم) [1]

ترجمہ: جو شخص عراف کے پاس آیا اور اس سے کوئی بات پوچھی، تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَتٰى عَرَّافًا لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (المعجم الكبير) [2]

ترجمہ: جو شخص عراف کے پاس آیا تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (ترجمہ ختم)

اسی قسم کا مضمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(من أتى عرافا أو كاهنا) وهو من يخبر عما يحدث أو عن شيء غائب أو عن طالع احد بسعد او نحس او دولة أو محنة أو منحة (فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل الله على محمد) من الكتاب والسنة وصرح بالعلم تجريدا وأفاد بقوله فصدقه أن الغرض إن سأله معتقدا صدقه فلو فعله استهزاء معتقدا كذبه فلا يلحقه الوعيد ، ثم إنه لا تعارض بين ذا الخبر وما قبله لأن المراد إن مصدق الكاهن إن اعتقد أنه يعلم الغيب كفر وإن اعتقد أن الجن تلقى إليه ما سمعته من الملائكة وأنه بإلهام فصدقه من هذه الجهة لا يكفر قال الراغب: العرافة مختصة بالأمور الماضية والكهانة بالحادثة وكان ذلك في العرب كثيرا وآخر من روى عنه الأخبار العجيبة سطيح وسواد بن قارب (فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ۸۲۸۵)

[1] حديث نمبر ۵۹۵۷، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان.

[2] حديث نمبر ۲۸۷، المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۱۳۰۲.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۱۸، باب فيمن اتى كاهنا أو عرافا)

[3] عن صفية بنت أبي عبيد قالت سمعت عمر بن الخطاب يقول سمعت رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: مَنْ أَتٰى عَرَّافًا لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۹۱۷۲)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض حضرات نے فرمایا کہ چالیس راتوں تک نمازیں قبول نہ ہونے کی وعید اس صورت میں ہے جبکہ غیب کی خبر تو معلوم کی، لیکن اس کی تصدیق نہیں کی۔
ایک حدیث میں بھی اس قسم کا مضمون مروی ہے۔ [۱]
اور بعض نے فرمایا کہ نماز قبول نہ ہونے کی یہ وعید اس صورت میں ہے جبکہ جنات وغیرہ کے واسطے سے گزشتہ زمانے کی (نہ کہ آئندہ زمانے کی) کوئی خبر معلوم کی جائے۔ [۲]
اس صورت میں اگرچہ نماز کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، لیکن چالیس راتوں تک کی نمازوں کا ثواب اور قبولیت ضائع ہوجاتی ہے، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ [۳]
ملحوظ رہے کہ بعض اسباب وآلات اور حسابات وتجربات کے ذریعے سے جن چیزوں کی معلومات

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط عن شيخه مصعب بن ابراهيم بن حمزة الدهري ولم أعرفه ، وبقية رجاله رجال الصحيح .(مجمع الزوائد ج۵ ص۱۱۷، ۱۱۸،باب فيمن أتى كاهنا أو عرافا)

[۱] قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من أتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد برء مما أنزل على محمد صلى الله عليه و سلم ومن أتاه غير مصدق له لم يقبل له صلاة أربعين يوما (المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۶۷۰ عن انس)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه رشدين بن سعد وهو ضعيف وفيه توثيق في أحاديث الرقاق ، وبقية رجاله ثقات.(مجمع الزوائد ج۵ ص۱۱۸ ،باب فيمن أتى كاهنا أو عرافا)

[۲] ثم إنه لا تعارض بين ذا الخبر وما قبله لأن المراد إن مصدق الكاهن إن اعتقد أنه يعلم الغيب كفر وإن اعتقد أن الجن تلقي إليه ما سمعته من الملائكة وأنه بإلهام فصدقه من هذه الجهة لا يكفر قال الراغب :العرافة مختصة بالأمور الماضية والكهانة بالحادثة وكان ذلك في العرب كثيرا وآخر من روى عنه الأخبار العجيبة سطيح وسواد بن قارب (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۸۲۸۵)

والوعيد جاء تارة بعدم قبول الصلاة وتارة بالتكفير فيحمل على حالين من الآتي أشار إلى ذلك القرطبي(فتح البارى،لابن حجر، كتاب الطب، باب الكهانة)

[۳] لم تقبل له صلاة اربعين ليلة اى لم يترتب عليها ثواب والافان الفرض يسقط عن الذمة فالقبول هنا بمعنى قبول الاجابة والاثابة لا بمعنى قبول الاصابة (تكمله فتح الملهم ج ۳ ص ۳۸۹)

حاصل کی جاتی ہیں، یا مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کی جاتی ہیں، مثلاً مشینوں کے ذریعہ سے رحم کے اندر موجود بچے کی کیفیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے، یا آلات کے ذریعہ سے اور ہوا کے رخ ورفتار کو دیکھ کر موسم وبارش کا اندازہ لگایا جاتا ہے، یا چاند اور سورج وغیرہ کی رفتار کا حساب لگا کر سورج وچاند گرہن وغیرہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے تو یہ علم غیب کے جاننے وماننے میں داخل نہیں۔

کیونکہ اولاً تو ان میں سے بہت سی چیزوں میں غلطی وخطا کا احتمال وامکان ہوتا ہے، دوسرے ان اسباب وآلات اور حسابات وتجربات کے ذریعہ سے معلومات کا درجہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ طبیب ومعالج مختلف علامات وآثار سے امراض اور بیماریوں کا اندازہ کیا کرتا ہے، اور ایک شخص خوردبین کے ذریعہ سے ان چیزوں کو دیکھ لیتا ہے، جن کو خوردبین کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا، ظاہر ہے کہ یہ چیزیں علم غیب میں داخل نہیں۔ [۱]

---

[۱] وأما علم النجومي بالحوادث الكونية حسبما يزعمه فليس من هذا القبيل لأن تلك الحوادث التي يخبر بها ليست من الغيب بالمعنى الذي ذكرناه إذ هي وإن كانت غائبة إلا أنها على زعمه مما نصب لها قرينة من الأوضاع الفلكية والنسب النجومية من الاقتران والتثليث والتسديس والمقابلة ونحو ذلك وعلمه بدلالة القرائن التي يزعمها ناشيء من التجربة وما تقتضيه طبائع النجوم والبروج التي دل عليها بزعمه اختلاف الآثار في عالم الكون والفساد فلا أرى العلم بها إلا كعلم الطبيب الحاذق إذا رأى صفراويا مثلا علم رتبة مزاجه وحققها يأكل مقدارا معينا من العسل أن يعتريه بعد ساعة أو ساعتين كذا وكذا من الألم وإطلاق علم الغيب على ذلك فيه ما فيه وإن أبيت إلا تسمية ذلك غيبا فالعلم به لكونه بواسطة الأسباب كعلمنا بالله تعالى وصفاته العلية وعلمنا بالجنة والنار ونحو ذلك على أنك إذا انصفت تعلم أن ما عند النجومي ونحوه ليس علما حقيقيا وإنما هو ظن وتخمين مبني على ما هو أوهن من بيت العنكبوت كما ستحقق ذلك بما لامزيد عليه في محله اللائق به إنشاء الله تعالى ، والذي ما عنده معرفة زمني الكسوف والخسوف وأزمنة تحقق النسب المخصوصة بين الكواكب وهي ناشئة من معرفة مقادير الحركات للكواكب والأفلاك الكلية والجزئية وهي أمور محسوسة تدرك بالأرصاد والآلات المعمولة لذلك وبالجملة علم الغيب بلا واسطة لا أو بعضا مخصوص بالله جل وعلا لايعلمه أحد من الخلق أصلا ومتى اعتبر فيه نفي الواسطة بالكلية تعين أن يكون من مقتضيات الذات فلا يتحقق فيه تفاوت بين غيب وغيب فلا بأس بحمل أل في الغيب على الجنس ومتى حملت على الاستغراق فاللائق أن لايعتبر في الآية سلب العموم بل يعتبر عموم السلب ويلتزم أن القاعدة أغلبية وكذا يقال في السلب والعموم في جانب الفاعل فتأمل فهذا ما عندى ولعل ما عندك خير منه والله تعالى أعلم (روح المعاني للآلوسي، سورة النحل)

ستاروں کے اثرات اور علم نجوم کی حیثیت

رحمتِ کائنات ﷺ نے صفر کے ساتھ ساتھ جاہلیت کی چیزوں میں سے ایک اور چیز کی بھی نفی فرمائی ہے جس کو ''النوء'' (نچھتر) کہتے ہیں۔

یہ چاند کی ۲۸ منزلوں کا نام ہے جن میں سے ہر منزل کے مکمل ہونے پر صبح صادق کے وقت ایک ستارہ گرتا ہے اور دوسرا ستارہ اس کے مقابلہ میں اسی وقت مشرق میں طلوع ہو جاتا ہے۔ جاہلیت میں عربوں نے دنیا کے تمام طبعی کاروبار کو انہی ستاروں کے طلوع وغروب کی طرف منسوب کر رکھا تھا

(تاریخ ارض القرآن ص ۲۰۴ ملخصاً سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

بعض اہل عرب بارش کو منزل کی جانب منسوب کرتے اور کہتے تھے کہ فلاں منزل کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی اور ستاروں ہی کو بارش کے سلسلہ میں مؤثر حقیقی مانتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے '' لَا نَوْءَ '' فرما کر اس کی بھی مکمل نفی فرما دی اور اہل عرب کے اس گمان کو باطل اور بے بنیاد قرار دیا، کیونکہ ایسا خیال اور ایسا نظریہ انسان کو شرک میں مبتلا کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِيْنَ يُنْزِلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُوْلُوْنَ الْكَوْكَبُ كَذَا وَكَذَا. وَفِي حَدِيْثِ الْمُرَادِيِّ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا (مسلم)[1]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ آسمان سے برکت والی بارش نازل فرماتے ہیں تو لوگوں میں ایک جماعت کفر میں مبتلا ہو جاتی ہے یعنی وہ یہ کہتی ہے کہ فلاں اور فلاں ستارے نے بارش کی، یا فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى

---

[1] حدیث نمبر ۲۴۲، کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء۔

إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور آسمان پر رات کی بارش کے اثرات تھے، پس جب نبی ﷺ نماز پڑھ کر لوٹے، تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے رب نے یہ فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعضوں نے ایمان کی حالت میں اور بعضوں نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے۔ پس جس نے یہ کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے یہ تو میرے (یعنی اللہ کے) اوپر ایمان لانے والا اور ستاروں (کے موثر ہونے) کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا یا یہ عقیدہ رکھا کہ ہمارے اوپر فلاں اور فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی تو وہ میرے (یعنی اللہ کے) ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ (ابوداؤد) [2]

---

[1] حديث نمبر ۸۰۱، كتاب الاذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم، واللفظ لهٗ، مسلم حديث نمبر ۲۴۰.

[2] حديث نمبر ۳۹۰۷، كتاب الطب، باب في النجوم، واللفظ لهٗ، ابن ماجة، حديث نمبر ۳۷۲۶، مسند أحمد حديث نمبر ۲۸۴۰)

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير الوليد بن عبد الله بن أبي مغيث، فقد روى له أبو

داود وابن ماجه، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علمِ نجوم سے کچھ حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا اور جتنا زیادہ حاصل کیا اتنا ہی جادو میں ترقی کی (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کاروبار اور نظام میں ستاروں کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر ہے۔ [1]

لیکن اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ مؤثرِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہی ستاروں میں کچھ ایسی خاصیتیں رکھ دی ہیں جو دنیا میں دوسرے اسباب کی طرح ایک سبب کے درجہ میں انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں، جس طرح بارش برسانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کا ظاہری سبب بادل ہیں۔

اسی طرح تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے لیکن یہ ستارے ان کامیابیوں اور ناکامیوں کا سبب بن جاتے ہیں تو یہ خیال اگرچہ خود شرک تو نہیں ہے۔

لیکن اوّل تو ان اثرات کی جستجو کرنے کے لئے علمِ نجوم کا حاصل کرنا، اس علم پر اعتماد کرنا اور اس کی

---

[1] وكافر اى بي كما في نسخة يعني وبعضهم كافر بي أو التقدير بعضهم مؤمن بي وكافر بغيرى وبعضهم كافر بي ومؤمن بغيرى وترك اكتفاء بتفصيل المجمل وهو قوله فأما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بي كافر بالكوكب وأما من قال مطرنا بنوء كذا وكذا أي بسقوط نجم وطلوع نظيره على ما سبق فذلك كافر بي مؤمن بالكوكب قال الطيبي هذا تفصيل للمجمل وهو قوله مؤمن بي وكافر ولا بد من تقدير فيه ليطابقه المفصل فالتقدير مؤمن بي وكافر بالكوكب وكافر بي ومؤمن بالكوكب فهو من باب الجمع مع التقسيم وفي الكشاف قيل نزل قوله تعالى وتجعلون رزقكم انكم تكذبون الواقعة أي وتجعلون شكر ما رزقكم الله من الغيث انكم تكذبون كونه من الله حيث تنسبونه إلى النجوم قال النووي واختلفوا في كفر من قال مطرنا بنوء كذا على قولين أحدهما هو كفر بالله سبحانه سالب لأصل الإيمان وفيه وجهان أحدهما أنه من قاله معتقدا بأن الكوكب فاعل مدبر منشيء للمطر كزعم أهل الجاهلية فلا شك في كفره وهو قول الشافعي والجماهير وثانيهما أنه من قال معتقدا بأنه من الله تعالى بفضله وأن النوء علامة له ومظنة بنزول الغيث فهذا لا يكفر لأنه بقوله هذا كأنه قال مطرنا وقت كذا والأظهر أنه مكروه كراهة تنزيه لأنه كلمة موهمة مترددة بين الكفر والإيمان فيساء الظن بصاحبها ولأنها شعار أهل الجاهلية والقول الثاني كفران لنعمة الله تعالى لاقتصاره على إضافة الغيث إلى الكوكب ويؤيد هذا التأويل الرواية الأخرى أصبح من الناس شاكر أو كافر وفي أخرى ما أنعمت على عبادي من نعمة إلا أصبح فريق بها كافرين (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، باب الكهانة)

بناء پر مستقبل کے بارے میں فیصلے کرنا بہرحال ممنوع اور ناجائز ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

کیونکہ یہ چیز انسان کو آہستہ آہستہ ستاروں کے مؤثرِ حقیقی ہونے کے مشرکانہ عقیدے کی طرف لے جاتی ہے۔

دوسرے اگر اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں کچھ خواص واثرات رکھے بھی ہوں تو ان کے یقینی علم کا ہمارے پاس سوائے وحی کے کوئی راستہ نہیں اور ہم تک وحی کے ذریعہ سے اس علم کی تفصیلات نہیں پہنچیں۔ اور علمِ نجوم کے ماہرین کے پاس جو کچھ ہے وہ محض قیاسات، اندازے اور تخمینے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نجومیوں کی بے شمار پیشنگوئیاں آئے دن غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔

اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، اسی لئے کسی نے خوب کہا ہے:

"مُفِيْدُهٗ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ وَمَعْلُوْمُهٗ غَيْرُ مُفِيْدٍ"

یعنی اس علم کا جتنا حصہ فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے وہ کسی کو معلوم نہیں اور جتنا معلوم ہے وہ فائدہ مند نہیں۔

چنانچہ جن بڑے بڑے لوگوں نے اس علم کے حاصل کرنے میں اپنی عمریں کھپائی ہیں وہ آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اس علم کا انجام قیاس وتخمین اور اندازے وانکل سے آگے کچھ نہیں۔

بہرحال یہ بات طے شدہ ہے کہ علم نجوم کوئی یقینی علم نہیں ہے اور اس میں غلطیوں کے بے حساب احتمالات ہوتے ہیں۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس علم کی تحصیل میں لگتے ہیں وہ اسے بالکل قطعی اور یقینی علم کا درجہ دے بیٹھتے ہیں، اسی کی بنیاد پر مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے دوسروں کے بارے میں اچھی بری رائے قائم کرلیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اس علم کا جھوٹا غرور بعض اوقات انسان کو علم غیب کے دعووں تک پہنچا دیتا ہے، اور اس قسم کی پیشنگوئیوں سے لوگ خواہ مخواہ مختلف پریشانیوں اور وسوسوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایک بے فائدہ چیز کے پیچھے پڑنا اسلامی شریعت کی روح اور مزاج کے بالکل

خلاف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر چیز بے شمار خرابیوں کا باعث ہے، اسی وجہ سے علم نجوم کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

بارش کا برسانا یا نہ برسانا، غمی، خوشی کے حالات بھیجنا محض حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت میں ہے، لہٰذا ایسی فضول چیزوں میں پڑنے اور اپنے ایمان کو خراب کرنے کے بجائے اللہ رب العزت سے اپنا تعلق قائم اور مضبوط کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھنا تو شرک ہے اور مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہوئے نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے بلکہ بعض اوقات شرک تک پہنچانے کا ذریعہ ہے (معارف القرآن ج ۷، بتغییر) [1]

ملحوظ رہے کہ سورج، چاند اور دوسرے ستاروں کے متعلق اتنا علم حاصل کرنا کہ جس سے نماز روزے

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ مسلمان کو علم نجوم پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس کی کمائی کیسی ہے، اور بعض لوگوں کا مقولہ ہے کہ یہ علم حق تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو تعلیم کیا تھا، اس کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت رحمہ اللہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

چونکہ اس پر مفاسدِ اعتقادیہ وعملیہ مرتب ہوتے ہیں (یعنی علم نجوم سے اعتقادی اور عملی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں) لہٰذا حرام ہے اور بعض اوقات مفضی بکفر (یعنی کفر تک پہنچانے والا) ہے اور ایسی کمائی بھی حرام ہے،

اس مقولہ کا جواب یہ ہے کہ:

اولاً یہ روایت ثابت نہیں۔

دوسرے وہ خاص قواعد سند صحیح سے منقول نہیں جس سے یہ کہا جاوے کہ یہ وہی علم ہے۔

تیسرے عام طور پر خود اہلِ فن اور دوسرے رجوع کرنے والے بھی کواکب (ستاروں) کو متصرف وفاعل مستقل سمجھتے ہیں جو مثل عقیدۂ علم غیب کے خود یہ عقیدہ استقلال فعل وتصرف کا شرک جلی اور منافی توحید ہے۔

چوتھے جو علم بلا اسباب علم ہو وہ علم غیب ہے اور جو چیز اسباب علم سے نہ ہو اس کا سبب سمجھنا باطل ہے اور کواکب کا اسباب علم سے ہونا ثابت نہیں پس یہ اسباب علم نہ ہوئے تو ان کو اسباب سمجھنا باطل ہوا۔

پس ان کے ذریعہ سے جس علم کے حاصل ہونے کا دعویٰ کیا جاوے گا وہ علم بلا اسباب ہوگا اور یہی علم غیب ہے، پس اہلِ نجوم اس اعتبار سے مدعی علم غیب ہوئے اور ان کا مصدق معتقد علم غیب کا ہوا۔

پانچویں جس طرح عقیدۂ باطلہ معصیت ہے، اسی طرح عمل غیر مشروع بھی معصیت ہے اور نجومی اس سے خالی ہے نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۹۸)

کے اوقات اور سمتِ قبلہ اور سفر وغیرہ میں سمت متعین کرنے میں مدد حاصل ہو، یہ گناہ نہیں، بلکہ احادیث وروایات سے اس کی اجازت ملتی ہے۔ [1]

اور قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی اتنا علم حاصل کرنے کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] عن عبد الله بن أبي سلمة، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تعلموا من النجوم ما تهتدون به في البر والبحر (مساوئ الأخلاق للخرائطي حديث نمبر ۷۵۰)

عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ ثُمَّ انْتَهُوا، وَتَعَلَّمُوا مِنَ الْعَرَبِيَّةِ مَا تُعْرِبُونَ بِهِ كِتَابَ اللهِ ثُمَّ انْتَهُوا، وَتَعَلَّمُوا مِنَ النُّجُومِ مَا تَهْتَدُونَ بِهِ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ثُمَّ انْتَهُوا (شعب الإيمان، حديث نمبر ۱۵۹۳، فَصْلٌ فِي فَضْلِ الْعِلْمِ وَشَرَفِ مِقْدَارِهِ)

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: تَعَلَّمُوا مِنْ هَذِهِ النُّجُومِ مَا تَهْتَدُونَ بِهِ فِي ظُلْمَةِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، ثُمَّ أَمْسِكُوا (مصنف ابن ابي شيبة، حديث نمبر ۲۶۱۶۲)

حدثنا أبو عون، أن عمر، قال: تعلموا من الأنساب ما تعلمون به ما أحل الله لكم مما حرم عليكم، وتعلموا من النجوم ما تعرفون به القبلة والطريق، ثم أمسكوا (الزهد للمعافى بن عمران الموصلي، حديث نمبر ۱۴۳)

عن عمارة بن القعقاع قال: قال عمر: تعلموا من النجوم ما تهتدون بها، وتعلموا من الأنساب ما تواصلون بها (الزهد لهناد بن السري، حديث نمبر ۹۹۱)

عن ابن عمر، أن عمر قال: تعلموا من النجوم ما تهتدوا به في ظلمات البر والبحر، ثم انتهوا، وتعلموا من الأنساب قدر ما تصلوا به أرحامكم، ثم انتهوا، وتعلموا الذي يحل من النساء وما يحرم عليكم ثم انتهوا (مسند عمر بن الخطاب لابن النجاد، حديث نمبر ۳۲)

[2] قال الإمام: والمنهي من علم النجوم ما يدعيه أهلها من معرفة الحوادث التي لم تقع في مستقبل الزمان، مثل إخبارهم بوقت هبوب الرياح، ومجيء المطر، ووقوع الثلج، وظهور الحر والبرد، وتغير الأسعار ونحوها، يزعمون أنهم يستدركون معرفتها بسير الكواكب، واجتماعها وافتراقها، وهذا علم استأثر الله عز وجل به لا يعلمه أحد غيره، كما قال الله سبحانه وتعالى: (إن الله عنده علم الساعة) (لقمان ۳۴) فأما ما يدرك من طريق المشاهدة من علم النجوم الذي يعرف به الزوال وجهة القبلة، فإنه غير داخل فيما نهي عنه. قال الله سبحانه وتعالى: (وهو الذي جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر والبحر) (الأنعام ۹۷) وقال جل ذكره: (وعلامات وبالنجم هم يهتدون) (النحل ۱۶) فأخبر الله سبحانه وتعالى أن النجوم طرق لمعرفة الأوقات والمسالك، ولولاها لم يهتد الناءي عن الكعبة إلى استقبالها، روي عن عمر رضي الله عنه أنه قال: "تعلموا من النجوم ما تعرفون به القبلة والطريق، ثم أمسكوا (شرح السنة للإمام البغوي، باب الكهانة)

اور متعدد فقہائے کرام نے بھی اس کے جائز ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ [1]

ھامہ کی حقیقت

احادیث میں صفر کے ساتھ ساتھ ھامہ کی بھی آنحضرت ﷺ نے نفی فرمائی ہے، اس کی حقیقت سے بھی باخبر ہونا چاہئے۔

ھامہ کے لفظی معنٰی "سر" اور "پرندہ" کے آتے ہیں۔ احادیث میں پرندہ والے معنٰی مراد ہیں، کیونکہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کے لوگ ھامہ یعنی پرندے سے بدشگونی اور نحوست مراد لیتے تھے اور اس کے متعلق ان میں طرح طرح کی باتیں پھیلی ہوئی تھیں مثلاً:

(۱)......ان کا خیال تھا کہ مقتول کے سر سے ایک پرندہ نکلتا ہے جس کا نام ھامہ ہے وہ ہمیشہ فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، مجھے پانی پلاؤ اور جب مقتول کا بدلہ قاتل سے لے لیا جاتا ہے تو پھر یہ پرندہ بہت دور اُڑ جاتا ہے۔

(۲)......بعض کا خیال تھا کہ مردہ کی ہڈیاں جب بوسیدہ اور ختم ہو جاتی ہیں تو وہ ھامہ

---

[1] وتعلم علم النجوم لمعرفة القبلة وأوقات الصلاة لا بأس به......وعلم يجب الاجتناب عنه وهو السحر وعلم الحكمة والطلسمات وعلم النجوم إلا على قدر ما يحتاج إليه في معرفة الأوقات وطلوع الفجر والتوجه إلى القبلة والهداية في الطريق (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات ملخصاً)

قوله (وجهتها الخ) قالوا جهتها تعرف بالدليل فالدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون فعلينا إتباعهم في إستقبال المحاريب المنصوبة وإن لم تكن فالسؤال من الأهل أي أهل ذلك الموضع ولو واحدا فاسقا إن صدقه كما في القهستاني وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم وقد روي عن عمر رضي الله عنه أنه قال تعلموا من النجوم ما تهتدوا به إلى القبلة اه وذلك كالقطب وهو نجم صغير في بنات نعش الصغرى بين الفرقدين والجدي إذا جعله الواقف خلف أذنه اليمنى كان مستقبل القبلة إذا كان بناحية الكوفة وبغداد وهمذان وقزوين وطبرستان وجرجان وما والاها إلى نهر الشام ويجعله من بمصر على عاتقه الأيسر ومن بالعراق على عاتقه الأيمن فيكون مستقبلا باب الكعبة ومن باليمن قبالة المستقبل مما يلي جانبه الأيسر ومن بالشام وراءه (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

وكذا لو كان في المفازة والسماء مصحية وله علم بالاستدلال بالنجوم على القبلة لا يجوز له التحري لأن ذلك فوق التحري (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل واما شرائط الاركان)

(خاص پرندہ) بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور اِدھر اُدھر گھومتی رہتی ہیں اور اپنے گھر والوں کے پاس آ کر چیختی چلاتی ہیں۔

آج کل عوام اسے مردے کی روح یا اس کا ہمزاد کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ مرنے والے کے اہل وعیال سے صدقہ خیرات مانگتی ہے یا اپنے گھر والوں کو اپنے بارے میں بتلاتی ہے۔ حالانکہ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ اس طرح مردوں کی روحیں دنیا میں لوٹ کر نہیں آتیں۔

(۳)......بعض کا یہ اعتقاد تھا کہ ھامہ وہ اُلّو یا رات میں نکلنے والا پرندہ ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ کر آوازیں لگاتا ہے اور انہیں ہلاکت و بربادی اور موت کی خبریں دیتا ہے۔ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ جب یہ لوگ اس پرندے کی آواز سنتے تھے تو اس سے بدشگونی لیا کرتے تھے، اگر وہ پرندہ کسی کے گھر پر بیٹھ جائے تو اس مکان کے رہنے والے خوف زدہ ہو جاتے اور یہ سمجھنے لگتے تھے کہ ان میں سے کوئی آدمی مر جائے گا یا گھر تباہ و برباد ہو جائے گا، اسی طرح وہ کوّے کو جدائی یا بربادی کا پیغام رساں سمجھتے تھے۔

حالانکہ بعض پرندے غیر آباد مکانوں میں انڈے بچے دینے کے لئے رہتے ہیں تا کہ لوگوں سے دُور ہونے کی وجہ سے ان کے انڈے بچے انسانوں کی دسترس سے محفوظ رہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے عقائد ونظریات کو باطل قرار دیا اور ایسا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا اور واضح فرمایا کہ ھامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ [1]

---

[1] قوله ولا هامة الهامة الرأس واسم طائر وهو المراد في الحديث وذلك أنهم كانوا يتشاء مون بها وهي من طير الليل وقيل هي البومة وقيل كانت العرب تزعم أن روح القتيل الذي لا يدرك بثأره يصير هامة فيقول اسقوني اسقوني فإذا أدرك بثأره طارت وقيل كانوا يزعمون أن عظام الميت وقيل روحه تصير هامة فتطير ويسمونه الصدى فنفاه الإسلام ونهاهم عنه وذكره الهروي في الهاء والواو وذكره الجوهري في الهاء والياء (عمدة القاري، كتاب الطب، باب الجذام)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

غُول بیابانی

حضور ﷺ نے صفر کی تردید کرتے ہوئے غول بیابانی کی تردید بھی فرمائی ہے۔

غول بیابانی کیا چیز ہے؟

غول کے معنی ہلاکت وچالاک وعیار کے آتے ہیں، عوام میں اس سے مراد ایسا حیوان ہے جس کا بسرے سے وجود ہی نہیں ہے۔

اور بیابان سے مراد جنگل اور غیر آباد جگہ ہے۔

اس کے متعلق زمانہ جاہلیت کے عربوں نے مختلف خیالات قائم کرر کھے تھے۔

(۱)...... جاہلیت کے عربوں کا خیال تھا کہ وہ جنات اور شیاطین کی ایک خاص قسم ہے۔

(۲)...... بعض کا خیال یہ تھا کہ غول بیابانی وہ جادوگر جنات ہیں جو لوگوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کو راستے سے بھٹکا دیتے ہیں۔

(۳)...... بعض کا یہ خیال تھا کہ غول بیابانی ایک جانور ہے جو جنگل میں لوگوں کے سامنے مختلف شکلوں میں آتا ہے اور راستے سے بھٹکا دیتا ہے اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔

حضور ﷺ نے ''لَاغُوْلَ'' فرما کر عربوں کے ان تمام باطل خیالات اور تصورات کی نفی فرما دی،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولا هامة بتخفيف الميم في الأصول المعتمدة والنسخ المصححة وهي اسم طير يتشاء م به الناس وهي الصدى وهو طير كبير يضعف بصره بالنهار ويطير بالليل ويصوت ويسكن الخراب ويقال له بوم وقيل كوف وكانت العرب تزعم أن عظام الميت إذا بليت وعلمت تصير هامة وتخرج من القبر وتتردد وتأتي بأخبار أهله وقيل كانت تزعم أن روح القتيل الذي لا يدرك بثأره تصير هامة فتقول اسقوني اسقوني فإذا أدرك بثأره وطارت فأبطل هذا الاعتقاد قال أبو داود في سننه قال بقية سألت محمد بن راشد عن قوله لا هامة فقال كان أهل الجاهلية يقولون ليس أحد يموت فيدفن إلا خرج من قبره هامة وقال النووي هي بتخفيف الميم على المشهور وقيل بتشديدها وفيها تأويلان أحدهما أن العرب كانت تتشاء م بها وهي من طير الليل وقيل هي البومة قالوا كانت إذا سقطت على دار أحدهم يراها ناعية له نفسه أو بعض أهله وهو تفسير مالك بن أنس وثانيهما كانت العرب تزعم أن عظام الميت وقيل روحه تنقلب هامة تطير وهذا تفسير أكثر العلماء وهو المشهور ويجوز أن يكون المراد النوعين معا فإنهما باطلان (مرقاة، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة)

البتہ اللہ تعالیٰ نے بعض بیماریوں کے ایسے جراثیم پیدا فرمائے ہیں کہ وہ جس کو پہنچتے ہیں، تو اس میں وہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ متعدی امراض کہلاتے ہیں۔

ان سے احتیاط کرنے اور بچنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ یہ عقیدہ ہو کہ یہ جراثیم خود سے دوسرے کی طرف متعدی ومنتقل نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے متعدی ومنتقل ہوتے ہیں، اور وہ جراثیم خود بیماری پیدا کرنے والے نہیں ہیں (یعنی بیماری کے مسبب نہیں ہیں) البتہ بحکمِ الٰہی بیماری کا سبب ہیں۔

اور بعض احادیث میں اسی نقطۂ نظر سے بعض بیماروں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری کا تعدیہ، اور ہامہ اور صفر کوئی چیز نہیں ہیں، اور آپ مجذوم (یعنی کوڑھ کے مریض Leprous) سے اس طرح بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِتَّقُوْا الْمَجْذُوْمَ کَمَا یُتَّقَی الْأَسَدُ (الکامل لابنِ عدی، عن ابی ھریرۃ، ج ۶ ص ۳۵۶ واللفظ لہ، تاریخ بغداد عن ابی ھریرۃ ج ۲ ص ۳۰۷، تحت ترجمۃ محمد بن عبد الرحمن بن ابی الزناد) [2]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ آپ مجذوم (یعنی کوڑھ کے مریض Leprous) سے اس طرح بچو، جس طرح شیر سے بچا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] کتاب الطب، باب الجُذَام.

[2] قال الالبانی:

أخرجه ابن عدی فی "الکامل" (۲/۳۲۶) عن یحیی بن عبد اللہ بن بکیر حدثنا المغیرۃ بن عبد الرحمن عن أبی الزناد عن الأعرج عن أبی ھریرۃ مرفوعا بہ.

قلت: و ھذا إسناد جید، رجالہ ثقات رجال الشیخین، و فی المغیرۃ ھذا و ھو الحزامی المدنی کلام لا یضر (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، تحت حدیث رقم ۷۸۰)

اس طرح کا مضمون بعض دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ (مسلم) [2]

ترجمہ: ثقیف (قبیلہ) کے وفد میں ایک مجذوم (کوڑھی) شخص بھی تھا، نبی ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے لہٰذا تم واپس لوٹ جاؤ (ترجمہ ختم)

اور حضرت شرید کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ مَجْذُومًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ لِيُبَايِعَهُ، فَأَتَيْتُهُ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ ائْتِهِ فَأَعْلِمْهُ أَنِّي قَدْ بَايَعْتُهُ، فَلْيَرْجِعْ (المعجم الكبير حديث نمبر ۷۰۹۶)

ترجمہ: ایک مجذوم (کوڑھی) شخص نبی ﷺ کے پاس بیعت کرنے کے لئے آیا، تو میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ آپ ان کو جا کر کہہ دیجئے کہ میں نے ان کو بیعت کرلیا ہے، لہٰذا واپس لوٹ جایئے (ترجمہ ختم)

نبی ﷺ نے اس کوڑھی شخص کو ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت نہیں فرمایا، بلکہ دور سے ہی (غائبانہ) بیعت کرلیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ (بخاری) [3]

---

[1] حدثني عبد الرحمن بن أبي الزناد، عن أبيه، قال: حدثني رجال أهل رضى وقناعة من أبناء الصحابة، وأولية الناس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لا عدوى، ولا هامة، وصفر، واتقوا المجذوم كما يتقى الأسد (الجامع لابن وهب، حديث نمبر ۶۲۱، باب في الطيرة والعدوى والهام والصفر والغول)

قال الألباني:

وهذا سند حسن، ولكنه مرسل وقد صح موصولا (السلسلة الصحيحة للالباني، تحت حديث رقم ۷۸۰)

[2] حديث نمبر ۵۹۵۸، كتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوه۔

[3] حدیث نمبر ۵۳۲۸، کتاب الطب، باب لا هامة، واللفظ له، مسلم حدیث نمبر ۵۹۲۲، ابوداؤد حدیث نمبر ۳۹۱۳۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیمار اونٹ والا اپنے بیمار اونٹوں کو تندرست اور صحت مند اونٹوں میں نہ ملائے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں محدثین نے فرمایا کہ اگر مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگتی، ہاں اللہ تعالیٰ نے ہی بعض بیماریوں میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو وہ سبب کے درجہ میں دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تو یہ بات شریعت کے خلاف نہیں اور اطباء کی جدید وقدیم تحقیق کے اصولوں کے بھی مطابق ہے۔

لہٰذا اگر احتیاطی تدابیر واسباب کے درجے میں مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھتے ہوئے وبائی امراض سے حفاظت اختیار کی جائے تو اس میں حرج نہیں۔ [1]

---

[1] وقال التوربشتي العدوى هنا مجاوزة العلة من صاحبها إلى غيره يقال أعدى فلان فلانا من خلقه أو من عرته وذلك على ما يذهب إليه المتطببة في علل سبع الجذام والجرب والجدري والحصبة والبخر والرمد والأمراض الوبائية وقد اختلف العلماء في التأويل فمنهم من يقول المراد منه نفي ذلك وإبطاله على ما يدل عليه ظاهر الحديث والقرائن المنسوقة على العدوى وهم الأكثرون ومنهم من يرى أنه لم يرد إبطالها فقد قال فر من المجذوم فرارك من الأسد وقال لا يوردن ذو عاهة على مصح وإنما أراد بذلك نفي ما كان يعتقده أصحاب الطبيعة فإنهم كانوا يرون العلل المعدية مؤثرة لا محالة فأعلمهم بقوله هذا إن ليس الأمر على ما يتوهمون بل هو معلق بالمشيئة إن شاء كان وإن لم يشأ لم يكن ويشير إلى هذا المعنى قوله فمن أعدى الأول أي إن كنتم ترون أن السبب في ذلك العدوى لا غير فمن أعدى الأول وبين بقوله فر من المجذوم وبقوله لا يوردن ذو عاهة على مصح إن مداناة ذلك من أسباب العلة فليتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفينة المعيوبة وقد رد الفرقة الأولى على الثانية على استدلالهم بالحديثين أن النهي فيهما إنما جاء مشفقا على مباشرة أحد الأمرين فتصيبه علة في نفسه أو عاهة في إبله فيعتقد أن العدوى حق قلت وقد اختاره العسقلاني في شرح النخبة وبسطنا الكلام معه في شرح الشرح ومجمله أنه يرد عليه اجتنابه عليه السلام عن المجذوم عند إرادة المبايعة مع أن منصب النبوة بعيد من أن يورد لحسم مادة ظن العدوى كلاما يكون مادة لظنها أيضا فإن الأمر بالتجنب أظهر من فتح مادة ظن أن العدوى لها تأثير بالطبع وعلى كل تقدير فلا دلالة أصلا على نفي العدوى مبينا والله أعلم قال الشيخ التوربشتي وأرى القول الثاني أولى التأويلين لما فيه من التوفيق بين الأحاديث الواردة فيه ثم لأن القول الأول يفضي إلى تعطيل الأصول الطبية ولم يرد الشرع بتعطيلها بل ورد بإثباتها والعبرة بها على الوجه الذي ذكرناه وأما استدلالهم بالقرائن المنسوقة عليها فإنا قد وجدنا الشارع يجمع في النهي بين ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا شرعی حکم

گزشتہ تفصیل سے آج کل کے وبائی امراض وغیرہ سے بچاؤ اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ اگر یہ تدابیر اس حیثیت سے اختیار کی جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض جراثیم اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هو حرام وبين ما هو مكروه وبين ما ينهى عنه لمعنى وبين ما ينهى عنه لمعان كثيرة ويدل على صحة ما ذكرنا قوله للمجذوم المبايع قد بايعناك فارجع في حديث الشريد بن سويد الثقفي وهو مذكور بعد وقوله للمجذوم الذي أخذ بيده فوضعها معه في القصعة كل ثقة بالله وتوكلا عليه ولا سبيل إلى التوفيق بين هذين الحديثين إلا من هذا الوجه بين بالأول التوقي من أسباب التلف وبالثاني التوكل على الله جل جلاله ولا إله غيره في متاركة الأسباب ليثبت بالأول التعرض الأسباب وهو سنة وبالثاني ترك الأسباب وهو حاله اه وهو جمع حسن في غاية التحقيق والله ولي التوفيق(مرقاة، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة)

وهذا تدبير وقائي ارشداليه النبي ﷺ على سبيل الحذر والاحتياط (تكمله فتح الملهم ج ۳ ص ۳۷۳)

والذي ينبغي ان يعقد عليه القلب ان الله تعالٰى هو المؤثر الحقيقي يفعل ما شاء حيث شاء وانما امثال هذه امارات جرت عادته سبحانه وتعالٰى انه يفعل بعد اظهارها ولو شاء لم يفعل مع ظهور الامارات ايضا كما انه وضع في الادوية افعالا وخواصا وقد تتخلف عن موجبها كذلك نعتقد في العدوى وتاثيرات النجوم وامطار الانواء ان الله تعالٰى وضع فيها اثرا من غير ان يكون لها تاثير في ابدائه فامرها ليس الا كامر الامطار اذا تنشات سحابة فالظاهر منها انها تمطر ومع ذلك فلسنا بالامطار مستيقنين الا ان يشاء الله رب العالمين . فالحاصل انه لوثبت طبيا ان جراثيم بعض الامراض تنتقل من جسم الى جسم آخر فان ذلك لاينافي ما ورد في حديث الباب من نفي العدوى فان المنفي هو كون هذا الشيء مؤثرا بذاته دون ان يخلقه الله تعالٰى ولاشك في ان هذا الاعتقاد شرك وكفر اما الاعتقاد بان انتقال الجراثيم ربما يسبب المرض كما تسببه الاشياء الضارة الاخرى وان كل ذلك موقوف على مشية الله تعالٰى وتقديره بحيث انه ان لم يشأ الله تعالٰى ذلك لم تنتقل الجراثيم او انتقلت فلم تسبب المرض فهذا اعتقاد صحيح لامانع منه شرعا وليس ذلك بمخالف لحديث الباب وبما ان العادة جرت بانتقال بعض الامراض من جسد الى جسد آخر كالجذام والطاعون فان النبي ﷺ امر بالحذر منه في درجة اختيار الاسباب والتدابير الوقائية فان اختيارها لاينافي التوكل وعقيدة التقدير مادام الانسان معتقدا بان تاثير الاسباب ليس ذاتيا وانما هو موقوف على مشية الله تعالٰى قائلا (ثقة بالله وتوكلا عليه) وذلك للتنبيه على ان هذا المرض وان كان يعدى في العادة ولكن تعديه موقوفة على تقدير الله تعالٰى وليس ذلك بتاثيره الذاتي (تكمله فتح الملهم ج ۳ ص ۳۷۱، ۳۷۲)

اور انہیں بے حقیقت قرار دیا اور انہیں توہم پرستی سے تعبیر کیا اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ یہ کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں نہ تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہلاک کر سکتے ہیں، ہاں جب باری تعالیٰ کا حکم ہو تو ان سے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

حضور ﷺ نے غولِ بیابانی (یعنی جنگل میں جنات وشیاطین) کے وجود کی نفی نہیں فرمائی ہے بلکہ دوسری احادیث میں ان کے شر سے بچنے کے لئے حق تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی ترغیب دی ہے اور ان کے شر سے بچنے کی یہ تدبیر بھی منقول ہے کہ جب جنات وشیاطین پریشان کریں تو فوراً اذان دینا شروع کر دو تا کہ وہ بھاگ جائیں اور اس طرح ان کے شر کو اپنے آپ سے دور کرو۔

البتہ ان کے متعلق مختلف منگھڑت خیالات قائم کرنے اور ان کے بغیر حکمِ الٰہی کے نقصان پہنچانے کی نفی فرمادی گئی ہے۔ [۱]

---

[۱] ولا غول بالضم قال شارح الغول بالفتح المصدر ومعناه البعد والإهلاك وبضم الغين الاسم منه وهو من السعالي وفي النهاية إن الغول أحد الغيلان وهي جنس من الجن والشياطين كانت العرب تزعم أن الغول في الفلاة تتراءى للناس أي فتتغول تغولا أي تتلون في صور شتى وتغولهم أي تضلهم عن الطريق وتهلكهم فنفاه النبي وقيل قوله لا غول ليس نفيا لعين الغول ووجوده وإنما فيه إبطال زعم العرب في تلونه بالصور المختلفة واغتياله فيكون المعنى بقوله لا غول إنها لا تستطيع أن تضل أحدا ويشهد له الحديث الآخر لا غول ولكن السعالي والسعالي سحرة الجن أي ولكن في الجنة سحرة لهم تلبيس وتخييل ومنه الحديث إذا تغولت الغيلان فبادروا بالأذان أي ادفعوا شرها بذكر الله تعالى وهذا يدل على ثبوتها لا عدمها ومنه حديث أبي أيوب كان لي تمرة في سهوة فكانت الغول تجيء فتأخذه وفي شرح التوربشتي قال الطحاوي يحتمل أن الغول قد كان ثم رفعه الله تعالى عن عباده وعن بعضهم هذا ليس ببعيد لأنه يحتمل أنه من خصائص بعثة نبينا ونظيره منع الشياطين من استراق السمع بالشهاب الثاقب قلت ثبت العرش ثم انقش فإن الأمر لا يثبت بالقياس ولا بالاحتمال والله أعلم بالحال قال الطيبي إن لا التي لنفي الجنس دخلت على المذكورات ونفت ذواتها وهي غيره منفية فتوجه النفي إلى أوصافها وأحوالها التي هي مخالفة للشرع فإن العدوى وصفر والهامة والنوء موجودة والمنفي هو ما زعمت الجاهلية إثباتها فإن نفي الذات لإرادة نفي الصفات أبلغ لأنه من باب الكناية وقريب منه قوله تعالى فلا تموتن إلا وأنتم مسلمون البقرة فنهاهم عن الموت وهو ليس بمقدورهم فالمنهي هو حالة إذا أدركهم الموت لم يجدهم عليه وهي أن يكونوا على غير ملة الإسلام فالوجه ما ذهب إليه صاحب النهاية من الوجه الثاني واختاره الشيخ التوربشتي (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة)

ایک کی بیماری دوسرے کو لگنا

جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بیمار کے پاس بیٹھنے اُٹھنے یا اس کے ساتھ کھانے پینے اور تعلق رکھنے سے اس کی بیماری دوسرے صحت مند اور تندرست آدمی کو لگ جاتی ہے۔ یہ لوگ ایسی بیماری کو ''عدویٰ'' (یعنی چھوت کی بیماری اور متعدی مرض) کہتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ یہ بیماری ہر حال میں دوسرے کو لگتی ہے اور بذاتِ خود متعدی ہونے اور دوسرے کو لگنے کی تاثیر رکھتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے اس عقیدے اور نظریے کو باطل قرار دیا اور فرمایا ''لا عدویٰ'' کہ بذاتِ خود ایک شخص کی بیماری بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں لگتی بلکہ بیمار کرنا، نہ کرنا قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے بیمار کرے اور جس کو چاہے بیماری سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں اس کی مزید وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ إِبِلِيْ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيَأْتِي الْبَعِيْرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ

(بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اسلام میں نہ امراض کا) تعدیہ ہے، نہ ھامہ اور نہ صفر (کے مہینے کی نحوست) ہے (اس پر) ایک دیہاتی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اونٹوں کی ایک جماعت کا کیا معاملہ ہے کہ جو ریت میں اس حال میں ہوتے ہیں کہ گویا کہ وہ ہرن ہیں (یعنی ہرن کی طرح بیماری سے صاف ستھرے ہیں) پھر ان کے ساتھ کوئی خارش زدہ اونٹ آملتا ہے جو ان سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اچھا یہ بتاؤ) پہلے اونٹ کو کس کے ذریعے سے خارش لگی؟ (یہ سن کر وہ دیہاتی لاجواب ہوگیا) (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۵۲۷۸، کتاب الطب باب لا صفر وھو داء یأخذ البطن؛ مسلم، حدیث نمبر ۵۹۱۹.

تشریح: دراصل جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ متعدی مرض اور چھوت کی بیماری ہر حال میں دوسرے کو لگتی ہے اور اس میں اللہ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یعنی وہ بذاتِ خود بیماری کے دوسرے کی طرف متعدی ہونے کو مؤثر بالذات سمجھتے تھے۔ اور بعض بیماریوں میں طبعی طور پر لازمی خاصیت کے قائل تھے۔ آپ ﷺ نے اس باطل عقیدے کی اصلاح فرمائی۔ ل

ل (فمن أعدى الأول) قاله لمن استشهد على العدوى بإعداء البعير الأجرب للإبل وهو من الأجوبة المسكتة البرهانية التي لا يمكن دفعها إذ لو جلبت الأدواء بعضها لزم فقد الداء الأول لفقد الجالب فقطع التسلسل وأحال على حقيقة التوحيد الكامل الذي لا معدل له فهو جواب في غاية الرشاقة والبلاغة قال ابن العربي: وهذا أصل عظيم في تكذيب القدرية وأصل حدث العالم ووجوب دخول الأولية له ودليل على صحة القياس في الأصول وأما خبر لا يورد ممرض على المصح فهو نهي عن إدخال الوهم المحظور على العامة باعتقاد وقوع العدوى عليهم بدخول البعير الأجرب فيهم قال القرطبي: هذه الشبهة وقعت للطبائعيين ثم للمعتزلة فقال الطبائعيون بتأثير الأشياء بعضها في بعض وإيجادها إياها ويسمون المؤثر طبيعة وقال المعتزلة به في أفعال العباد وقالوا قدرتهم مؤثرة فيها الإيجاد مستقلون بها واستدل كل بالمشاهدة الحسية وهو غلط سببه التباس إدراك العقد وفيه جواز مشافهة من وقعت له شبهة في اعتقاده بذكر البرهان العقلي إن كان السائل أهلا لفهمه وإلا خوطب بما يحتمله عقله (فيض القدير، حديث نمبر ۹۹۰۰)

قوله صلى الله عليه وسلم من رواية أبي هريرة: (لا عدوى، ولا صفر ولا هامة فقال أعرابي: يا رسول الله فما بال الإبل تكون في الرمل كأنها الظباء، فيجيء البعير الأجرب، فيدخل فيها، فيجربها كلها ؟ قال: (فمن أعدى الأول) وفي رواية: (لا عدوى، ولا طيرة، ولا صفر، ولا هامة) وفي رواية (أن أبا هريرة كان يحدث بحديث (لا عدوى) ويحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم أيضا أنه قال: (لا يورد ممرض على مصح) ثم إن أبا هريرة اقتصر على رواية حديث (لا يورد ممرض على مصح) وأمسك عن حديث (لا عدوى) فراجعوه فيه، وقالوا له: إنا سمعناك تحدثه، فأبى أن يعترف به. قال أبو سلمة الراوي عن أبي هريرة: فلا أدري أنسي أبو هريرة أو نسخ أحد القولين الآخر ؟) قال جمهور العلماء: يجب الجمع بين هذين الحديثين، وهما صحيحان. قالوا: وطريق الجمع أن حديث (لا عدوى) المراد به نفي ما كانت الجاهلية تزعمه وتعتقده أن المرض والعاهة تعدي بطبعها لا بفعل الله تعالى. وأما حديث (لا يورد ممرض على مصح) فأرشد فيه إلى مجانبة ما يحصل الضرر عنده في العادة بفعل الله تعالى وقدره. فنفى في الحديث الأول العدوى بطبعها، ولم ينف حصول الضرر عند ذلك بقدر الله تعالى وفعله، وأرشد في الثاني إلى الاحتراز مما يحصل عنده الضرر بفعل الله وإرادته وقدره. فهذا الذي ذكرناه من تصحيح الحديثين والجمع بينهما هو الصواب الذي عليه جمهور العلماء، ويتعين المصير إليه(شرح النووي على مسلم، كتاب السلام، باب لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولاصفر الخ)

(لا عدوى) أي لا سراية لعلة من صاحبها لغيره يعني أن ما يعتقده الطبائعيون من أن العلل المعدية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آج بھی بعض لوگ مختلف بیماریوں مثلاً کوڑھ، خارش، چیچک، خسرہ، گندہ دَنی (پائیوریا) آشوبِ چشم وغیرہ کو اسی طرح (خود بخود و بغیر حکمِ الٰہی کے لازمی طور پر) متعدی سمجھتے ہیں، جو کہ غلط اور باطل عقیدہ ہے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ موت وزندگی، بیماری اور صحت مندی، مصیبت وراحت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اگر ایک بیماری دس آدمیوں کو ہوتی ہے تو وہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے، بیماری میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ وہ بغیر حکمِ الٰہی کے کسی دوسرے کے لگ جائے اور تجربہ ومشاہدہ بتلاتا ہے کہ وبائی امراض میں سب ہی مبتلا نہیں ہوتے بہت سے لوگ وبائی بیماروں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیماری خود سے کسی کو نہیں لگتی بلکہ جس وقت اور جب جس کو حق تعالیٰ شانہٗ چاہتے ہیں بیمار کرتے ہیں اور جس کو نہیں چاہتے اس کو بیمار نہیں کرتے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مؤثرة لا محالة باطل بل هو معلق بالمشيئة الربانية والنهي عن مداناة المجذوم من قبيل اتقاء الجدار المائل والسفينة المعيبة (فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ۹۹۰۷)

قوله لا عدوى هو اسم من الإعداء كالرعوى والبقوى من الإرعاء والإبقاء يقال أعداه الداء يعديه إعداء وهو أن يصيبه مثل ما يصاحب الداء وكانوا يظنون أن المرض بنفسه يعدى فأعلمهم النبي أن الأمر ليس كذلك وإنما الله عز وجل هو الذي يمرض وينزل الداء ولهذا قال فمن أعدى الأول أي من أين صار فيه الجرب (عمدة القاري، كتاب الطب، باب الجذام)

۱ فاعلم أنهم اختلفوا في شرح الحديث، فقيل: إن نفي العدوى محمول على الطبع، أي لا عدوى بالطبع، أما بجعل الله تعالى فهو ثابت. وذكروا له شروحا أخر أيضا، والأصوب ما ذكره ابن القيم في زاد المعاد: أن العدوى المنفي، هو اتباع الأوهام فقط، بدون تسبب في البين، كما يزعمه هنود أهل الهند. والترجمة على حسب مراده، از کر بیماری لگ جانا فلا عدوى عند الشرع (فيض الباري، كتاب الطب، باب اللدود)

هذا دليل قاطع لعقيدة العدوى وذلك ان اهل الجاهلية كانوا يعتقدون العدوى علة تامة المجرب وان العلة التامة لاتتخلف عن المعلول ولا المعلول من العلة وظاهر ان البعير الاول لم يجرب بالعدوى فتبين انه لاملازمة بين العدوى والجرب فانتفى كون احدهما علة للاخر ولاسبيل في البعير الاول الا القول بان الذي اجربه هو الله سبحانه وتعالى فكذالك الابل الباقية لايجربها الا الله وان هذا الدليل الذي نطق به رسول الله من اقوى مايؤيد ما ذكرنا في تحقيق العدوى ان المقصود من نفيه نفي كونه علة تامة ومؤثرا بذاته لانفي كونه سببا من الاسباب لان السبب ربما يتخلف عنه المسبب وكذالك المسبب ربما يتخلف عن احد الاسباب ويقع باسباب اخرى فلاينطبق هذا الدليل على المدعى الا اذا كان المقصود نفي كونه علة تامة والله اعلم (تكمله فتح الملهم ج ۴ ص ۳۷۳)

(۷)...... بکری کے جب بچہ پیدا ہوتا تو اگر نر ہوتا تو بت پر چڑھا دیتے (سیرۃ النبی للعلامۃ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ج ۴ ص ۱۲۶، بحوالہ بلوغ العرب و اطوار العرب)

(۸)...... اونٹنی جب دس بچے جن لیتی، تو اس کو کھلا چھوڑ دیتے وہ سانڈ کی طرح چھٹی پھرتی (ایضاً)

(۹)...... کسی شخص کے پاس جب اونٹوں کی تعداد ہزار تک پہنچ جاتی تو ایک اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے کہ نظر نہ لگ جائے (ایضاً ص ۱۲۷)

(۱۰)...... جب کبھی قحط پڑتا تو بھیڑ یا دنبہ کی دم میں گھاس پھونس باندھ کر آگ لگا دیتے اور سمجھتے کہ اس سے پانی برسے گا (ایضاً)

(۱۱)...... سفر میں جاتے تو کسی درخت میں ڈورا وغیرہ باندھ کر گرہ لگا دیتے، واپس آکر دیکھتے اگر گرہ کھل گئی ہے تو سمجھتے کہ ان کی بیوی نے بدکاری کی ہے (ایضاً)

(۱۲)...... سفر میں راستہ بھول جاتے تو کپڑے الٹ کر پہن لیتے اور سمجھتے کہ اس سے راستہ مل جائے گا (ایضاً)

(۱۳)...... یہ اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد روح ایک پرندہ بن کر اڑتی رہتی ہے، نیز پیٹ میں ایک کیڑا رہتا ہے، جو بھوک کے وقت کاٹتا ہے۔

اس کے علاوہ کام کرنے سے پہلے پرندے وغیرہ سے شگون لیتے تھے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اس قسم کے سینکڑوں توہم پرستیاں اور اوھام زمانہ جاہلیت میں پھیلے ہوئے تھے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

ان حالات میں سرور دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ اس دنیا میں رشد و ہدایت کا سورج بن کر مبعوث ہوئے اور دنیا کو جاہلانہ فاسد خیالات اور مشرکانہ باطل نظریات سے نجات دلائی۔

الغرض جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کامل کی تعلیم دے کر عربوں کے تمام مشرکانہ اوہام و خرافات کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ فللّٰہ الحمد والشکر

موجودہ زمانہ کے توہّمات وخرافات

آج بھی بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے مختلف قسم کی توہم پرستیوں، بدفالیوں، بدشگونیوں اور جاہلانہ توہمات وخرافات میں مبتلاء ہیں، جو مختلف علاقوں میں اپنے اپنے اعتبار سے رائج ہیں، جن کی یہاں پر بقدرِ ضرورت تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

نجومی وغیرہ سے غیب کی خبریں معلوم کرنا اور مختلف فال نکلوانا

کہانت اور غیب کی خبریں معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہمارے یہاں نجومیوں سے فال نکلوانے کا ہے اور یہ ہمارے شہروں میں کثرت سے رائج ہے، خصوصاً بڑے شہروں میں اس کی بڑی شہرت ہے۔ جگہ جگہ نجومیوں، دست شناسوں اور عاملوں کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہیں جن پر بڑی بڑی باتیں اور بلند بانگ دعوے درج ہوتے ہیں، ہر ناممکن کو ممکن بنانے کے دعوے ہوتے ہیں اور ہر شخص کو اپنی قسمت معلوم کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

اس طرح یہ ایک مستقل کاروبار بنا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر کوئی پریشانی یا مصیبت آجاتی ہے یا کاروبار اور اولاد وغیرہ کے متعلق مسائل پیدا ہوجاتے ہیں تو نجومیوں، بناوٹی پیروں کے یہاں حساب کراتے ہیں۔ علمِ رمل وجفر کے ذریعہ مستقبل کا پتہ لگایا جاتا ہے، ستاروں کی چال اور علمِ نجوم کے ذریعہ یا ہاتھ کی لکیروں کے ذریعہ یا نام کے پہلے حرف اور ابجد کے حساب کے ذریعہ زندگی کے حالات اور آئندہ کی خبریں دریافت کی جاتی ہیں، زائچہ بنا کر پیش آنے والے حادثات اور واقعات کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ سڑکوں اور مختلف جگہوں میں بیٹھے ہوئے خودساختہ نجومیوں، جوتشیوں، پامسٹوں اور پروفیسروں کے واسطے سے یا مختلف جانوروں مثلاً طوطوں، مینا ؤں کے ذریعہ سے شادی بیاہ، روزگار، اولاد، صحت اور مقدمہ کی ہار جیت جیسے مستقبل کے پوشیدہ حالات ومعاملات دریافت کئے جاتے ہیں۔

شہر کی بڑی بڑی شاہراہوں پر دست شناس اور نجومی دیوار سے ایک پردہ لگائے بیٹھے ہوتے ہیں

اور ان کے پاس پرندے خصوصاً تربیت یافتہ طوطے پنجروں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور فرش پر بچھے ہوئے کپڑے پر درجنوں لفافے رکھے ہوتے ہیں، جن میں اچھے، بُرے، مختلف مضامین پر مشتمل خطوط ہوتے ہیں جو محض خودساختہ ہوتے ہیں اور بالآخر وہی لوگوں کی قسمت قرار پاتے ہیں۔
اور قریب ہی چاک، سلیٹ ہوتی ہے جس سے علمِ جفر کی روشنی میں حساب وکتاب کر کے غیب کی باتیں مثلاً مقدمہ کی کامیابی یا ناکامی، امتحان میں پاس یا فیل، کاروبار کی ترقی یا ناکامی وغیرہ واضح کی جاتی ہے، یا علم نجوم کی روشنی میں قسمت کے ستارے کا روشن یا گردش میں ہونا بتلا کر اچھی بری قسمت بتلائی جاتی ہے، یا علم قیافہ کے ذریعے ہاتھ کی لکیریں اور اس کے خدوخال دیکھ کر مقدر کا اچھا یا برا ہونا اور اپنے مقاصد میں کامیاب یا ناکام ہونا واضح کیا جاتا ہے۔
بعض لوگ علم رمل وجفر اور علم الاعداد اور ابجد کے علم کے ذریعے سے اپنے ناموں وغیرہ کے متعلق مختلف فال نکلواتے ہیں۔
بعض لوگ رمل اور کنکریاں اور جو کا دانہ پھینک کر شر کے اسباب کی تفتیش کرتے ہیں یہ تمام چیزیں بدشگونی اور استقسام بالازلام میں شامل ہیں اور حرام ہیں۔
سب سے سستی فال وہ ہوتی ہے جو طوطے یا کسی پرندہ کے ذریعہ لفافہ اٹھا کر نکلوائی جاتی ہے۔ اکثر مصیبت زدہ، پریشان حال، بے روزگار، مقروض، بیمار اور دوسرے شہروں سے کمانے کے لئے آنے والے سادہ لوگ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور اپنی فال نکلوا کر دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں، اچھی فال اور اچھی قسمت کھلے تو کامیابی پر یقین کرتے ہیں اور بری فال نکلے، یا ستارہ گردش میں معلوم ہو، یا دست شناس سے حالات اچھے نہ معلوم ہوں تو اپنی بدحالی کا یقین ہو جاتا ہے۔
آج کل بعض اخبارات میں بھی اس قسم کے معاملات پر باقاعدہ تبصرے اور مضامین شائع ہوتے ہیں، مثلاً "آپ کا ہفتہ کیسے گزرے گا؟" اس قسم کے مضامین کو بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔
کیونکہ یہ سب کہانت کی مختلف قسمیں ہیں جو کہ حرام ہیں اور بعض صورتوں میں ایمان لیوا ہیں۔ اس طرح غیب کی خبریں بتانا اور معلوم کرنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، خواہ بتانے والا نجومی ہو یا

کاہن ہو یا عراف اور قافیہ شناس یا نام نہاد عامل ہو یا پیر وغیرہ۔

یاد رکھئے: ان لوگوں کے پاس مذکورہ طریقہ پر فال کھلوانے کے لئے جانا، فال کھلوانا اور مندرجہ بالا جتنے بھی طریقے اور صورتیں ہیں ان پر یقین کرنا یہ سب کچھ حرام اور سخت گناہ ہے اس سے سچے دل کے ساتھ توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ضروری ہے۔

حاضرات کا عمل کرانا

بعض جگہ جب کسی کے یہاں چوری ہو جاتی ہے یا کچھ اور نقصان ہو جاتا ہے تو وہ حاضرات کراتے ہیں۔ جس کی صورت کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ کسی نابالغ بچہ کے ناخن یا ہاتھوں پر سیاہی یا تل وغیرہ لگا کر بچہ کو اس پر نظر جمانے کو کہا جاتا ہے اور عامل اس پر اپنی توجہ ڈالتا ہے جس سے اس بچہ کو ناخن یا ہاتھ میں اس کے خیالات متشکل ہو کر نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر عامل جو کچھ اس سے دریافت کرتا ہے وہ بچہ اسی طرح کہتا جاتا ہے۔ اس طرح چوری شدہ یا لاپتہ چیز کو دریافت کیا جاتا ہے اور اس دریافت پر پورا یقین ہوتا ہے۔

بعض لوگ انڈے وغیرہ کو تیل لگا کر اور نابالغ بچے کو قریب بٹھا کر ایک عمل پڑھتے ہیں وہ بچہ اس کو دیکھتا ہے اور بڑے کے کہنے کے مطابق بتلاتا چلا جاتا ہے کہ اب میز، کرسی یا تخت بچھایا جا رہا ہے، اب بادشاہ آ رہا ہے، اب چور کو پکڑ کر لایا جا رہا ہے اور فلاں شخص چور یا مجرم ہے۔

شرعاً اس عمل کا اعتبار نہیں اور اس کی بنیاد پر کسی کو چور یا مجرم ثابت کرنا درست نہیں۔

خلاصہ یہ کہ شرعاً ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ان سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ غیر یقینی ہوتی ہیں، بعض اکابر کا خیال ہے کہ حاضرات میں نظر آنے والی چیز صرف دکھانے والے عامل کے تخیل کا اثر ہوتا ہے، دلیل شرعی کے بغیر ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ اگر ان کے ذریعے کسی شخص کے بارے میں یہ پتہ چل جائے کہ وہ چور یا ملزم ہے تو اس کے متعلق چوری کا یقین کر لینا اور کسی پر کوئی الزام عائد کرنا جائز نہیں بلکہ شرعی اصول کے مطابق تحقیق کرنا ضروری ہے۔

وائرس بیماری پھیلنے کا سبب بنتے ہیں، خود سے بیماری کا مسبّب اور بیماری پیدا کرنے میں مؤثر بالذات نہیں ہوتے، تو کوئی گناہ نہیں۔

اور موجودہ دور کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے امراض بھی متعدی اور وبائی شمار کئے جاتے ہیں ان سب میں تعدیہ (یعنی ایک دوسرے کی طرف پھیلنا اور منتقل ہونا) جراثیم اور وائرس کے ذریعے سمجھا گیا ہے جو کہ اس بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ جبکہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ بیماری خود متعدی ہوتی ہے یعنی جو بیماری مریض کو لاحق ہے بعینہٖ وہی دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ اور موجودہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بیماری خود منتقل نہیں ہوتی بلکہ بیماری کا سبب منتقل ہوتا ہے مثلاً سانس وغیرہ کے ذریعے سے بیماری کا سبب یعنی جراثیم اور وائرس دوسروں تک منتقل ہونے کے بعد اس کے سبب سے دوسرے میں بھی بیماری پیدا ہوجائے اس کی بنیاد دوسری شرائط اور موانع پر ہے۔ مثلاً دوسرے کسی شخص میں اس بیماری کے خلاف قوتِ مدافعت (Immunity) پیدا ہوچکی تھی تو یہ قوتِ مدافعت جراثیم اور وائرس کے اثر ڈالنے میں رکاوٹ ہوگی۔ اور اسلامی اصولوں کے مطابق مسلمانوں کا ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں بھی اصل علت اور بنیاد اللہ کا حکم ہی ہوتا ہے (ماخوذ از ''مریض ومعالج کے اسلامی احکام'' تخریج، مؤلف: ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب)۔ [1]

---

[1] وهذه العلة عند الأطباء من العلل المعدية المتوارثة ومقارب المجذوم وصاحب السل يسقم برائحته فالنبي صلى الله عليه وسلم لكمال شفقته على الأمة ونصحه لهم نهاهم عن الأسباب التي تعرضهم لوصول العيب والفساد إلى أجسامهم وقلوبهم ولا ريب أنه قد يكون في البدن تهيؤ واستعداد كامن لقبول هذا الداء وقد تكون الطبيعة سريعة الانفعال قابلة للاكتساب من أبدان من تجاوره وتخالطه فإنها نقالة وقد يكون خوفها من ذلك ووهمها من أكبر أسباب إصابة تلك العلة لها فإن الوهم فعال مستول على القوى والطبائع وقد تصل رائحة العليل إلى الصحيح فتسقمه وهذا معاين في بعض الأمراض والرائحة أحد أسباب العدوى ومع هذا كله فلا بد من وجود استعداد البدن وقبوله لذلك الداء وقد (ص ١٣٧) تزوج النبي صلى الله عليه وسلم امرأة فلما أراد الدخول بها وجد بكشحها بياضا فقال الحقي بأهلك (زاد المعاد، فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في التحرز من الأدواء المعدية بطبعها وإرشاده الأصحاء إلى مجانبة أهلها، علة الابتعاد عن المجذوم والمسلول)

اس تفصیل کی روشنی میں آج کل کے حفاظتی ٹیکوں اور قطروں وغیرہ کے استعمال کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھتے ہوئے حفاظتی تدابیر کے طور پر اس قسم کے ٹیکے اور قطرے وغیرہ استعمال کرائے جائیں یا دوسری کوئی جائز تدبیر بیماری وغیرہ سے حفاظت کے لئے اختیار کی جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ کوئی دوسری شرعی خرابی شامل نہ ہو)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے تدابیر اور اسباب کے اختیار کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

لیکن آج کل بعض لوگ اس قسم کی حفاظتی تدابیر کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور مشیت سے بھی ان کی نظر ہٹ جاتی ہے۔ اور ان تدابیر پر انہیں ایسا یقین ہوتا ہے کہ ان تدابیر کے اختیار کر لینے کے بعد ہرگز ان کو وہ بیماری نہیں لگ سکے گی۔

اور اس قسم کی تدابیر اختیار نہ کرنے کی صورت میں اگر اس سے متعلقہ کوئی بیماری پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی ساری ذمہ داری مروجہ حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرنے پر ڈال دی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ نہیں ہوتا۔

یہ طرزِ عمل غلو اور حد سے تجاوز ہے، مسلمان کا اعتقاد اور بھروسہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہئے خواہ کتنی تدابیر اختیار کر لی جائیں، کیونکہ تمام تدبیریں اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت کے تابع ہیں۔

لہٰذا حفاظتی تدابیر اختیار کرتے وقت اس قسم کے عقیدہ کی خرابی اور غلو سے بچنا ان تدابیر کے اختیار کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی چند مزید مختلف توہّم پرستیاں

اور بھی بے شمار توہّم پرستیاں اہلِ عرب میں جہالت کی وجہ سے رائج تھیں، اسلام نے ان کی نفی فرما دی۔ مثلاً:

(۱)...... زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ سانپ کو قتل کرنے سے اس لئے ڈرتے تھے، کہ اس کو قتل کرنے سے اس کا جوڑا وغیرہ آ کر بدلہ لیتا ہے۔

حضور ﷺ نے اس نظریہ کی تردید فرمائی۔ ۱؎

(۲)......زمانہ جاہلیت میں یہ خیال تھا کہ جو شخص لات وعزیٰ (بتوں) کو گالی دیتا ہے اس کو برص یا جذام کا مرض ہو جاتا ہے۔

اسلام نے اس نظریہ کی بھی تردید فرمائی۔ ۲؎

(۳)......زمانہ جاہلیت میں لوگ ہاتھوں میں پیتل کی انگوٹھی پہنتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس سے ضعف جاتا رہتا ہے۔ ۳؎

(۴)...... زمانہ جاہلیت میں خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے تو چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے، آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

۱؎ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - اُقْتُلُوْا الْحَیَّاتِ کُلَّھُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَأْرَھُنَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۲۵۱، کتاب الادب، باب فی قتل الحیات، واللفظ لہ، سنن نسائی، حدیث نمبر ۳۱۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۰۲۰۱)

۲؎ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ وَلّٰی " :اِنْ یَصْدُقْ ذُو الْعَقِیْصَتَیْنِ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ "وَکَانَ ضِمَامٌ رَجُلًا جَلْدًا أَشْعَرَ ذَا غَدِیْرَتَیْنِ، ثُمَّ أَتٰی بَعِیْرَہٗ، فَأَطْلَقَ عِقَالَہٗ حَتّٰی قَدِمَ عَلٰی قَوْمِہٖ، فَاجْتَمَعُوْا إِلَیْہِ فَکَانَ أَوَّلُ مَا تَکَلَّمَ بِہٖ وَھُوَ یَسُبُّ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی، فَقَالُوْا :مَہْ یَا ضِمَامُ، اتَّقِ الْبَرَصَ، وَالْجُذَامَ ، وَالْجُنُوْنَ، فَقَالَ :وَیْلَکُمْ إِنَّھُمَا وَاللّٰہِ لَا یَضُرَّانِ(مستدرک حاکم،حدیث نمبر ۴۳۵۴، مسند أحمد حدیث نمبر ۲۳۸۰، سنن دارمی ،حدیث نمبر ۶۷۷)

قال الحاکم :و قد اتفق الشیخان علی إخراج و رود ضمام المدینۃ و لم یسق واحد منھما الحدیث بطولہ و ھذا صحیح(حوالہ بالا)

وقال الذھبی فی التلخیص :صحیح.

۳؎ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأٰی رَجُلًا فِیْ یَدِہٖ حَلْقَۃٌ مِنْ صُفْرٍ فَقَالَ مَا ھٰذِہِ الْحَلْقَۃُ قَالَ ھٰذِہٖ مِنَ الْوَاھِنَۃِ قَالَ انْزِعْھَا فَإِنَّھَا لَا تَزِیْدُکَ إِلَّا وَھْنًا (ابن ماجہ ، حدیث نمبر ۳۵۲۲ ، ابواب الطب باب تَعْلِیْقِ التَّمَائِمِ)

قلت رواہ ابن ماجہ باختصار -رواہ أحمد والطبرانی وقال إن مت وھی علیک وکلت إلیھا ، قال وفی روایۃ موقوفۃ انبذھا عنک فإنک لو مت وأنت تری أنھا تنفعک لمت علی غیر الفطرۃ .وفیہ مبارک بن فضالۃ وھو ثقۃ وفیہ ضعف ، وبقیۃ رجالہ ثقات.

وعن عمران بن حصین انہ رأی رجلا فی عضدہ حلقۃ من صفر فقال ما ھذہ قال نعت لی من اسحق بن الربیع العطار وثقہ أبو حاتم وضعفہ عمرو بن علی ، وبقیۃ رجالہ ثقات(مجمع الزوائد،باب فیمن یعلق تمیمۃ أو نحوھا)

نے جب انتقال کیا تو سورج گرہن لگا ہوا تھا، لوگوں نے خیال کیا کہ ان ہی کے مرنے کا اثر ہے، آنحضرت ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ چاند اور سورج اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں، کسی کے مرنے سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ [1]

(۵)...... زمانۂ جاہلیت میں شہابِ ثاقب (شیطانی گولے) کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ جب کوئی بڑا مر جاتا ہے یا کوئی بڑا شخص پیدا ہوتا ہے تو ایسا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ایسا نہیں ہوتا۔ [2]

(۶)...... زمانۂ جاہلیت میں شیر خوار بچوں کے سرہانے استرا رکھ دیا کرتے تھے کہ ان کو جنات نہ ستانے پائیں، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو اٹھا کر پھینک دیا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ ان باتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ [3]

---

[1] كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ (بخاری، عن مغیرۃ بن شعبۃ، حدیث نمبر ۹۸۵، ابواب الکسوف، بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ)

[2] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: فَرُمِيَ بِنَجْمٍ عَظِيمٍ، فَاسْتَنَارَ قَالَ " مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ إِذَا كَانَ مِثْلُ هَذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ " قَالَ: كُنَّا نَقُولُ يُولَدُ عَظِيمٌ، أَوْ يَمُوتُ عَظِيمٌ - قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: أَكَانَ يُرْمَى بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِنْ غُلِّظَتْ حِينَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " فَإِنَّهُ لَا يُرْمَى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ اسْمُهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيحُ هَذِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، ثُمَّ يَسْتَخْبِرُ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ، فَيَقُولُ الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ فَيُخْبِرُونَهُمْ وَيُخْبِرُ أَهْلُ كُلِّ سَمَاءٍ سَمَاءً، حَتَّى يَنْتَهِيَ الْخَبَرُ إِلَى هَذِهِ السَّمَاءِ، وَيَخْطِفُ الْجِنُّ السَّمْعَ، فَيَرْمُونَ فَمَا جَاءُوا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ، وَلَكِنَّهُمْ يَقْرِفُونَ فِيهِ، وَيَزِيدُونَ " قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ " وَيَخْطِفُ الْجِنُّ وَيُرْمَوْنَ (مسند احمد حدیث نمبر ۱۸۸۲)

[3] عن عائشة، أنها كانت تؤتى بالصبيان إذا ولدوا، فتدعو لهم بالبركة، فأتيت بصبي، فذهبت تضع وسادته، فإذا تحت رأسه موسى، فسألتهم عن الموسى، فقالوا: نجعلها من الجن، فأخذت الموسى فرمت بها، ونهتهم عنها وقالت: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره الطيرة ويبغضها، وكانت عائشة تنهى عنها (ادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۹۳۳، باب الطیرۃ من الجن)

جب تک شرعی ثبوت نہ ہو اس کے چور ہونے کا یقین کرنا اور اس کو تکلیف دینا جائز نہیں (فتاوی محمودیہ ج ۲۰ص ۸۰ بتغیر) ؎۱

قرآنِ مجید سے فال نکلوانا

جب کسی شخص کی چوری ہو جاتی ہے تو بعض عاملوں اور بعض مسجد کے اماموں کے ذریعے ایک خاص انداز اور خاص طریقہ سے قرآن کریم یا کسی اور کتاب مثلاً دیوانِ حافظ یا گلستان وغیرہ سے فال نکلوائی جاتی ہے اور اس کے سچ ہونے پر پورا عقیدہ ہوتا ہے اور فال میں جس شخص کا تعین ہوتا ہے آنکھیں بند کر کے اسی کو مجرم قرار دے کر مالِ مسروقہ (چوری کیا ہوا مال) اسی سے طلب کیا جاتا ہے

؎۱ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مختلف قسم کے فال اور آئندہ کی چیزیں و خبریں معلوم کرنے کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

> یہ عمل عرافہ ہے جو ایک قسم ہے کہانت کی اور حرام محض ہے، نیز حرمت فی نفسہا کے ساتھ موجب افتتانِ عوام وجہلاء بھی ہے اور دل میں آ جانا القاء شیطانی ہے اور اس کا مطابق نکلنا ایسا ہی ہے جیسا کہنہ اور منجمین کے اخبار کی مطابقت ہے، اول تو مطابقت کا کلیۃً دعویٰ اور اثبات مشکل، دوسرے کسی طریق کا موجب علم ہو جانا مستلزم نہیں اس کے جواز کو، چنانچہ تجسس ممنوع یقیناً مفید علم صحیح ہو سکتا ہے، پھر بھی حرام ہے، جواز و ناجواز احکام شرعیہ سے ہے، اس کے لئے مستقل دلیل کی حاجت ہے اور مانحن فیہ میں حرمت کے دلائل صریح وصحیح موجود ہیں، پس حرمت کا حکم کیا جاوے گا، اور اسباب عادیہ پر مثل سحاب وغیرہ کے اس کا قیاس مع الفارق ہے، اولاً اس کی صحت مشاہد، ثانیاً سبب مسبب میں وجہ ارتباط ظاہر، ثالثاً شرع میں بھی معتبر، رابعاً اس میں کوئی منشا اعتقادی یا عملی نہیں اور مقیس میں سب امور مفقود، پس قیاس محض باطل ہے، فال متعارف بھی اسی قبیل سے ہے، دونوں کا ایک حکم ہے، خواہ تسمیہ متحد ہو یا متغایر اور تطیر بھی اس کی ایک نوع ہے جس کو حدیث لا طیرۃ میں صاف نفی و باطل فرمایا ہے۔ اس سے کوئی شبہ نہ کرے کہ جائز ہوگا۔ لیکن خلاف اولیٰ ہوگا، اصل یہ ہے کہ توکل کے بعض مراتب یعنی اعتقادی توکل فرض اور شرائط ایمان سے ہے، تطیر اس توکل کے خلاف ہے، اس لئے حرام اور شعبہ شرک کا ہے، جیسا کہ اوراحادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور جس فال کا جواز ثابت ہے اس میں اعتقاد یا اخبار نہیں ہے بلکہ کلمات خیر سے رجاءِ رحمت ہے، جو ویسے بھی مطلوب ہے، والی ھذا من ذاک اور یہاں مانحن فیہ میں اول اعتقاد ہے پھر اخبار پھر بدگمانی اور یاس بھی اس لئے اس کے ممنوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح شاید کسی کو استخارہ سے شبہ پڑے تو وہ واقعہ پر استدلال کرنے کے لئے موضوع ومشروع نہیں صرف مشورہ کے درجہ میں ہے، بخلاف اس کے واقعات پر استدلال کے ہے، غرض یہ بالکل حرام ہے اور توبہ کرنا اس سے فرض ہے (امداد الفتاوی ج ۵ص ۳۷۷ و ۳۷۸)

جس میں بسا اوقات وہ شخص جس پر چوری کا الزام لگایا جاتا ہے قرآنِ کریم کی توہین کر کے کافر ہوجاتا ہے، اوراس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

یہ سب شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے، ایک طرف مجرم اپنا ایمان گنوا بیٹھا، دوسری طرف بدظنی اور بدگمانی یقینی ہوگئی جس نے آگے بڑھ کر الزام تک نوبت پہنچادی اور باہم لڑائی جھگڑا علیحدہ رہا، جسمانی، ذہنی اور مالی پریشانی جدا رہی۔

اس طرح قرآن کریم یا کسی اور کتاب سے فال نکالنا یا نکلوانا اوراس پر یقین کرنا بالکل ناجائز ہے بلکہ قرآن کریم سے فال نکلوانا اور بھی سخت گناہ ہے، کیونکہ اس سے بسا اوقات قرآن مجید کی توہین ہوتی ہے یا اس کی طرف سے بدعقیدگی پیدا ہوجاتی ہے۔

قرآن مجید کے ساتھ بھی بعض فال نامے چھاپے جاتے ہیں، جو کہ دراصل تاجروں کی کارروائی ہوتی ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ خریدیں۔ [1]

مختلف قسم کے استخاروں سے غیب کے حالات معلوم کرنا

بعض لوگوں نے غیب کی خبریں معلوم کرنے کے لئے مختلف قسم کے استخارے مشہور کر رکھے ہیں، جن میں نظریاتی وعملی کئی خرابیاں ہیں، شرعی اعتبار سے استخارہ غیب کی باتیں معلوم کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کی دعا کرنے کا نام ہے۔

مسنون استخارے کی دعا حدیث شریف میں آئی ہے، اصل سنت استخارہ یہی ہے اوراس کے علاوہ جتنے استخارے لوگوں میں مشہور ہیں اول تو وہ سنت نہیں اوردوسرے ان میں بہت سے خلافِ شریعت بھی ہیں، اس لئے استخارہ وہی کرنا چاہئے جو حضور ﷺ سے ثابت ہے، اوراس کی مشہور دعا ہے، مگر سنت استخارہ میں بھی خواب وغیرہ میں کچھ نظر آنا یا کسی طرح کا اشارہ ملنا ضروری نہیں،

---

[1] لایاخذالفال من المصحف (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۳)

تنبیہ قال الطرطوشي إن أخذ الفال بالمصحف وضرب الرمل والشعر ونحوه حرام وهو من باب الاستقسام بالأزلام مع أن الفال حسن بالسنة | وتحريره أن الفال الحسن هو ما يعرض من غير كسب مثل قائل يقول يا مفلح ونحوه والتفاؤل المكتسب حرام كما قاله الطرطوشي في تعليقه (الذخيرة، لشهاب الدين احمد بن إدريس القرافي، النوع الثاني الطعام والشراب)

جب استخارہ کا مطلب اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنا اور خیر کی دعا کرنا ہے تو استخارہ کی مسنون دعا پڑھ لینے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہئے اور خواب وغیرہ نظر نہ آنے کی صورت میں اپنے استخارہ کو بے کار اور فضول نہیں سمجھنا چاہئے۔

استخارہ کے بعد سونا بھی ضروری نہیں، جاگتے ہوئے بھی بلاشبہ استخارہ کیا جا سکتا ہے، جن احادیث سے استخارہ ثابت ہے ان میں بھی استخارہ کے بعد سونے کا ذکر نہیں، اور جب استخارہ کے بعد سونا ضروری نہیں تو خواب نظر آنا کیسے ضروری ہو سکتا ہے، کیونکہ خواب تو سونے کی حالت میں ہی نظر آیا کرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب وغیرہ میں بھی کسی کام کے خیر یا شر ہونے کی نشاندہی کر دی جاتی ہے۔

مگر اولاً تو ایسا ہونا ضروری نہیں اور اس کے بغیر بھی استخارہ کارآمد اور مفید عمل ہے، دوسرے استخارہ کے بعد جو خواب نظر آئے ضروری نہیں کہ وہ استخارہ سے ہی متعلق ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ روزمرہ اور عام اوقات کی طرح کا ایک خیالی یا نفسیاتی خواب ہو۔ اس قسم کے خواب تو استخارہ کے بغیر بھی نظر آتے رہتے ہیں اور جب کسی چیز سے متعلق استخارہ کیا جاتا ہے تو اس کی طرف ذہن اور خیال متوجہ ہوتا ہے ایسے وقت نفسیاتی اور خیالی خواب نظر آنے کے امکانات زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور استخارہ کر کے سو کر اٹھنے کے بعد کیونکہ خواب کو اہتمام اور توجہ کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے اوقات میں سو کر اٹھنے کے بعد اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس لئے عموماً استخارہ کے بعد خواب کی طرف توجہ زیادہ کی جاتی ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ استخارہ خود کرنا سنت ہے کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں، عام طور پر خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسرے سے استخارہ کرانے پر اس لئے زور دیا جاتا ہے کہ خود کو خواب وغیرہ میں کوئی واضح چیز نظر نہیں آتی اور جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں تو اس غرض کی خاطر خود استخارہ چھوڑ کر دوسرے سے استخارہ کرانے کی بھی ضرورت نہیں (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ: ''مشورہ و استخارہ کے فضائل و احکام'' ملاحظہ ہو)

جنّات کی باتوں پر یقین کرنا

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اگر کسی مرد یا عورت پر جن سوار ہو اور وہ بولتا ہو تو اس سے غیب کی باتیں دریافت کرتے ہیں، مثلاً اگر چوری ہوگئی تو پوچھتے ہیں کہ یہ چوری کس شخص نے کی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس کا نام کیا ہے اور چوری کا زیور، روپیہ کس کے پاس ہے؟ پھر جو کچھ وہ بتلا دے شرعی ثبوت کے بغیر اس پر مکمل یقین کیا جاتا ہے۔ یا اس سے دریافت کرتے ہیں کہ ہم پر کس نے جادو کیا ہے، وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ یا ہماری فلاں گمشدہ چیز کس کے پاس ہے؟ یا کل یا آئندہ کیا کچھ ہونے والا ہے؟ اور پھر جو کچھ وہ بتلائے اس پر یقین کرلیا جاتا ہے۔

یہ سب حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ شرعی اصولوں کے مطابق تحقیق کے بغیر محض جن کی باتوں پر یقین کرکے کسی کو چور سمجھنا اور اس پر چوری کا الزام لگانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

مخصوص اوقات میں مُردوں کی روحیں آنے کا عقیدہ

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ تمام ارواح جمعہ یا جمعرات کی رات کو اپنے گھروں میں آتی ہیں اور گھر کے ایک کونے میں کھڑی ہوکر دیکھتی رہتی ہیں کہ ہم کو کون ثواب بخشتا ہے اور خیرات کرنے کی درخواست کرتی ہیں اور خیرات نہ کرنے والوں پر بددعا کرتی ہیں۔ اگر کچھ ثواب مل جائے تو خیر ورنہ مایوس ہوکر لوٹ جاتی ہیں اور مرنے کے بعد روزانہ ایک ماہ تک اپنے گھر کا گشت کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح لوگوں کا خصوصاً عورتوں کا خیال ہے کہ شب برأت، شبِ قدر اور عید وغیرہ میں بھی روحیں اپنے گھروں پر آتی ہیں اس لئے وہ ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں۔

یہ اعتقاد غلط ہے کسی حدیثِ صحیح سے اس کا ثبوت نہیں ہے (یہ زمانۂ جاہلیت میں ''ھامہ'' کی توہم پرستی سے ملتی جلتی چیز ہے اور ھامہ کی طرح بے حقیقت ہے) اور جن بعض روایات میں ارواح کا آنا منقول ہے، اول تو وہ روایات ضعیف ہیں اور عقائد کے سلسلے میں معتبر نہیں۔ دوسرے وہ اپنے آنے میں بالکل آزاد اور خود مختار نہیں کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں چلی جائیں بلکہ وہ حکمِ الٰہی کی محتاج ہیں۔

حکم الٰہی کے بغیر کہیں آنے جانے کا انہیں کوئی اختیار نہیں۔ اور فوت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے برزخ میں ہر ایک کی روح کا ٹھکانہ متعین کر رکھا ہے، اس لئے ہر حال میں ان کے آتے جانے کا اعتقاد رکھنا بالکل غلط اور بے اصل ہے (امداد الفتاوی، ج ۵ ص ۳۸۷)

پیر و بزرگ کی سواری یا روح و سایہ آنے کا عقیدہ

بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ فلاں شخص پر فلانے بڑے پیر یا بابا صاحب (جو کہ فوت ہو چکے ہوتے ہیں) کی سواری آ گئی ہے یا آتی ہے۔

اس کی بھی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے۔ بزرگ حضرات انتقال کے بعد کسی پر سوار ہو کر نہیں آتے اور نہ ہی کسی کو ستاتے ہیں۔ سواری آنے کے متعلق لوگوں میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ شرعاً بے اصل ہیں۔ البتہ جنات اور شیاطین آسکتے ہیں اور وہ آ کر غلط بیانی کر کے کسی بزرگ وغیرہ کا بھی نام بتا سکتے ہیں، کہ میں فلاں بزرگ ہوں اور فلاں جگہ سے آیا ہوں وغیرہ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲۰ ص ۲۹ مجادلات معدلت ملحقہ دعوات عبدیت ج ۱۹ ص ۱۵۷، بتغییر)

ہمزاد کیا ہے؟

''ہمزاد'' فارسی زبان کا لفظ ہے، جو دراصل دو لفظوں کا مجموعہ ہے، ایک لفظ ''ہم'' دوسرے ''زاد'' اور ''ہم'' کے معنیٰ ''ساتھ'' کے اور ''زاد'' کے معنیٰ ''پیدا ہونے'' کے آتے ہیں، تو ''ہمزاد'' کے لفظی معنیٰ ہوئے ''وہ جو کہ ساتھ پیدا ہوا ہو'' اور عام بول چال میں ہمزاد اس روایتی شیطان کو کہا جاتا ہے، جو انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، اور ہمیشہ ساتھ رہتا ہے (ملاحظہ ہو: فیروز اللغات ص ۱۴۴۷، مادہ ''ہم'')

لوگوں میں بالخصوص عاملوں کی دنیا میں ہمزاد کے متعلق طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں، مثلاً ایک یہ بات مشہور ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے اور دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کا ہمزاد قبر سے نکل آتا ہے وہ مرتا نہیں ہے اور وہ دوسروں کو ستاتا ہے۔

مگر اولاً تو ہمزاد کا لفظ گھڑا ہوا ہے، دوسرے اس کے مذکورہ مفہوم کے گھڑا ہوا ہونے میں تو کوئی شبہ

ہی نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۹)

البتہ احادیث سے اتنا ثابت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان بھی ہوتا ہے اور وہ انسان کے ساتھ رہتا ہے، لیکن اس کا انسان کے ساتھ دفن ہونا یا بعض اوقات انسان کے مرنے کے بعد اس کی قبر سے نکل کر دوسروں کو ستانا کہیں ثابت نہیں، لہٰذا ہمزاد اور اس کے بارے میں مذکورہ اور اس جیسے تصورات رکھنا درست نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۰۱، ۵۰۲ بتصرف) [1]

غیب کی خبریں بتانے والے نجومی اور کاہن وغیرہ کی کمائی حرام ہے

ملحوظ رہے کہ نجومی، دست شناس، قیافہ شناس اور کہانت کے جتنے طریقے رائج ہیں اور جن کا ذکر کیا گیا، ان سب میں غیب کی خبریں بتانے پر اُجرت لینا، دینا دونوں حرام ہیں۔

حدیث شریف میں اس کی صاف ممانعت آئی ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور رنڈی (یعنی طوائف) کی کمائی اور کاہن (غیب کی خبریں بتلانے والے) کی اجرت سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ لِأَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم - مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِيْنُهُ مِنَ الْجِنِّ. قَالُوْا وَإِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ (مسلم، حديث نمبر ۷۲۸۶)
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِيْنُهُ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ "قَالُوْا :وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ " :نَعَمْ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۳۲۳)

[2] حديث نمبر ۲۰۸۳، كتاب البيوع، باب ثمن الكلب، مسلم حديث نمبر ۳۰۹۲، ابوداؤد حديث نمبر ۳۳۳۰، ترمذى حديث نمبر ۱۹۹۷۔

فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ أَتَدْرِي مَا هَذَا؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا هُوَ؟ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِي فَأَعْطَانِي بِذَلِكَ فَهَذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ(بخاری) ؎۱

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کما کر دیتا تھا، جس کو حضرت ابوبکر استعمال کیا کرتے تھے، پس ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا جس میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھالیا پھر اس غلام نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ چیز کونسی کمائی کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ بتادیں کس کمائی سے ہے؟ غلام نے کہا کہ میں جاہلیت (یعنی کفر) کی حالت میں کہانت کیا کرتا (یعنی غیب کی خبریں بتاتا) تھا، اگرچہ میں کہانت کے فن کو بھی صحیح طرح سے نہیں جانتا تھا بلکہ اُوٹ پٹانگ ماردیا کرتا تھا تو مجھے یہ چیز کہانت کے معاوضہ میں ملی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے حلق میں ڈال کر قے کردی اور پیٹ میں سے ساری چیز کو اُگل دیا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُلٹی کرنے کی وجہ اس حرام چیز کو اپنے پیٹ سے جدا کرنا تھی، اور اگرچہ کھالینے کے بعد پتہ چلنے پر اُلٹی کرنا ضروری نہیں تھا، لیکن آپ نے تقویٰ کی وجہ سے ایسا کیا۔ ؎۲

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ غیب کی خبریں بتانے والے نجومی اور کاہن کی کمائی حرام ہے۔ ؎۳

؎۱ حدیث نمبر ۳۵۵۴، کتاب المناقب، باب أيام الجاهلية.

؎۲ فأعطاني بذلك أي بمقابلة كهانتي هذا الشيء وقيل الباء زائدة فهذا الذي أكلت منه فأدخل أبو بكر يده فقاء أي للورع كل شيء في بطنه لغلظ حرمته حيث اجتمعت الكهانة والخديعة وقال الطيبي رحمه الله لكونه حلوانا للكاهن لا للخداع (مرقاة، كتاب البيوع، باب الكسب)

؎۳ أجمع المسلمون على تحريم حلوان الكاهن؛ لأنه عوض عن محرم، ولأنه أكل المال بالباطل(شرح النووي، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي والنهي عن بيع السنور)

قوله: (وحلوان الكاهن (الخ) ويندرج في الكاهن الرمال والجفار و عالم النجوم وغيرهم (العرف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ احمد کا وصیت نامہ

چونکہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو دین سے دور کرلیا ہے اور اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ اور توکل نہیں ہے۔

بلکہ مزید اپنی جہالت اور نادانی سے بدفالی، بدشگونی، نحوست، چھوت چھات اور طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلاء ہیں۔

جس کی بناء پر دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کی اس دینی کمزوری سے پورا فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

چنانچہ دشمنانِ اسلام نے ایک فرضی وصیت نامہ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے شیخ احمد نامی کسی شخص کے نام سے شائع کیا جواب تک مسلمانوں میں تھوڑے بہت مضمون کے اختلاف کے ساتھ چل رہا ہے اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے، کم علم مسلمان اس سے ڈر کر یا نفع کی امید پر اب تک اس کو چلا رہے ہیں۔

حالانکہ یہ وصیت نامہ فرضی ہے، شیخ احمد نامی کوئی صاحب روضۂ اقدس کا خادم نہیں۔

اور اس وصیت نامہ میں جو عبادت کی طرف متوجہ ہونے اور آخرت کی فکر میں لگنے کو لکھا ہے یہ اچھی باتیں ہیں اور ضروری کام ہیں، مگر ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے قرآن وسنت کے ارشادات وخطابات اور تعلیمات کافی ہیں۔

فرضی افسانہ شائع کرنا اور آنحضرت ﷺ کی طرف کسی تراشیدہ بات کو منسوب کرنا سخت گناہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشلبی، کتاب النکاح ،باب ما جاء فی کراھیۃ مھر البغی)

وحلوان الکاھن ما یأخذہ الکاھن علی کھانتہ فإن الکھانۃ باطلۃ لا یجوز أخذ الأجر علیھا وقیل ھی الرشوۃ وقیل ھو مشتق من الحلاوۃ یقال منہ حلوت الرجل أحلوہ إذا أطعمتہ الحلو کما یقال عسلتہ إذا أطعمتہ العسل والفرق بین الکاھن والعراف ان الکاھن یتعاطی الخبر عن الکوائن فی مستقبل الزمان ومعرفۃ الأسرار والعراف یتعاطی معرفۃ الشیء المسروق ومکان الضالۃ ونحوہ واللہ أعلم(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب،للإمام أبو محمد علی بن زکریا المَنْبِجی، کتاب البیوع،باب یجوز بیع الکلب ویکرہ)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (مسلم، عن ابی هریرة) [1]

ترجمہ: جو شخص میرے اوپر عمداً جھوٹ باندھے، تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ (یعنی جہنم) میں بنالے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (بخاری عن المغیرة) [2]

ترجمہ: میرے اوپر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، جو شخص میرے اوپر عمداً جھوٹ باندھے، تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ (یعنی جہنم) میں بنالے (ترجمہ ختم)

بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ یہ وصیت نامہ عیسائیوں کا جاری کردہ ہے۔

شروع میں جب انگریزوں کا ہندوستان پر غلبہ ہوا تھا تو انہیں مسلمانوں کی جانب سے جہاد کرنے اور اپنے مقابلہ کا خوف دامن گیر ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو صرف نماز روزے پر لگے رہنے اور اپنے سے غافل کرنے کے لئے یہ سازش بنائی کہ ایک فرضی وصیت نامہ بنا کر شائع کر دیا۔

اور چونکہ اس وصیت نامہ میں یہ بھی ہے کہ جو اس کو پڑھے گا اور چھپوا کر تقسیم نہیں کرے گا وہ غم دیکھے گا اور اس کو نقصان ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ، اور ساتھ ہی اس قسم کے کچھ واقعات اور مثالیں بھی جھوٹے سچے درج ہوتے ہیں کہ فلاں نے چھپوایا اس کو اتنا فائدہ ہوا اور فلاں نے یقین نہیں کیا تو اتنا نقصان اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے مسلمان اس کو آگے خود ہی شائع کرتے رہتے ہیں۔ جب اس کا ذکر و فکر ختم ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرا شائع کر دیتا ہے۔

اس طرح یہ سلسلہ اب تک چلتا آ رہا ہے۔ بلکہ بعض جگہ خود فوٹو اسٹیٹ کے کاروبار کرنے والے اس

---

[1] حديث نمبر ٣، مقدمة، باب في التحذير من الكذب على رسول الله ﷺ.

[2] حديث نمبر 1209، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت.

کی نقلیں کر کے قریب میں تقسیم کرا دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں پھر بے شمار لوگ اس قریبی دکان سے فوٹو کاپیاں کرا کر تقسیم کرتے ہیں، اور اس طرح ان دکانداروں کا بھی کاروبار چلتا رہتا ہے اور دوسرے لوگ بھی خوش رہتے ہیں۔

یہ سراسر جہالت ہے اس طرح اپنے پیسوں کو ضائع کرنا ایک مستقل گناہ ہے۔ [1]

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ وصیت نامہ اور اسی قسم کے وصیت نامے جو مدت سے شائع کئے جارہے ہیں ہرگز

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ایسا وصیت نامہ بہت دفعہ شائع ہو چکا ہے، ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے۔

اول تو یہ تعجب ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پاوے، دوسرے یہ تعجب ہے کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور ملکوں کے بزرگوں اور ولیوں کو یہ دولتِ زیارت اور ہمکلامی کی نصیب نہ ہو۔ تیسرے اگر ایسا ہی قصہ ہوتا تو خود مدینہ میں اس کی زیادہ شہرت ہونا چاہئے تھی، حالانکہ وہاں کے آنے جانے والوں یا خطوط سے ان امور کا نام ونشان بھی نہیں معلوم ہوتا۔

پھر محض اس طرح بلا سند کوئی مضمون قابلِ اعتبار نہیں ہوسکتا، ورنہ جو جس کے جی میں آوے مشہور کردیا کرے، شرع میں حکم ہے کہ جو بات ہو خوب تحقیق کے بعد اس کو معتبر سمجھو، علاوہ اس کے اس میں بعض مضامین ایسے ہیں جو شرع اور عقل کے خلاف ہیں، مثلاً ستر ولاکھ مسلمان کفر کو مریں، اور ان میں سترہ آدمی صرف مسلمان ہوں اول تو خدا تعالیٰ کی رحمت غالب ہے ان کے غضب پر، دوسرے ہم خود دیکھتے ہیں کہ زیادہ مسلمان توبہ کرکے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہیں، جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہے۔ پھر اس مضمون کی گنجائش کہاں ہے؟

اسی طرح اس میں لکھا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں، یہ حکم صاف حدیث کے خلاف ہے۔ صلوا علیٰ کل بر و فاجر یہ بھی قرینہ ہے اس وصیت نامہ کے غلط ہونے کا، اسی طرح جن چیزوں کا بدعت ہونا دلیلِ شرعی سے ثابت ہو چکا ہے، جیسے تخصیص شربت کی شہداء کربلا کے واسطے، اور کھیر حضرت خاتون رضی اللہ عنہا کے واسطے اور پلاؤ حضرت غوث الاعظم کے واسطے، اسی طرح آج کل سا مولود شریف ان سب چیزوں کی اس میں ترغیب ہے۔ یہ سب باتیں اس میں عقل اور شرع کے خلاف ہیں۔

اس لئے یہ وصیت نامہ محض کسی کا تراشیدہ ہے، محدثین نے اس سے ہلکے قرینوں پر حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے اور موضوع کی اشاعت وروایت نصاً اور اجماعاً حرام ہے بلکہ بعض محدثین کے نزدیک کفر ہے، ہرگز اس کے تمام مضمون کو صحیح نہ سمجھیں، البتہ جو باتیں قرآن وحدیث اور دین کی کتابوں میں لکھی ہیں، اس کے موافق نیک راہ پر چلیں اور بری راہ سے بچیں، اور جھوٹی بات کا نسبت کرنا حضرت پیغمبر ﷺ کی طرف بڑا بھاری گناہ ہے، اس لئے ایسے مضمون کے رواج دینے والا گناہ گار ہوگا (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵۶)

اعتبار کے قابل نہیں ہیں، شیخ احمد ایک فرضی نام ہے۔ اور تمام واقعہ محض بناوٹی اور گھڑا ہوا ہے۔

یا تو یہ کارروائی دشمنانِ اسلام کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے عقیدے بگاڑنے کے لئے اس قسم کی بے سروپا باتیں شائع کرتے ہیں۔ یا ان نادان اور جاہل مسلمانوں کا کام ہے جو اصولِ اسلام سے ناواقف اور بے خبر ہیں۔

بہرحال یہ اشتہار اور اسی قسم کے دوسرے اشتہار بالکل ناقابلِ اعتماد ہیں۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ وہ انہیں چھپوائے یا شائع کرے۔ یا اسے پڑھ کر دوسروں کو سنائے۔ بلکہ لازم ہے کہ جسے ملے وہ فوراً ضائع کردے (کفایت المفتی ج ۱ص ۳۶۴)

اپنے ایک دوسرے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ اشتہار جس کا عنوان "فرمانِ مصطفوی" ہے عرصۂ دراز سے ہندوستان میں چھپتا اور شائع ہوتا ہے۔ تقریباً پینتالیس برس سے تو میں دیکھ رہا ہوں۔ ابتداء میں اس کی اشاعت غالباً کسی دشمنِ اسلام نے کی ہو۔ پھر بھولے بھالے مسلمان اپنی ناواقفیت کے باعث پھنس گئے۔ اور کوئی نہ کوئی مسلمان اس کو چھپوا کر شائع کردیتا ہے۔ اس کا مضمون شریعت کے اصول کے خلاف ہے۔ اور اس پر یقین کرنا جہالت اور گناہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ 24/جون 1934ء)(کفایت المفتی ج ۱ص ۳۶۵)

غور فرمائیں! کہ یہ سن 1934ء کا فتویٰ ہے اور تقریباً پینتالیس سال سے حضرت مفتی صاحب موصوف نے اس قسم کے اشتہار کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان فرمایا ہے۔

اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی سازشیں اور جہالتیں کتنے عرصے سے مسلمانوں میں جڑیں پکڑے ہوئے ہیں۔ کیا اب بھی مسلمانوں کے غفلت سے بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا؟

اس کے علاوہ سعودی عرب کے مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز مرحوم نے بھی شیخ احمد کے وصیت نامہ کے متعلق ایک مستقل مضمون تحریر فرمایا ہے جو ان کے مجموعۂ فتاویٰ میں بزبانِ عربی شائع ہوچکا ہے۔

جس میں انہوں نے مدلل ومفصل انداز میں اس وصیت نامے کا جھوٹ اور کذب پر مشتمل ہونا بیان فرمایا ہے۔ لے

لے أما بعد: فقد اطلعت على كلمة منسوبة إلى الشيخ أحمد خادم الحرم النبوي الشريف بعنوان: (هذه وصية من المدينة المنورة عن الشيخ أحمد خادم الحرم النبوي الشريف) قال فيها: (كنت ساهرا ليلة الجمعة أتلو القرآن الكريم، وبعد تلاوة قراءة أسماء الله الحسنى، فلما فرغت من ذلك تهيأت للنوم، فرأيت صاحب الطلعة البهية رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي أتى بالآيات القرآنية، والأحكام الشريفة، رحمة بالعالمين سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم فقال: يا شيخ أحمد، قلت لبيك يا رسول الله، يا أكرم خلق الله، فقال لي: أنا خجلان من أفعال الناس القبيحة، ولم أقدر أن أقابل ربي، ولا الملائكة، لأن من الجمعة إلى الجمعة مات مائة وستون ألفا على غير دين الإسلام، ثم ذكر بعض ما وقع فيه الناس من المعاصي، ثم قال: فهذه الوصية رحمة بهم من العزيز الجبار، ثم ذكر بعض أشراط الساعة، إلى أن قال: فأخبرهم يا شيخ أحمد بهذه الوصية، لأنها منقولة بقلم القدر من اللوح المحفوظ، ومن يكتبها ويرسلها من بلد، إلى بلد، ومن محل إلى محل، بني له قصر في الجنة، ومن لم يكتبها ويرسلها حرمت عليه شفاعتي يوم القيامة، ومن كتبها وكان فقيرا أغناه الله، أو كان مديونا قضى الله دينه، أو عليه ذنب غفر الله له ولوالديه ببركة هذه الوصية، ومن لم يكتبها من عباد الله اسود وجهه في الدنيا والآخرة، وقال: والله العظيم ثلاثا هذه حقيقة، وإن كنت كاذبا أخرج من الدنيا على غير الإسلام، ومن يصدق بها ينجو من عذاب النار، ومن يكذب بها كفر)

هذه خلاصة ما في الوصية المكذوبة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولقد سمعنا هذه الوصية المكذوبة مرات كثيرة منذ سنوات متعددة، تنشر بين الناس فيما بين وقت وآخر، وتروج بين الكثير من العامة، وفي ألفاظها اختلاف، وكاذبها يقول: إنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فحمله هذه الوصية، وفي هذه النشرة الأخيرة التي ذكرنا لك أيها القارئ زعم المفتري فيها أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم عندما تهيأ للنوم، فالمعنى: أنه رآه يقظة!

زعم هذا المفتري في هذه الوصية أشياء كثيرة، هي من أوضح الكذب، وأبين الباطل، سأنبهك عليها قريبا في هذه الكلمة إن شاء الله ولقد نبهت عليها في السنوات الماضية، وبينت للناس أنها من أوضح الكذب، وأبين الباطل، فلما اطلعت على هذه النشرة الأخيرة ترددت في الكتابة عنها، لظهور بطلانها، وعظم جراءة مفتريها على الكذب، وما كنت أظن أن بطلانها يروج على من له أدنى بصيرة، أو فطرة سليمة، ولكن أخبرني كثير من الإخوان أنها قد راجت على كثير من الناس، وتداولها بينهم وصدقها بعضهم، فمن أجل ذلك رأيت أنه يتعين على أمثالي الكتابة عنها، لبيان بطلانها، وأنها مفتراة على رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لا يغتر بها أحد، ومن تأملها من ذوي العلم والإيمان، أو ذوي الفطرة السليمة والعقل الصحيح، عرف أنها كذب وافتراء من وجوه كثيرة.

نشرت هذه الوصية في كراسة برقم ۱۷ عن الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ ہے کہ یہ وصیت نامہ اور اس قسم کے دوسرے وصیت نامے اور اعلان (مثلاً "ایک حاجن کا اعلان") جعلی، فرضی اور خود ساختہ ہیں۔ شرعاً ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ ان میں اپنا مال اور وقت ضائع کرنا گناہ ہے اور اس قسم کے مضامین کو پڑھنا، دوسروں کو پڑھانا اور شائع کرنا اور ان پر یقین کرنا آخرت میں خسارے کا ذریعہ ہے۔

بیماری یا مصیبت کے موقع پر جانور کا مخصوص صدقہ

ہمارے معاشرے میں ایک رسم یہ رائج ہے کہ جب کوئی شخص سخت بیمار ہو جاتا ہے یا کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو اس کی طرف سے بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت غریبوں کو دے دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ جان کا بدلہ جان دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی اور صحت ہو جائے گی یا مصیبت ٹل جائے گی۔ اور جانور کے بجائے اس موقع پر دوسری چیز کے صدقہ کو کافی نہیں سمجھا جاتا حالانکہ اس موقع پر جانور ذبح کرنے کو خاص کرنا بدعت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

کسی پریشانی، مصیبت، یا بیماری وغیرہ سے حفاظت کے لئے احادیث میں صدقہ کی ترغیب آئی ہے، اور صدقہ اس چیز کا کرنا چاہئے جس سے غریبوں اور محتاجوں وضرورتمندوں کی زیادہ بہتر طریقہ پر اعانت (مدد) ہو، اور شریعت نے صدقہ میں بکرے یا کسی دوسری چیز کو مخصوص نہیں کیا۔

اس کے برعکس بکرے کے صدقہ کی جو رسم عوام میں چل نکلی ہے اس میں مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

(۱)......صدقہ کے وسیع مفہوم کو نظر انداز کر کے بکرے ہی کو لازم وضروری سمجھا جانے لگا ہے اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والدعوة والإرشاد عام ۱۴۰۲ھ

ولقد سألت بعض الأقارب الشيخ أحمد المنسوبة إليه هذه الفرية، عن هذه الوصية، فأجابني: بأنها مكذوبة على الشيخ أحمد، وأنه لم يقلها أصلا، والشيخ أحمد المذكور قد مات من مدة، ولو فرضنا أن الشيخ أحمد المذكور، أو من هو أكبر منه، زعم أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم في النوم أو اليقظة، وأوصاه بهذه الوصية، لعلمنا يقينا أنه كاذب، أو أن الذي قال له ذلك شيطان، ليس هو الرسول صلى الله عليه وسلم لوجوه كثيرة منها(مجموع فتاوى ومقالات ابن باز، رسالة التحذير من البدع)

بکرے کو دوسری چیزوں پر ترجیح دی جانے لگی ہے خواہ غریبوں اور دینی اداروں کی دوسری ضروریات ہی کیوں نہ ہوں اور بکرے یا گوشت کی غریبوں اور دینی اداروں کو ضرورت نہ بھی ہو، جبکہ شریعت نے صدقہ کو کہیں بھی بکرے کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ہی بکرے کو ہمیشہ اور ہر حال میں دوسری چیزوں پر فضیلت دی ہے۔

بکرے کو مخصوص کر لینے کی وجہ سے غریبوں کی ضروریات کا لحاظ نہیں ہوتا کیونکہ غریبوں کی مختلف ضروریات ہوتی ہیں مثلاً لباس، کپڑے کی ضرورت، مسافر کو کرایہ کی ضرورت، بیمار کو علاج اور دوا کی ضرورت اور غریب کو آج کے بجائے کل پیش آنے والی ضروریات وغیرہ وغیرہ، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ بکرے سے اور وہ بھی ذبح ہونے کے بعد غریب لوگ اور دینی ادارے اپنی ہر قسم کی موجودہ یا آئندہ کی ضروریات پوری نہیں کر سکتے اور بالفرض غریبوں کو کھانے کی ہی ضرورت ہو تب بھی صرف بکرے یا گوشت سے اپنے پیٹ کو نہیں بھر سکتے بلکہ روٹی وغیرہ کی پھر بھی ضرورت رہتی ہے، پھر بہت سے غریب لوگ گوشت کے بجائے کھانے کی دوسری چیزوں کو پسند کرتے ہیں یا غریب بیمار کا ایسا اوقات گوشت سے پرہیز ہوتا ہے، نیز بکرے کو کھانے کے لائق بنانے کے لئے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے (کھال اتارنا، بوٹیاں بنانا، صاف کرنا، پھر اس کو پکا کر تیار کرنا وغیرہ وغیرہ) اس کے برعکس اگر اتنی ہی رقم دے دی جائے تو اس سے آج کے دور میں اپنی موجودہ یا آئندہ مختلف قسم کی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں اور ایک سے زیادہ ضروریات ہوں تو وہ بھی پوری ہوسکتی ہیں۔

(۲)......اس میں عام طور پر دکھلاوا پیدا ہو جاتا ہے اس کے برعکس نقد رقم ایسی چیز ہے کہ اس سے غریب اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کر سکتا ہے اور چپ چاپ اخلاص کے ساتھ اس کا صدقہ ہوسکتا ہے اور غریب آئندہ کی ضرورت کے لئے بھی رکھ سکتا ہے، اور آسانی سے دوسری جگہ بھی ساتھ میں لے کر جاسکتا ہے جبکہ بکرے میں یہ باتیں بآسانی پائی جانا مشکل ہیں۔

(۳)......دنیا میں پریشانی، مصیبت یا بیماری وحادثات کا سامنا تو ایسے غریبوں کو بھی ہوتا ہے جو بکرے کی استطاعت نہیں رکھتے، ایسی صورت میں یا تو وہ صدقہ کرنے سے محروم رہتے ہیں یا پھر

قرض وغیرہ لے کر بکرے کے صدقہ پر مجبور ہوتے ہیں حالانکہ صدقہ اپنی استطاعت وقدرت کے مطابق ہر ایک کرسکتا ہے اور یہ مستحب عمل ہے جس کی خاطر قرض لینے کی اجازت نہیں اور یہ خرابی بکرے کی تخصیص سے پیدا ہوئی۔

(۴)......نقدی کے بجائے بکرے کے صدقہ میں غریبوں کے علاوہ خود صدقہ کرنے والے کی محنت اور وقت کا بھی بے جا ضیاع ہے، کیونکہ نقدی وغیرہ تو اپنے پاس موجود ہوتی ہے جس سے بکرا خریدکیا جاتا ہے، اگر وہی رقم دے دی جائے تو بکرے کی خریداری اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی پریشانیوں اور بکھیڑوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

(۵)......اس صدقہ میں خاص بکرے کے ذبح کرنے کو آفتوں، بلاؤں اور بیماریوں کے دور کرنے میں مؤثر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ صدقہ میں بکرے یا کسی جانور کا ذبح کرنا یا خون بہانا ذرہ برابر بھی بلاؤں کے دور کرنے میں مؤثر نہیں، اور یہ لوگوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے، صدقہ میں اصل چیز ضرورت مندوں کی اعانت اور تعاون ہے۔

(۶)......بعض لوگ جانور کے ذبح کرنے کو خون بہایا جان کا بدلہ جان سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ الا بلا بکرے کی جان پر ٹل جاتی ہے ''الا بلا بر سر بکرا'' یہ بھی غیر شرعی حرکت ہے، اور صدقہ کی روح سے ناواقفیت پر مبنی ہے، کیونکہ یہ جانور یا اس کا ذبح کرنا اور خون بہانا ہرگز بھی جان کا بدلہ نہیں بنتا۔

(۷)......بعض لوگ بذاتِ خود بکرے کے ذبح کرنے کو ہی اصل صدقہ سمجھنے لگے ہیں اسی وجہ سے غریبوں کو زندہ دینا گوارا نہیں اور اگر معلوم ہو جائے کہ غریب اس کو زندہ رکھ کر کسی دوسری طرح اس سے فائدہ اٹھائے گا، یا کسی کو فروخت کردے گا یا صدقہ وھبہ وغیرہ کردے گا اور ذبح نہیں کرے گا تو اس کو صدقہ دینا ہرگز گوارا نہیں کرتے، یہ تنگ نظری بھی صدقہ کی روح کے خلاف ہے۔

(۸)......صدقہ کے لئے بکرے کے ذبح کو ضروری سمجھنے میں علاوہ ایک جانور کی جان کے بے جا ضیاع کے مال کا اتلاف اور ضیاع بھی پایا جاتا ہے، اور وہ اس طرح کہ زندہ بکرے کی خرید میں جتنی رقم خرچ ہوتی ہے، غریبوں تک اس پوری رقم کا فائدہ نہیں پہنچتا، چنانچہ ذبح ہونے کے بعد اس

کی قیمت گھٹ جاتی ہے یعنی اگراتنی مقدار میں بازار سے گوشت خریدا جائے تو زندہ جانور سے غیر معمولی کم قیمت میں حاصل ہو جائے۔

لہٰذا جتنی مالیت جانور ذبح ہونے میں تلف ہوگئی اس کا فائدہ غریبوں تک بھی نہیں پہنچا اور اتنی مقدار صدقہ کا ثواب نہ ملا، اور اگر کھال وغیرہ گوشت بنانے کی اجرت میں چلی گئی اسی طرح سری، پائے، کلیجی وغیرہ بھی استعمال میں نہ آئی (جیسا کہ عام طور پر ان اداروں میں یہ چیزیں ضائع چلی جاتی ہیں جہاں کثرت سے صدقہ کے بکرے آتے ہیں) تو اتنی مقدار بھی صدقہ کے مفہوم سے خارج ہوگئی، اور رہی سہی مقدار جو غریبوں کے ہاتھ لگی وہ ہی اصل صدقہ ہے، مگر غلط عقیدہ کی وجہ سے اتنی مقدار کے صدقہ سے بھی محرومی کا قوی اندیشہ ہے۔

(۹)...... بعض اداروں میں جہاں بکروں کی آمد بکثرت ہوتی ہے، گوشت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس گوشت کو اور اگر زندہ بکرے ہوں تو انہیں بہت سستے داموں فروخت کردیا جاتا ہے، اور اصل گوشت کی بازاری قیمت بھی مستحقین کے ہاتھ نہیں لگتی، اور گوشت کی فراوانی اور شکم سیری کے باعث ایسے اداروں میں دوسرے طریقوں سے بھی گوشت کی ناقدری ہوتی ہے۔

(۱۰)...... بکرے کا گوشت بڑے گوشت اور عام سبزی و دال کے مقابلہ بہت گراں قیمت میں حاصل ہوتا ہے، اور زندہ جانور کی مالیت عموماً ذبح شدہ بازاری گوشت سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اور غریبوں کی ضرورت بڑے گوشت، یا دال اور سبزی سے بھی پوری ہوسکتی ہے، اگر اتنی مالیت کی نقدی غریبوں کو صدقہ دی جائے تو وہ اس کے ذریعہ سے اپنے صرف کھانے کی ضرورت کئی کئی وقتوں بلکہ کئی کئی دنوں تک پوری کرسکتے ہیں، جبکہ بکرے کی مروجہ رسم میں خرچ کردہ مالیت ایک وقت میں ہی ہضم ہوجاتی ہے، اس لئے بھی مروجہ بکرے کے صدقہ کی رسم کے بجائے نقدی یا دوسرے ضرورت کے مال سے صدقہ کرنا زیادہ فائدے اور فضیلت کا باعث ہے۔

(۱۱)...... بعض لوگ بکرے میں کالے رنگ کو ضروری یا افضل سمجھتے ہیں، اور اس میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ اگر ذرا سا رنگ بھی غیر سیاہ ہو تو اس کو صدقہ میں کم فضیلت یا افادیت کا باعث سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے صدقہ کے لئے کالے رنگ والے بکروں کی قیمت دوسرے رنگ کے بکروں سے زیادہ ہوتی

ہے، عوام کا عقیدہ اس سلسلہ میں یہ ہوگیا ہے کہ بلا اور مصیبت اُن کے تصور میں سیاہ اور کالے رنگ کی ہوتی ہے اور سیاہ رنگ کا بکرا اس بلاء کو دور کرنے اور اپنے ساتھ لے جانے میں زیادہ تاثیر رکھتا ہے کیونکہ دونوں طرف سے رنگ کی مناسبت وموافقت ہو جاتی ہے اور یہ تصور بدعت ہے اور اس خرابی کی بنیاد جانور کا بیماری اپنی جان کے ساتھ لے جانے کا فاسد عقیدہ ہے۔

(۱۲)...... بعض لوگ مریض یا مصیبت زدہ شخص کا بکرے یا ذبح کرنے والی چھری پر ہاتھ پھیرنے کا اہتمام کرتے ہیں یہ بھی دین پر زیادتی اور بدعت ہے۔

(۱۳)...... بعض لوگ اس بکرے کو مریض کے قریب ذبح کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

(۱۴)...... بعض لوگ مریض کے سر کے اوپر سے بکرے کی سری گھماتے ہیں اور پھر اس کو غریبوں کو دیتے ہیں، اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

(۱۵)...... بعض جگہ بارات کی روانگی کے وقت بکرا ذبح کرکے اس کے خون کے اوپر سے دولہا کو گزارا جاتا ہے، اسی طرح بارات کی واپسی پر بکرا ذبح کرکے اس کے اوپر سے دولہن کو گزارا جاتا ہے، تاکہ آفات وبلیات اس بکرے کی جان کے ساتھ چلی جائیں، یہ عقیدہ من گھڑت اور شریعت کے بالکل خلاف ہے۔

(۱۶)...... بعض لوگ بکرا ذبح کرنے کے بعد اس کے یا اس کے خون کے اوپر سے مریض یا مصیبت زدہ کو گزارتے ہیں یہ بھی جہالت کی رسم ہے۔

(۱۷)...... اسی طرح بعض جگہ مکان وغیرہ کی بنیاد یا در ودیوار کے ساتھ بکرے کو ذبح کرکے اس کا خون ڈالتے ہیں یہ بھی جہالت کی بات ہے، اور ان سب خرابیوں کی بنیاد وہی جانور کی جان اور خون کے ساتھ آفات وبلیات کے رخصت ہو جانے کا فاسد عقیدہ ہے۔

(۱۸)...... بہت سے لوگ سستے داموں کی خاطر بکری کے چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچوں کو اس رسم کی خاطر ذبح کر دیتے ہیں۔ جن کا گوشت طبی طور پر نقصان دہ ہونے کے علاوہ ان بچوں پر ایک طرح کا ظلم بھی ہے، جس کا وبال سخت ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے بکرے کے لئے قربانی میں جو ایک سال کی قید لگائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلاضرورت اس سے کم عمر کے بکروں کو ذبح کرنا پسندیدہ عمل نہیں، اور یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ صدقہ میں جانور کا ذبح کرنا ضرورت نہیں اور جہاں ذبح ضروری ہے (مثلاً قربانی، عقیقہ وغیرہ) وہاں بکرے کی ایک سال عمر ہونا ضروری ہے، اور جب عمر مکمل ہونے سے پہلے پورے سال ملک بھر میں لاکھوں کی تعداد میں صدقہ کے طور پر بکرے ذبح کئے جائیں گے تو اس کا اثر قربانی کے موقع پر قیمت کی گرانی اور کم یابی کی صورت میں ظاہر ہونا اور متوسط طبقہ کو اپنا واجب قربانی کا فریضہ ادا کرنے میں مشکل پیش آنا بھی ظاہر اور واضح ہے۔

اور یہ سب خرابیاں بکرے کے ذبح کو مقصود، ضروری یا آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔

(۱۹)...... عام صدقہ وخیرات مستحب اور زیادہ سے زیادہ سنت عمل ہے، اور شریعت کا اصول ہے کہ اگر کسی سنت ومستحب عمل میں مفاسد پیدا ہو جائیں تو اس کا ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ مفاسد کے ساتھ اس عمل کو انجام دینا ثواب کا باعث نہیں رہتا بلکہ الٹا گناہ کا باعث ہو جاتا ہے، اور جانور کے صدقہ کی مروجہ رسم میں ایک کے بجائے کئی مفاسد شامل ہو گئے ہیں، جن کی وجہ سے اب یہ ثواب کے بجائے گناہ کا باعث ہو گیا ہے، اس سے بہتر تھا کہ صدقہ کیا ہی نہ جاتا، کیونکہ اس صورت میں کوئی گناہ نہیں تھا، اور اگر کرنا ہی تھا تو ایسے طریقہ پر کیا جاتا جس سے صدقہ کا مقصد اور ثواب تو حاصل ہوتا، اور اس کا بہتر طریقہ نقدی وغیرہ کی شکل میں تھا۔

غرضیکہ بکرے کے صدقہ کی اس مروجہ رسم میں اس قسم کی تمام رسمیں غلط ہیں جن میں بجائے ثواب کے گناہ ہے۔ ان میں بعض چیزیں حرام اور بدعت ہیں اور بعض شرک کے قریب پہنچا دینے والی ہیں۔ جب بکرے کی رسم میں اتنی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں تو بکرے کے بجائے نقدی کی صورت میں صدقہ کرنا چاہئے یا کسی اور ضرورت کی چیز سے صدقہ کرنا چاہئے، اگر کوئی شخص خرابیوں سے بچ کر بھی بکرا صدقہ کرے تب بھی قولی یا عملی طور پر اس رسم کی تائید ہوتی ہے اور مروجہ رسم کو تقویت پہنچتی ہے، لہٰذا ان تمام پابندیوں کو چھوڑ کر صدقہ میں شریعت کی دی ہوئی آسانی سے فائدہ اٹھانا چاہئے (تفصیل اور دلائل کے لئے ہمارا رسالہ "صدقہ کا صحیح طریقہ اور بکرے کا صدقہ" ملاحظہ فرمائیں)

دو لھے شاہ کی چوہی کی رسم اور تعاون

ہمارے یہاں رائج شدہ ''دولھے شاہ کی چوہی'' کی رسم جہالت کی ایک بدترین مثال ہے، یہ رسم غیر شرعی اور غیر اخلاقی بنیادوں پر انتہائی ظالمانہ ہے جو جاہلانہ روایت کی بناء پر معصوم بچوں کو تختۂ مشق بنا کر سرانجام دی جاتی ہے۔

معصوم بچوں کے سروں پر خاص وضع کی لوہے کی ٹوپیاں چڑھا دی جاتی ہیں ان ٹوپیوں کی وجہ سے بچوں کا سر چھوٹا رہ جاتا ہے۔نرم ونازک سر کے ساتھ کیا جانے والا یہ سلوک انتہائی ظالمانہ اور جاہلانہ ہے۔یہ بچے عموماً وہ ہوتے ہیں جن کے والدین کسی مزار پر جا کر اس طرح کی منت مانتے ہیں کہ مثلاً ''اگر ہمارے اولاد ہوگئی تو ہم پہلا بچہ یہاں نذرانے کے طور پر پیش کریں گے'' پھر اگر اللہ کے حکم سے اولاد ہو جاتی ہے تو یہ لوگ اپنی مانی ہوئی منت کے مطابق اسے یہاں بے یار ومددگار چھوڑ دیتے ہیں یا اغواء کاری کے ذریعہ سے بچوں کو یہاں لایا جاتا ہے، اور پھر وہاں کے گدی نشین اور مجاور وغیرہ اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق ان معصوم بچوں کے ساتھ ہر قسم کا غیر انسانی سلوک کر کے ان کے حواس تک معطل یا ناقص کر دیتے ہیں اور غلاموں سے بھی زیادہ بدتر سلوک ان کے ساتھ برتا جاتا ہے، ان معصوم بچوں کے سروں پر لوہے کی ٹوپیاں وغیرہ چڑھا کر ان کے سروں کو بڑھنے نہیں دیا جاتا تاکہ اپنی خاص علامت کی وجہ سے لوگوں میں شناخت ہو سکے اور پھر ان کے ذریعہ سے مانگنے کے پیشہ کا کام لیا جاسکے اور ان کو مانگنے کے سوا دنیا کی کسی بھی چیز کی تعلیم اور تربیت نہیں دی جاتی اور اس طرح ان کو دنیا کی تمام نعمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے جس سے ان کی پیدائش کا اصل مقصد ہی یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے پھر کچھ سمجھدار ہونے پر ان مظلوم بچوں کو یا تو فروخت کر دیا جاتا ہے یا پھر ایک مدت کے لئے مخصوص لوگوں کو مانگنے کے لئے ٹھیکے پر دے دیا جاتا ہے، جس میں بعض اوقات نیلامی اور بولی لگا کر بھاری بھرکم رقم وصول کی جاتی ہے۔

معلوم نہیں کہ ان بچوں کے والدین کی غیرت انسانی وایمانی کہاں چلی جاتی ہے کہ وہ لوگ اس قسم کی منت چڑھا کر ایمان کی دولت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور اولاد کی نعمت سے بھی۔اور اس طرح

اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر کے "خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ" کا مصداق ہوتے ہیں۔ ۔

نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

خوب سمجھ لیجئے! کہ اس قسم کی رسمیں غیر اسلامی اور غیر انسانی ہیں، جن سے ہر مسلمان کو بچنا فرض ہے۔ ان کے بارے میں ایک بات یہ مشہور ہے کہ دولے شاہ کی چوہی کو دینا اور ان کا تعاون کرنا ضروری ہے ورنہ بددعا لگ جاتی ہے اور جب سے ان لوگوں کو دینے کا رواج زیادہ ہوا ہے اس وقت سے اس ظالمانہ رسم میں زیادہ ہی ترقی ہوگئی ہے، بلکہ اس رسم کی وجہ سے بچوں کے اغواء ہونے کے واقعات میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔

لہٰذا ان کا تعاون کرنا ایک طرح سے اس رسم کو فروغ دینا اور عام کرنا ہے جو گناہ کا باعث ہے نہ کہ ثواب کا، پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ہزاروں کی مقدار میں روزمرہ کی جمع شدہ رقم ان مظلوموں پر خرچ نہیں کی جاتی بلکہ ظالم جابر لوگوں کے ہاتھ چڑھتی ہے اور انہی کی عیاشیوں میں خرچ ہوتی ہے، لہٰذا یہ تعاون درحقیقت ان ظالم و جابر لوگوں کا تعاون ہے جو کہ جائز نہیں کیونکہ گناہ کا تعاون کرنا بھی گناہ ہے، اس کے بجائے کسی دوسرے کارِ خیر میں خرچ کرنا چاہئے۔

بھنگ، چرس وغیرہ کو "فقیری بوٹی" قرار دینا

بہت سے لوگ بھنگ، چرس وغیرہ جیسی نشہ آور چیزوں کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ قرار دیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ سے وصال یا عرش کی سیر ہو جاتی ہے اس میں جاہل عوام کے علاوہ ان نام نہاد اور جعلی پیروں، فقیروں کا زیادہ ہاتھ ہے جنہوں نے اپنی دکان چمکانے اور اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لئے اس قسم کی ڈھکوسلے بازیاں عوام میں پھیلا رکھی ہیں، اسی قسم کے جعلی اور دکاندار پیروں، فقیروں نے جاہل عوام کے ذہنوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کو "فقیری بوٹی" کا نام دے دیا ہے، اسی وجہ سے اس قسم کے جعلی پیروں اور نام نہاد گدی نشین فقیروں کے درباروں پر ان نشہ آور چیزوں کی گرم بازاری نظر آتی ہے اور پیر اور مریدین مل جل کر اس شیطانی کھیل کو کھیلتے ہیں اور اس میں زیادہ افسوسناک بلکہ ایمان شکن معاملہ یہ ہے کہ

اس عمل کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح کی نشہ آور چیزیں شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہیں، جن کو اختیار کرنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کوئی قرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ دوری ہوتی ہے۔ بھلا کبیرہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا سبب بن سکتے ہیں؟

غیر شرعی چلّہ کشی وغیرہ کو بزرگی کا ذریعہ سمجھنا

بہت سے لوگ ایسی حرکات وسکنات کو بزرگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں جن میں کسی قسم کا کوئی ثواب نہیں بلکہ وہ چیزیں رہبانیت کے زمرے میں آتی ہیں اور اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں، چنانچہ جو شخص شادی بیاہ نہ کرے (خواہ غیر شرعی طریقے پر اپنی نفسانی خواہشات پوری کرتا رہے) اسی طرح جو شخص ایک خاص مدت تک لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر ایک مدت گزار لے (خواہ کتنے ہی اپنے ذمہ میں واجب شدہ حقوق تلف کر دے) یا کسی سے خاص مدت تک بات چیت کرنا اور زبان کا استعمال چھوڑ دے (یہاں تک کہ خیر کی باتیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی نہ کرے) یا ایک مدت تک ننگا دھڑنگا رہے اور اپنے ستر کو نہ چھپائے (اور ہمہ وقت اس کبیرہ گناہ میں مبتلاء رہے) یا ایک مدت تک غسل وغیرہ نہ کرے (اور جنابت کی حالت میں ناپاک رہے اور نماز جیسے اہم فریضوں کو بھی غارت کرتا رہے) یا ایک مدت تک کھانا پینا چھوڑ دے، یا کوئی خاص علامت اپنی متعین کرلے مثلاً خاص تعداد میں کسی کو ڈنڈے مارنا وغیرہ، اس قسم کے لوگوں کے بارے میں مشہور کر دیا جاتا ہے کہ یہ بہت اونچے درجے کے بزرگ ہیں اور بڑے بڑے مجاہدات وریاضات کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں حالانکہ اس طرح کے مجاہدے اور حرکات نہ تو قرآن وحدیث کی روشنی میں کوئی ثواب کا باعث ہیں اور نہ ہی حضور ﷺ کی اتباع کی نشانی ہیں اور نہ ہی ایمان کے ساتھ ان کا کوئی خاص تعلق ہے، کیونکہ اس طرح کے مجاہدے اور حرکات اور چلہ کشیاں تو کفار اور ہندو مشرک بھی کر لیتے ہیں تو کیا ان کو بھی بزرگ قرار دیا جائے گا؟

یاد رکھئے! پیغمبر ﷺ کے خلاف چل کر ہرگز منزل تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی: پیغمبر ﷺ کے خلاف راستے پر چلنے سے ہرگز منزل تک رسائی نہیں ہوسکتی۔

ولایت کے کسی مقام پر پہنچ کر شرعی احکام معاف سمجھنا

بعض جاہلوں کا اعتقاد ہے کہ فقیری میں کوئی ایسا درجہ آتا ہے کہ وہاں پہنچ کر شرعی احکام ساقط اور معاف ہوجاتے ہیں۔

یہ اعتقاد صریح کفر ہے (جب تک ہوش وحواس قائم رہیں ہرگز شرعی احکام معاف نہیں ہوسکتے، البتہ بے ہوشی میں معذوری ہے) افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں کو اس طرح کے کفریہ دعوے کرنے سے شرم نہیں آتی اور نہ ہی ایمان میں کوئی خلل معلوم ہوتا ہے، ان لوگوں کو نہ عورتوں سے پردہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ نماز، روزوں وغیرہ جیسے احکام بجالانے کی۔ اور کہا جاتا ہے کہ پیر سے پردہ نہیں ہوتا اور فقیروں کی نماز ظاہر کی نہیں ہوتی بلکہ دل والی ہوتی ہے جس میں ظاہری جسم کے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، اس قسم کے لوگوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمارا تعلق تصوف والی لائن سے ہے اور تصوف شریعت سے جدا چیز ہے۔

یہ سراسر جہالت ہے کیا نعوذ باللہ یہ لوگ حضور ﷺ سے بھی بڑھ گئے؟ کہ آپ ﷺ نے آخر وقت تک اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ [1]

مخصوص اوقات یا جگہوں میں چراغ جلانا

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ جہاں مردہ کو غسل دیا جائے وہاں تین دن چراغ جلایا جائے ورنہ مردہ کی نحوست باقی رہ جاتی ہے۔

---

[1] ومن جنس ذالک مایدعیہ بعض من یدعی التصوف انہ بلغ حالۃ بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلاۃ وحل لہ شرب الخمر والمعاصی واکل مال السلطان فہذامما لاشک وجوب قتلہ اذ ضررہ فی الدین اعظم وینفتح بہ باب من الاباحۃ لاینسد وضرر ہذا فوق ضرر من یقول بالاباحۃ مطلقا فانہ یمتنع عن الاصغاء الیہ لظہور کفرہ اما ہذا فیزعم انہ لم یرتکب الاتخصیص عموم التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین وتتداعی ہذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ (ردالمحتار ج ۳، کتاب الجہاد باب المرتد)

اسی طرح بعض لوگ اپنے گھروں وغیرہ میں چراغ جلانے کے لئے کمرے مخصوص کردیتے ہیں اور وہاں ہر روز یا آٹھویں دن چراغ جلانے کو ضروری خیال کرتے ہیں اور اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ یہاں ہوائی یا روحانی مخلوق یا کسی بزرگ کی روح آتی ہے اور بعض جاہل لوگ تو بعض کمروں کو اس غرض کے لئے مخصوص کردیتے ہیں اور اپنے استعمال میں نہیں لاتے۔ اس طرح کی باتیں اور خیالات شرعاً بالکل بے بنیاد ہیں اور یہ بھی زمانہ جاہلیت کی عامہ سے مشابہ چیز ہے۔ البتہ کسی جگہ جنات وشیاطین کے اثرات کا ہونا ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جھوٹ بول کر جاہل لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح کی باتیں ڈال دیں۔ اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر نئی دلہن کنویں پر پانی لینے جائے تو پہلے کنویں پر چراغ جلائے پھر پانی لائے، یہ سب واہیات باتیں ہیں۔

بہشتی دروازے کی شرعی حیثیت

بعض لوگوں نے کسی مزار وغیرہ پر مخصوص دروازہ بنا کر یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ یہ بہشتی دروازہ ہے اور جو شخص اس میں سے گزر جاتا ہے اس کا جنت میں پہنچنا یقینی ہوجاتا ہے، ناواقف مسلمان آسان جنت حاصل کرنے کے لئے دور دراز سے سفر کر کے وہاں پہنچتے ہیں اور اس دروازے سے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس قسم کی چیزوں کی طرف لوگوں کا اتنا رجوع ہوتا ہے کہ بسا اوقات اس موقع کو حاصل کرنے کے لئے رات بھر جاگنے کی مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے کیونکہ پہلے سے دور دراز سے آنے والوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس کا موقع نہیں مل پاتا۔

یاد رکھئے! کہ کسی دروازے وغیرہ کو اس طرح کی حیثیت دینا بالکل غلط اور باطل ہے بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے، جب حرمین شریفین کو یہ مقام حاصل نہیں کہ ”صرف وہاں چلے جانا بخشش کے لئے کافی نہیں بلکہ بخشش ومغفرت اور جنت کا مستحق بننے کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ عمل کی ضرورت ہے“ تو پھر کونسا مقام ایسا ہوسکتا ہے جس کو یہ حیثیت دی جائے۔ قرآن، حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات وفرمودات سے اس قسم کے سستے نسخوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سورج گرہن کے متعلق چند غلط خیالات

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ سورج گرہن کے وقت حاملہ عورت یا اس کے شوہر کو اس دن کوئی بھی کام نہیں کرنا چاہئے ورنہ کام کرنے سے بچہ پر اس کا اثر آجاتا ہے مثلاً اس دن اگر کوئی چیز کاٹے گی تو بچہ کا کوئی حصہ کٹا ہوگا۔ شریعت میں ایسی کوئی بات ثابت نہیں، اس دن سورج گرہن کے وقت صدقہ وخیرات اور توبہ واستغفار اور نماز ودعاء میں مشغول ہونے کا تو ذکر ہے ان باتوں کا نہیں۔

اسی طرح بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ سورج گرہن کے وقت گائے، بھینس، بکری اور دیگر جانوروں کے گلے سے زنجیر، رسی وغیرہ کھول دینی چاہئے یہ بھی توہمات میں سے ہے جو غالباً ہندو معاشرے سے منتقل ہوئی ہے۔

بعض لوگ سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت شادی بیاہ کی تقریبات کو منحوس سمجھتے ہیں۔

یہ بھی شریعت سے ثابت نہیں اور جہالت والی سوچ ہے۔

پتھروں کی غلط تاثیرات کا عقیدہ

بعض لوگ مختلف قسم کے پتھروں (مثلاً فیروزہ، عقیق، زمرد، یاقوت، لعل وغیرہ) کو انسانی زندگی پر اثر انداز سمجھتے ہیں (یہ بھی ''نوء'' یعنی ستاروں کے اثرات کے عقیدہ سے ملتی جلتی چیز ہے، جس کی تفصیل اپنے مقام پر گزر چکی ہے)

شرعی اعتبار سے پتھر انسانی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے، کسی خاص قسم کے پتھر سے انسان مبارک، اور کسی سے نامبارک نہیں ہوتا۔

پتھروں کو مبارک یا نامبارک سمجھنا اور انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کا عقیدہ رکھنا مشرک قوموں کا عقیدہ ہے۔ مبارک یا نامبارک انسان کے اپنے اعمال ہیں۔

فیروزہ نامی پتھر کی حیثیت

بعض لوگ فیروزہ نامی پتھر کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور انسانی زندگی کی بہترائی کے لئے مہنگے ترین

داموں میں خرید و فروخت کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔

بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام فیروز تھا۔ اس کے نام کو عام اور مقبول کرنے کے لئے سبائیوں نے فیروزہ کو متبرک پتھر کی حیثیت سے پیش کیا اور پتھر کے بارے میں نحوست یا برکت کا تصور سبائی افکار کا شاخسانہ ہے (ملاحظہ ہو" آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۷۷)

مُردہ کی بعض چیزوں کو منحوس سمجھنا

بعض لوگ کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتے ہیں، کہتے ہیں یہ درخت مردے کے کام آتا ہے، اس لیے اس کو گھر میں نہ ہونا چاہیے، کیونکہ بدشگونی ہے۔

بعض لوگ مردے کی چارپائی کو اور اس کے کپڑوں کو منحوس سمجھتے ہیں مگر تعجب ہے کہ اس کے معمولی کپڑوں کو تو منحوس سمجھا جاتا ہے لیکن اگر اس کا کوئی قیمتی اور عالی شان کپڑا، چادر وغیرہ ہو یا اس کی جائیداد اور رقم ہو تو اس کو منحوس نہیں سمجھتے۔

حالانکہ اگر مُردے کے پہنے ہوئے کپڑے ہونے کی وجہ سے نحوست آئی ہے تو قیمتی کپڑوں میں بھی نحوست آنا چاہیے، اور اگر نحوست کی وجہ یہ ہے کہ یہ مُردہ کا مال ہے تو اس کی جائیداد میں بھی نحوست آنی چاہیے، وہ بھی تو مُردہ ہی کا مال ہے۔

پس مردہ کی چیزوں کو منحوس سمجھنے کا یہ عقیدہ بالکل بے ہودہ ہے، مسلمانوں میں اس کا رواج ہندوؤں سے آیا (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۴۵۰ بتغیر)

اس دور کی چند رائج متفرق توہُّم پرستیاں اور جاہلانہ خیالات وافکار

مندرجہ بالا توہم پرستیوں کے علاوہ اور بھی بے شمار بے ہودہ خیالات افکار اور توہمات ہمارے یہاں پھیلے ہوئے ہیں، جن میں سے چند ایک یہاں مختصراً ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)...... بعض لوگ بچہ کا نام قرآن سے فال نکال کر رکھتے ہیں جس کا طریقہ یہ گھڑا ہوا ہے کہ باوضو قرآن مجید کھول کر انگلی رکھتے ہیں، جس لفظ پر انگلی پڑ جائے وہی نام منتخب کر لیتے ہیں۔

حالانکہ یہ غلط طریقہ ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں کہ ان کا بطور نام رکھنا جائز نہیں مثلاً خنزیر اور کتے وغیرہ کے الفاظ بھی قرآن مجید میں موجود ہیں اور اس قسم کے فال لیتے وقت ان الفاظ پر انگلی کا رکھا جانا ممکن ہے (نام رکھنے کا اسلامی طریقہ یہ نہیں ہے، بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ از خود اچھے اور شریعت کی نظر میں پسندیدہ نام رکھے جائیں)

(۲)...... بعض لوگ کبوتروں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر وہ گھر میں ہوں تو ان کو آنے والی مصیبت کا پہلے سے پتہ چل جاتا ہے اور وہ اس مصیبت کو اپنے سر لے لیتے ہیں اور اہل خانہ بچ جاتے ہیں، اور بعض لوگ اس کے برعکس یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر گھر میں کبوتر موجود ہو تو اس گھر میں نحوست آجاتی ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

حالانکہ یہ دونوں باتیں مہمل ہیں، اللہ کے حکم سے جو مصیبت گناہوں کی شامت سے آنے والی ہو وہ کسی جانور کی وجہ سے ہرگز نہیں رک سکتی، بلکہ اس کے لیے توبہ کرنا اور گناہ چھوڑ کر اللہ سے اپنا تعلق جوڑنا ضروری ہے، اسی طرح کسی جانور کی وجہ سے اس طرح ہرگز نحوست نہیں آتی اور نہ ہی کسی کی موت واقع ہوتی ہے بلکہ موت وزندگی کا تعلق تو حکمِ الٰہی سے ہے۔

(۳)...... بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس گھر میں کوئی بھی جانور ہو، اُس گھر میں اگر کوئی مصیبت آئے تو وہ جانور اُس مصیبت کو اپنے سَر لے لیتے ہیں اور انسان مصیبت سے محفوظ رہتے ہیں۔

جبکہ شرعاً یہ بات ثابت نہیں۔

(۴)...... اسی طرح بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس گھر میں تیتر ہو اُس میں شیطان اور جادو کا

اثر نہیں ہوتا۔

اس بات کا بھی کوئی ثبوت شریعت سے نہیں ہے۔

(۵)...... اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مکان وغیرہ کی دیوار پر کوا بولے یا منہ سے لقمہ گر جائے یا آٹا گوندھتے ہوئے پانی زیادہ ڈل جائے یا روٹی پکاتے ہوئے ٹوٹ جائے یا توا جھلملانے لگے تو مہمان آتا ہے، اور یہ چیزیں مہمان کی آمد کی طرف اشارہ ہیں۔

مگر اس کی بھی شرعاً کوئی حقیقت نہیں، منگھڑت باتیں ہیں۔

(۶)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کسی گھر میں لڑائی کرانا منظور ہو تو اس گھر میں "سہ" یعنی خارپشت (وہ جانور جس کی کمر پر کانٹے ہوتے ہیں) کا کانٹا رکھ دیا جائے جب تک وہ کانٹا اس گھر میں رہے گا وہ گھر والے لڑتے رہیں گے۔

شرعاً اس کی بھی کوئی اصل نہیں، اور اس پر یقین کرنا بھی جائز نہیں، نیز آپس میں لڑائی کرانے کی غرض ویسے بھی گناہ ہے۔

(۷)...... بعض لوگ عصر اور مغرب کے درمیان کھانے پینے سے منع کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عصر و مغرب کے درمیان کھانا پینا نہیں چاہئے کیونکہ یہ وقت مُردوں کے کھانے کا ہے، کہ نزع کے وقت انسان کو ایسا محسوس ہوگا کہ عصر و مغرب کا درمیانی وقت ہے اور ایسے وقت شیطان شراب کا پیالہ پینے کو دیتا ہے تو جن لوگوں کو عصر و مغرب کے درمیان کھانے کی عادت ہوگی وہ شراب کا پیالہ پی لیں گے اور جن کو عادت نہ ہوگی وہ اس سے بچے رہیں گے۔

یہ جہالت کی بات ہے کسی صحیح سند سے یہ بات ثابت نہیں۔

(۸)...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ عصر اور مغرب کے درمیان کھانے پینے سے پرہیز کیا جائے تو روزہ کا ثواب ملتا ہے۔

حالانکہ یہ بھی جاہلانہ سوچ ہے، کیونکہ نہ تو عصر سے مغرب تک روزہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں روزہ کا ثواب ہوتا ہے۔

(۹)...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ کی ہتھیلی پر خارش ہو تو پیسہ ملتا ہے اور پاؤں کے تلوے پر

خارش ہو تو سفر پیش آتا ہے۔

یہ بھی بے بنیاد سوچ ہے، اور ایسی کوئی بات شرعاً ثابت نہیں۔

(۱۰)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بائیں یا دائیں آنکھ پھڑکے تو اچھا یا بُرا معاملہ پیش آتا ہے۔

شرعاً ایسا عقیدہ رکھنا بھی گناہ ہے۔

(۱۱)...... اگر کوئی کسی کام سے جارہا ہو اور پیچھے سے کوئی بلالے تو کہتے ہیں کہ وہ کام نہ ہوگا، لہٰذا اس وجہ سے کسی کام سے جانے والے شخص کو پیچھے سے آواز نہیں دینی چاہیے۔

یہ بھی توہم پرستی میں داخل ہے۔

(۱۲)...... اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر بلی خاص طور پر کالے رنگ کی بلی راستہ کاٹ دے تو سفر یا کام میں برکت اور خیر نہیں ہوتی۔

یہ بھی توہم پرستی ہے۔

(۱۳)...... بعض لوگ کسی جگہ بلی کے رونے کو کسی کی موت آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

جبکہ یہ عقیدہ بھی اسلام کے مطابق نہیں۔

(۱۴)...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جانور مثلاً بلی کے بولنے سے موت پھیلتی ہے۔

یہ سوچ بھی زمانہ جاہلیت کی سوچ پر مبنی ہے اور اسلام نے اس قسم کی بدشگونی سے منع فرمایا ہے۔

(۱۵)...... اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کتے کے رونے سے وباء آتی ہے۔

مگر اس طرح کی کوئی بات شریعت سے ثابت نہیں۔

(۱۶)...... اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کہیں جارہا ہو اور دوسرے شخص کو چھینک آجائے تو جانے والے کا کام بگڑ جاتا ہے لہٰذا اسے واپس آجانا چاہیے۔

حالانکہ یہ بھی توہم پرستی میں داخل ہے۔

(۱۷)...... بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے یا منہ سے چراغ بجھانے یا رات کو آئینہ میں چہرہ دیکھنے یا عصر کے بعد جھاڑو دینے کو معیوب یا بُرا اور منحوس سمجھتے ہیں۔

حالانکہ اس میں شرعاً کوئی عیب اور نحوست نہیں ہے۔

(۱۸)......اسی طرح بعض لوگ رات کو ناخن کاٹنے کو برا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے نیستی اور نحوست آتی ہے۔
جبکہ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

(۱۹)......بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہر آدمی پر اس کی عمر کا مثلاً تیسرا اور آٹھواں، تیرھواں اور اٹھارواں، اکیسواں اور اڑتیسواں، چیتالیسواں اور اڑتالیسواں سال یا اور کوئی دوسرا مخصوص سال بھاری ہوتا ہے۔
یہ بھی منگھڑت نظریہ ہے۔

(۲۰)......بعض عورتیں ایسی عورت کے پاس جانے اور بیٹھنے سے منع کرتی ہیں جس کے بچے اکثر مرجاتے ہوں۔اور یہ کہتی ہیں کہ ''مرت بیائی'' لگ جائے گی۔
جبکہ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

(۲۱)......بعض لوگ خیال رکھتے ہیں کہ اگر کسی کو ہچکی بندھ جائے یا چھینک آئے تو کسی کے یاد کرنے کی علامت ہے۔
یہ سوچ بھی خود ساختہ اور منگھڑت ہے۔

(۲۲)......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر اپنی زبان دانتوں کے نیچے دب جائے تو یہ کسی کے گالی دینے کی علامت ہے۔
جبکہ یہ سوچ بھی غلط ہے، اور اس کی بنیاد پر کسی کو گالی دینے کا حکم لگانا درست نہیں۔

(۲۳)......بعض لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صبح سویرے جو کام کیا جاتا ہے شام تک انسان کو اسی حالت کا سامنا رہتا ہے۔
اس عقیدہ کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں۔

(۲۴)......بعض لوگ صبح کے وقت بعض چیزوں کا ضرورت میں بھی نام لینے کو منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔
جبکہ شریعت کی طرف اس طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

(۲۵)...... بعض لوگ کسی کا کوئی کام نہ ہونے کی صورت میں کہتے ہیں کہ:

"آج صبح کسی منحوس کا منہ دیکھا ہے کہ کام نہیں ہوا"

حالانکہ یہ بھی گناہ والی سوچ اور دوسرے پر بے جا الزام ہے۔

(۲۶)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کو دوسرے کے ہاتھ سے جھاڑو لگ جائے تو یہ منحوس ہوتا ہے اور اس کے جواب میں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ "میں کنویں میں نمک ڈال دونگا جس سے تیرے منہ پر چھائیاں پڑ جائیں گی" تو پھر نحوست سے نجات ہو جاتی ہے۔

حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، سب واہیات ہے۔

(۲۷)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ جس کے جھاڑو ماری جاتی ہے اس کا بدن سوکھ جاتا ہے اور اگر جھاڑو پر تھتکار دیا جائے تو سوکھیا کے مرض سے بچ جاتا ہے۔

اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

(۲۸)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کو ڈوئی (سالن بنانے والا لکڑی کا بڑا چمچ) مارا جائے تو اس کو "ہوکا" ہو جاتا ہے یعنی وہ زیادہ کھانا کھانے لگتا ہے۔

حالانکہ یہ خیال بھی جہالت پر مبنی ہے۔ نیز کسی کو بلا وجہ مارنا یا تکلیف پہنچانا اور ایسی بے جا چیزوں سے مارنا بھی اچھی بات نہیں۔

(۲۹)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر مرغی اذان دے تو اسے فوراً ذبح کر دینا چاہئے کیونکہ اس سے وباء پھیلتی ہے۔

حالانکہ یہ تصور غلط ہے، نیز شریعت ایسے وقت مرغی کے ذبح کو ضروری قرار نہیں دیتی۔

(۳۰)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر شام کے وقت (یا کسی دوسرے بے وقت) مرغا اذان دے تو اسے فوراً ذبح کر دینا چاہئے کیونکہ یہ اچھا نہیں، بدشگونی کی علامت ہے۔

جبکہ یہ خیال توہم پرستی میں داخل ہے۔

(۳۱)...... بعض لوگ جمعہ یا کسی اور خاص دن میں کپڑے دھونے کو معیوب اور منحوس سمجھتے ہیں۔

یہ بھی جاہلیت کی سوچ ہے، شرعاً کسی بھی دن کپڑے دھونا معیوب و منحوس نہیں۔

(۳۲)......بعض لوگ چھوٹے بچے کے سرہانے چھری، استرا یا اور کوئی لوہے کی چیز رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس سے بچہ بدنظری اور جنات وشیاطین سے محفوظ رہتا ہے۔

حالانکہ یہ سوچ زمانہ جاہلیت والی ہے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

(۳۳)......بعض لوگ فوت شدہ شخص کی استعمالی چیزیں اور خاص کر وہ کپڑے جن میں کوئی شخص فوت ہوا ہو، ان کو منحوس سمجھتے ہیں اور ان چیزوں کو اپنے گھروں میں یا اپنے پاس رکھنا گوارا نہیں کرتے۔

حالانکہ شرعاً یہ سوچ غلط ہے، مردہ کا مال شرعی حقوق میں استعمال ہوتا ہے اگر شرعی حقوق کے مطابق وہ ملکیت میں پہنچے تو حلال ہے، مرنے کی وجہ سے اس کے ساتھ کوئی نحوست وابستہ نہیں ہوتی۔

(۳۴)......بعض لوگ دریا کے پلوں وغیرہ سے گزرتے ہوئے اس میں روپے، پیسے ڈالدیتے ہے اور اس کو صدقہ یا بلا کے دور ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالانکہ شرعاً یہ صدقہ نہیں بلکہ مال کو ضائع کرنا ہے اور کوئی کارِ ثواب نہیں بلکہ موجب وبال اور توہم پرستی کا شاخسانہ ہے۔

(۳۵)......بعض لوگ شادی کے موقع پر دولہا، دلہن کے گھر میں آنے سے پہلے گھر کے دروازہ میں دونوں طرف تیل ڈالتے ہیں اور اس کو آپس میں محبت کا ذریعہ اور آفتوں کو دور کرنے کا سبب سمجھتے ہیں۔

حالانکہ یہ بھی بڑی سخت توہم پرستی وجہالت اور گناہ کی بات ہے۔

(۳۶)......بعض علاقوں میں دلہن کے شوہر کے گھر میں پہلی مرتبہ داخل ہونے پر اس کے سامنے قرآن مجید یا سپارہ کھول کر رکھا جاتا ہے پھر وہ اس میں کچھ رقم رکھتی ہے، اور اس کے بعد اس رقم کو اٹھا کر صدقہ وغیرہ کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے دلہن کو اس گھر میں کسی چیز کی تنگی نہ ہوگی۔

یہ بھی واہیات بات ہے اور اس قسم کا عقیدہ اور عمل جائز نہیں بلکہ اس میں اللہ کے کلام کی ایک طرح سے بے حرمتی ہے۔

(۳۷)......اسی طرح بعض علاقوں میں دلہن کو رخصت کرتے وقت قرآن مجید کے نیچے سے گزارا جاتا ہے، اور اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دلہن ہر قسم کی بلاؤں سے محفوظ ہو جاتی ہے اور قرآن مجید کے سایہ میں آجاتی ہے۔

حالانکہ یہ بھی جاہلوں کی من گھڑت سوچ ہے، اس طرح قرآن مجید کے سایہ سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ بات قرآن مجید کے نازل ہونے کے مقاصد میں سے ہے، قرآن مجید کا سایہ تو اس کو پڑھنے اور اسی پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳۸)......بعض لوگوں میں رسم ہے کہ جب گھر میں نئی دلہن آتی ہے تو اس کے اوپر سے چاول یا گندم پھینکے جاتے ہیں اور اس سے یہ تصور قائم کیا جاتا ہے کہ رزق میں تنگی سے حفاظت رہے گی۔

یہ بھی جاہلانہ بلکہ ہندوانہ رسم اور رزق کا ضیاع ہے۔

(۳۹)......جن گھرانوں میں لڑکوں کے بجائے لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں، بعض لوگ ان لڑکیوں یا ان کی ماؤں کو منحوس سمجھتے ہیں۔

حالانکہ یہ ہندوانہ سوچ ہے، جس کا شرعاً کوئی وجود نہیں۔

(۴۰)......بعض لوگ کیلے اور بیری کے درخت کو منحوس سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مردہ کے کام میں آتے ہیں۔

یہ تصور اور نظریہ بھی غیر اسلامی ہے، ورنہ تو کیلا کھانے اور بیر کھانے میں بھی نحوست ہوتی۔

(۴۱)......بعض لوگ بارش نہ ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کے اوپر پانی پھینکتے اور ڈالتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس عمل سے بارش ہو جائے گی۔ اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بارش نہ ہونے کی صورت میں اگر کسی خاص بزرگ کی قبر پر پانی ڈال دیا جائے تو اس عمل سے بارش کا نزول ہو جاتا ہے یا اگر مور بولے یا چڑیاں ریت میں نہائیں تو یہ بارش ہونے کی نشانی ہوتی ہے۔

حالانکہ یہ جاہلوں کی بناوٹی سوچ ہے، بارانِ رحمت کے لئے توبہ و استغفار اور گناہوں کا چھوڑنا ضروری ہے، اسی سے اللہ کی رحمت کا مستحق ہوا جاتا ہے، کسی پر پانی ڈالنے یا نہ ڈالنے سے بارش ہونے یا نہ ہونے کا کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تو حکمِ الٰہی کے تابع ہے۔

(۴۲)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کسی کی شادی کے وقت بارش ہو جائے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس نے شادی سے پہلے ضرور ہانڈی یا ڈوئی یا چمچ چاٹا ہوگا۔

یہ سب واہیات باتیں ہیں، کسی کے بارے میں ایسا گمان کر لینا گناہ ہے۔

(۴۳)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ جب اولے پڑیں تو موسل کو سیاہ کر کے باہر پھینک دیا جائے تو اولے بند ہو جاتے ہیں۔

یہ نظریہ بھی لوگوں کا خود ساختہ اور من گھڑت ہے۔

(۴۴)...... بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ جب بارش زیادہ ہونے لگے تو جھاڑو کو چارپائی کے پائے کے نیچے دبا دیا جائے یا جلتی ہوئی لکڑی کو برستی ہوئی بارش میں پھینک دیا جائے تو اس سے بارش بند ہو جاتی ہے اور بعض لوگ زیادہ بارش ہونے کے وقت مٹی کا ایک چھوٹا سا پتلا بنا کر چھت کے پرنالے کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بارش رک جائے گی۔

حالانکہ ان حرکتوں سے بارش کے ہونے یا رکنے کا کوئی بھی تعلق نہیں، بارش کا برسانا اور نہ برسانا خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی نسبت ایسی بے بنیاد چیزوں کی طرف کرنا ایمان کو کمزور کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے انسان کے توکل کو ہٹا دیتا ہے۔

(۴۵)...... بعض لوگ چوری چکاری ہو جانے پر لوٹے یا گھڑے وغیرہ سے فال نکالتے ہیں جس کے نام کی پرچی پر لوٹا وغیرہ گھوم جاتا ہے اسے چور قرار دے دیتے ہیں۔

حالانکہ اس قسم کے فال سے کسی پر کوئی الزام و بہتان باندھنا اور یقین کر لینا کہ یہی مجرم ہے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

(۴۶)...... بعض لوگ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان یا شعبان کے مہینے میں یا کسی اور مخصوص مہینے، دن اور تاریخ میں شادی کو معیوب سمجھتے ہیں۔

حالانکہ اسلام نے کوئی مہینہ اور دن یا وقت ایسا نہیں بتایا جس میں نکاح منحوس یا منع ہو۔

(۴۷)...... بعض لوگ غیر شرعی منتیں ماننے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، خاص طور پر مختلف مزاروں پر جا کر اس طرح کی منتیں مانی جاتی ہیں مثلاً مزار پر چادر چڑھانے کی منت، دیگ چڑھانے یا بکرا،

مرغا وغیرہ نذر کرنے کی منت، قبروں کا طواف کرنے کی منت اور وہاں جاکر خصوصی سلام یا مالی نذرانہ پیش کرنے کی منت، یا وہاں سال میں عرس وغیرہ کے موقع پر یا ہر جمعرات یا کسی اور دن میں حاضری دینے کی منت اور پھر ان کے پورا کرنے کو بہت زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہ گمان بھی رکھتے ہیں کہ ان چیزوں کی وجہ سے ہمارے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

حالانکہ شرعاً اس طرح کی منتیں ماننا حرام اور ان منتوں کو پورا کرنا سخت گناہ ہے، بلکہ بعض حالات میں شرک ہے، اس لئے اس قسم کی منتیں ماننے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

(۴۸)...... بعض لوگ اپنے بچوں کے سروں پر ایک طرف کو کسی بزرگ کے نام کی بالوں کی لٹ چھوڑ دیتے ہیں جس کی پہلے سے منت مانی ہوئی ہوتی ہے، اسی طرح بعض لوگ اپنے بچوں کے کسی بزرگ یا دربار کے لئے منت مان کر ناک اور کان وغیرہ میں سوراخ کرا لیتے ہیں، اور اسی طرح کی بعض دوسری حرکتیں بھی بزرگوں، درباروں اور مزاروں کے حوالے سے انجام دی جاتی ہیں۔

حالانکہ اس قسم کی تمام حرکتیں کبیرہ گناہ اور بعض شرک کے قریب ہیں، اس طرح کی منت ماننا بھی گناہ ہے اور منت ماننے کے بعد اس کا پورا کرنا بھی گناہ ہے۔

(۴۹)...... مشہور ہے کہ اگر کوئی مانگنے والا اللہ کے نام پر مانگے تو اس کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرنا چاہئے ورنہ اللہ کی پکڑ آ جاتی ہے۔

حالانکہ شرعاً ایسی کوئی بات نہیں، کیونکہ بہت سے مانگنے والے پیشہ ور فقیر ہوتے ہیں (جن کا پیشہ اور دھندا ہی مانگنا اور کھانا ہوتا ہے) یا صحیح مستحق نہیں ہوتے یا غیر شرعی کاموں کے لئے مانگتے ہیں اور ایسے لوگوں کا تو خود سوال کرنا اور مانگنا ہی حرام ہے اور سوال کرنے پر ایسے لوگوں کو دینا بھی باعث وبال ہے خواہ وہ اللہ ہی کے نام پر کیوں نہ مانگیں، اور جو صحیح مستحق ہو اس کی مدد کرنا کار ثواب ہے خواہ وہ اللہ کے نام پر بھی نہ مانگے بلکہ بالکل بھی نہ مانگے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو ہر قسم کے مانگنے والے کو دینا ثواب سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کسی سائل کو خالی نہیں بھیجنا چاہئے۔

(۵۰)...... بعض لوگ درباروں اور مزاروں کے نام پر (عرس وغیرہ کے لئے) چندہ کرنے والوں

کا تعاون کرنا بہت بڑا ثواب خیال کرتے ہیں، جبکہ مانگنے والے اکثر اور بیشتر نشہ کے عادی یا پیشہ ور لوگ ہوتے ہیں، اسی طرح دوسری رسوم مثلاً میلاد النبی کے جلوس، گیارہویں وغیرہ کے لئے تعاون کرنے کو بھی بہت باعث برکت اور ضروری خیال کرتے ہیں۔

حالانکہ اس قسم کے مانگنے والوں کو چندہ دینا گناہ ہے اور ان اغراض کے لئے تعاون بھی جائز نہیں۔

(۵۱)...... بعض لوگ اور خاص کر عورتیں رات کو درخت ہلانے اور کاٹنے سے اس لیے منع کرتی ہیں کہ اس سے وہ بے چین یا بے آرام ہو جاتا ہے۔

مگر اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں، البتہ رات کو بلاضرورت درخت کی چھیڑ چھاڑ کرنا اس لیے مناسب نہیں کہ درخت پر مختلف قسم کے جانور یا پرندے موجود ہوتے ہیں اور رات کے وقت وہ آرام میں مشغول ہوتے ہیں، یہ اُن کی تکلیف کا باعث ہے اور بعض اوقات کوئی موذی جانور کاٹ بھی لیتا ہے۔

(۵۲)...... بعض لوگ جنازہ دیکھ کر ہر حال میں کھڑا ہونا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا تو اس کا ہمزاد یا نحوستی کا اثر ہمارے اوپر پڑ جائے گا۔

حالانکہ شرعاً یہ بات بھی ثابت نہیں، البتہ جنازے کے ساتھ جانا مقصد ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو الگ بات ہے، ورنہ بلاضرورت جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کو ضروری سمجھنے کی رسم فضول ہے۔

(۵۳)...... بعض لوگوں اور خاص کر عورتوں میں مشہور ہے کہ نماز پڑھ کر فوراً ہی جائے نماز کا کونا الٹ دینا چاہئے ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھنے اور عبادت کرنے لگتا ہے۔

حالانکہ یہ تصور غلط ہے، یہ عجیب فلسفہ ہے کہ شیطان دوسروں کو تو عبادت سے روکتا ہے مگر خود عبادت کرتا ہے؟ شیطان کے بارے میں عبادت کا عقیدہ ہی غلط ہے، عبادت تو حکمِ الٰہی بجالانے کا نام ہے، جبکہ شیطان حکمِ الٰہی کا سب سے بڑا نافرمان اور منکر ہے۔ لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جائے نماز الٹی نہ جائے تو شیطان نماز پڑھتا ہے بالکل مہمل اور لایعنی بات ہے۔ البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جائے نماز کو اس لئے تہہ کرنا یا اٹھا کر رکھنا تاکہ خراب نہ ہو یہ معقول بات ہے اور اپنی جگہ صحیح ہے، مگر اس میں شیطان کے نماز پڑھنے کا عمل دخل نہیں۔

(۵۴)...... بعض عورتیں کہتی ہیں کہ جو عورت روٹی پکاتے ہوئے درمیان میں خود کھالے وہ جنت میں داخل نہ ہوگی۔

مگر اس کی کوئی حقیقت نہیں، البتہ اگر روٹی کسی دوسرے کی ملکیت ہو، تو اس کی اجازت کے بغیر کھانا گناہ ہے۔

(۵۵)...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخصوص رنگ کے (مثلاً پیلے یا سرخ) کپڑے پہننے سے مصیبت آتی ہے۔

یہ بھی توہم پرستی ہے، کیونکہ رنگوں کے بجائے انسان اعمال سے اللہ کی نظر میں مقبول یا مردود ہوتا ہے، البتہ مَردوں کو عورتوں والے مخصوص رنگوں کا لباس پہننا شرعاً منع ہے۔

(۵۶)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ الٹی چپل پڑی ہو تو اسے سیدھی کر دینی چاہئے ورنہ لعنت اوپر کو جاتی ہے۔

حالانکہ اس طرح لعنت اوپر جانے کا تصور غلط ہے، البتہ الٹی چپل کو سیدھی کر دینا ادب کی بات ہے۔

(۵۷)...... بعض لوگ شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر نجومیوں وغیرہ سے معلوم کرتے ہیں کہ دونوں کے ستارے آپس میں ملتے ہیں یا نہیں؟

جبکہ یہ ستارہ پرستی میں داخل اور جاہلیت کی رسم ہے۔

(۵۸)...... بعض لوگ علم الاعداد میں نام وغیرہ کے اعداد کی تاثیرات کے نظریہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی ستاروں کے اثرات سے ملتا جلتا طریقہ ہے، جو کہ جائز نہیں۔

(۵۹)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ رات کو انگلیاں چٹخانے سے نحوست آتی ہے۔

مگر شرعاً اس کی بھی کوئی اصل نہیں، البتہ بلاوجہ انگلیاں چٹخانا ناپسندیدہ نہیں۔

(۶۰)...... یہ مشہور ہے کہ گائے کے سینگ بدلنے سے زلزلہ ہوتا ہے۔ اور اس بات کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی جاتی ہے کہ یہ بات آپ کے ارشاد سے واضح ہے۔

مگر اس بارے میں عرض ہے کہ کسی معتبر و مستند حدیث سے ایسا ثابت نہیں، اس لئے یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔

(۶۱)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ بیگن کو جس نفع کے لئے کھایا جائے اس سے وہی نفع اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

شریعت میں اس کی بھی کوئی صحیح سند نہیں۔

(۶۲)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ جو شخص غیر شادی شدہ فوت ہو جائے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہوتا۔

حالانکہ شرعاً یہ بھی مہمل بات ہے، البتہ بلاعذر نکاح نہ کرنا شریعت میں پسندیدہ عمل نہیں۔

(۶۳)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہیجڑے (خسرے، زنخے) معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور ان سے شرعی احکام (یہاں تک کہ ان کی نمازِ جنازہ بھی) معاف ہوتے ہیں۔

جبکہ یہ سوچ بھی غلط ہے، کیونکہ انسانوں میں معصوم تو صرف انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذات ہوتی ہے۔ اور شرعی احکام تو ان سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

(۶۴)...... مشہور ہے کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم چل کر اس کے لئے دعاء کرنی چاہئے ورنہ اس کا ہمزاد قبر سے واپس آجاتا ہے۔

مگر یہ بھی لغو بات ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا گناہ ہے (ہمزاد کے بارے میں وضاحت پہلے کی جاچکی ہے)

(۶۵)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ بارات کے آگے بہت بلائیں ہوتی ہیں اور وہ بارات سے آگے چلنے والے کو چمٹ جاتی ہیں، لہٰذا بارات کے آگے نہیں چلنا چاہئے بلکہ اس کے پیچھے یا ساتھ چلنا چاہئے۔

حالانکہ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

(۶۶)...... بعض لوگوں خاص کر عورتوں کا خیال ہے کہ چھوٹے بچے کے شروع کے دانت نکلنے کے بعد اگر دانت بجنے کی آواز آتی ہو تو یہ بچہ اپنی ننھیال پر بھاری ہوتا ہے اور اس بھاری پن کے دور کرنے کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ ننھیال والے اس بچے کو کپڑوں کا ایک جوڑا تیار کر کے دیں۔

جبکہ یہ بدفالی میں داخل ہے اور اس قسم کی سوچ بے بنیاد اور گناہ ہے۔

(۶۷)...... اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی بچے کے دانت الٹے نکل آئیں تو وہ بچہ ننھیال یا

ماں پر بھاری ہوتا ہے۔

مگر شریعت سے ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں۔

(۶۸)...... بعض لوگ خاص کر عورتیں قرآن مجید کی ہر سطر پر انگلی رکھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کو قرآن مجید کا ختم سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جس کو قرآن مجید پڑھنا نہ آتا ہو وہ پورے قرآن مجید کی سطروں پر انگلی پھیرتی جائے اور بسم اللہ پڑھتی جائے، اخیر میں اس کو پورا قرآن مجید پڑھ کر ختم کرنے کا ثواب مل جاتا ہے۔

حالانکہ یہ خیال مہمل ہے، اس سے قرآن مجید کے ختم کا ثواب نہیں ملتا بلکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۶۹)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر بیمار شخص کے لئے دو آدمی ڈاکٹر یا حکیم کو بلانے کے لئے جائیں تو اس سے بیمار صحت یاب نہیں ہوتا۔

جبکہ یہ بھی بے بنیاد اور مہمل سوچ ہے۔

(۷۰)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زمین پر نمک گرا دینے سے قیامت کے دن پلکوں سے اٹھانا پڑے گا۔

حالانکہ ایسی کوئی بات شریعت سے ثابت نہیں البتہ بلاضرورت اللہ کی نعمت کو ضائع کرنا اور اس کی بے قدری کرنا گناہ ہے۔

(۷۱)...... بعض لوگ کنواں یا بورنگ کرنے پر جب پانی نکل آئے تو اس میں کوئی میٹھی چیز ڈالتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس میں حضرت خضر ہوتے ہیں اور اس عمل کی وجہ سے پانی میٹھا برآمد ہوتا ہے اور ہمیشہ میٹھا رہتا ہے۔

جبکہ یہ عقیدہ بھی شریعت سے ثابت نہیں، بلکہ خود ساختہ ہے۔

(۷۲)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب سانپ کی عمر سو سال سے زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ انسانی روپ اختیار کر لیتا ہے۔

جبکہ یہ ہندوانہ سوچ ہے جو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔

(۷۳)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سانپ کو مار دے تو اس مرے ہوئے سانپ کا جوڑا (نر یا مادہ) اس مارنے والے شخص سے ضرور بدلہ لیتا ہے، خواہ کہیں بھی ہو۔

جبکہ شریعت سے اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ایسا عقیدہ بنالینا غلط ہے۔

(۷۴)...... بعض لوگ خاص سانپ کے کاٹے ہوئے لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر سال اسی تاریخ میں انہیں سانپ کاٹا کرتا ہے۔

مگر ایسا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، اس لیے یہ عقیدہ بنالینا بھی غلط ہے۔

(۷۵)...... بعض لوگ کافر کی استعمال شدہ کسی چیز کا خود استعمال کرنا ہر حال میں ناجائز اور نحوست کا باعث سمجھتے ہیں، خواہ وہ چیز جائز طریقہ پر حاصل ہوئی ہو اور اس میں کوئی ناپاکی بھی شامل نہ ہو اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کافر کی استعمال شدہ چیز کسی طرح پاک نہیں ہوسکتی۔

حالانکہ یہ خیال غلط ہے، ناپاک چیز کو شرعی طریقہ پر پاک کرلینے کے بعد استعمال کرنا جائز ہوجاتا ہے، اور کافر کی استعمالی چیز کے بارے میں پاک نہ ہونے کا عقیدہ بنالینا بھی درست نہیں۔

(۷۶)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر گھر کے دروازے پر گھوڑے کے تلوے میں استعمال شدہ لوہا لٹکا دیا جائے تو جنات وغیرہ گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

حالانکہ ایسی کوئی بات شریعت سے ثابت نہیں۔

(۷۷)...... بعض گھرانوں میں نئی دلہن کو خاص قسم کا کھانا پکالینے سے پہلے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا جاتا، اور اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

مگر اسلامی شریعت سے یہ پابندی ثابت نہیں۔

(۷۸)...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین پر گرم پانی ڈالنے سے زمین کو تکلیف ہوتی ہے۔

جبکہ زمین پر گرم پانی ڈالنے سے زمین کو تکلیف ہونے کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں۔

(۷۹)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کاٹا ہوا ناخن کسی کے پاؤں کے نیچے آجائے تو وہ شخص اس شخص کا (جس نے ناخن کاٹا ہے) دشمن بن جاتا ہے۔

مگر یہ بھی خود ساختہ عقیدہ اور توہم پرستی میں داخل ہے۔

(۸۰)...... بعض لوگ منگل یا بدھ کے دن سرمہ لگانے یا بال کٹانے کو برا خیال کرتے ہیں۔
حالانکہ ان دنوں میں، بلکہ کسی بھی دن میں سرمہ لگانے یا بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔
(۸۱)...... بعض عورتوں میں مشہور ہے کہ پہلے بچہ کی پیدائش سے پہلے کوئی کپڑا نہیں سینا چاہئے۔
جبکہ یہ پابندی بھی خود ساختہ ہے۔
(۸۲)...... بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ بچہ کو زوال کے وقت پالنے یا جھولے میں نہ لٹایا جائے اور نہ ہی دودھ پلایا جائے ورنہ بھوت پریت کا سایہ ہو جاتا ہے۔
مگر اس عقیدہ ونظریہ کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں۔
(۸۳)...... بعض لوگ خصوصاً عورتیں چیچک اور کنٹھی کے مرض میں علاج کرنے کو بُرا خیال کرتے ہیں اور بعض اس مرض کو بھوت پریت کا اثر سمجھتے ہیں۔
جبکہ یہ بھی اور بیماریوں کی طرح ہیں اور اللہ کے حکم سے آتی ہیں، اور ان کا علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
(۸۴)...... بعض لوگ ایسے وقت جھاڑو دینے کو منع کرتے اور منحوس سمجھتے ہیں جب کوئی سفر کو جارہا ہو یا ابھی سفر پر گیا ہو۔
حالانکہ ایسے وقت جھاڑو دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔
(۸۵)...... اسی طرح بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ جو عورت حیض یا حمل کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کو سنگل (زنجیر) ڈال کر دفن کیا جائے کیونکہ وہ ڈائن ہو جاتی ہے اور جو اسے ملے اس کو کھا جاتی ہے۔
جبکہ یہ خود ساختہ نظریہ ہے اور کسی کے متعلق ایسا عقیدہ گھڑ لینا سخت گناہ کی بات ہے۔
(۸۶)...... بعض لوگ (نعوذ باللہ تعالیٰ) سمجھتے ہیں کہ سورۃ ''ناس'' کا وظیفہ پڑھنے سے ناس ہو جاتا ہے۔
حالانکہ سورۃ ناس تو انسان کی خیر اور بھلائی کے لئے نازل ہوئی ہے، ناس ہونے کے کیا معنیٰ؟ اور پھر ''ناس'' عربی کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ انسانوں اور لوگوں کے آتے ہیں، خراب

اور ناس کرنے کے نہیں آتے، اس لئے سورۃ ناس کے ورد سے ناس ہونے کا عقیدہ بنالینا قرآن مجید اور سورۃ ناس کے مضمون کے خلاف ہے، البتہ کسی بھی چیز کا اتنا زیادہ ورد کرنا جس سے دماغ میں خشکی آجائے، یہ غلط ہے، خواہ سورۃ ناس ہو یا اور کوئی سورۃ ہو یا پھر کوئی دوسرا ذکر ہو۔

(۸۷)......بعض لوگ ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کو منحوس سمجھتے ہیں۔

حالانکہ شریعت کی رُو سے یہ منحوس عمل نہیں ہے۔

(۸۸)......بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ جب کسی عورت کے یہاں بچہ پیدا ہو تو وہ عورت ضرور چشمے یا کنویں وغیرہ پر جا کر کپڑے کا ٹکڑا باندھے۔

جبکہ شرعاً یہ بلاوجہ کی پابندی اور توہم پرستی میں داخل ہے۔

(۸۹)......بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے، یا چولہے میں ہاتھ دھولے تو مقروض ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ جاہلانہ سوچ ہے۔

(۹۰)......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دوپہر کو ٹھیک زوال کے وقت مُردہ کو دفن کرنے سے اس کا ہمزاد باہر رہ جاتا ہے اور پھر دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

جبکہ یہ بھی توہم پرستی میں داخل ہے۔

(۹۱)......بعض لوگ سوتے وقت قطب شمالی کی طرف پاؤں کرنے سے منع کرتے ہیں۔

جبکہ شریعت کے نزدیک یہ گناہ نہیں۔

(۹۲)......بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا الماری یا صندوق کو تالا لگادے تو اس کے گھر کا تالا لگ جاتا ہے یعنی اس کا گھر ویران ہو جاتا ہے۔

مگر یہ سوچ بھی جہالت پر مبنی ہے۔

(۹۳)......بعض لوگ عورت کے پہلے بچے کی ولادت کو عورت کے والدین کے گھر ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔

مگر شرعاً یہ پابندی بھی ثابت نہیں، لہٰذا اس طرح کی پابندی گناہ ہے۔

(۹۴)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ میاں بیوی کو ایک بزرگ سے مرید و بیعت نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح ایک بکری کا دودھ بھی نہیں پینا چاہئے، ورنہ دونوں بہن بھائی ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ یہ سب منگھڑت خیالات ہیں۔

(۹۵)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر خالی قینچی چلائی جائے تو اس سے لڑائی، جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔

جبکہ یہ بھی توہم پرستی کا شاخسانہ ہے۔

(۹۶)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ سورج غروب ہونے کے وقت پانی وغیرہ نہیں پینا چاہئے، ورنہ مرتے وقت شیطان شراب پلاتا ہے۔

اس کی بھی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

(۹۷)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ دو بہن بھائیوں کی شادی ایک وقت میں نہیں کرنی چاہئے ورنہ یہ شادی میاں بیوی اور گھر والوں پر منحوس اور بھاری ہوتی ہے۔

جبکہ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ [۱]

(۹۸)...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ بچہ کی پیدائش کے وقت اس کا والد جو کام کر رہا ہوتا ہے، وہ بچہ کے جسم پر داغ کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ بھی بے بنیاد سوچ ہے۔

(۹۹)...... بعض لوگ خاص طور پر عورتیں خالی پڑی ہوئی چارپائی کے سامنے نماز پڑھنے کو معیوب سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس کے سامنے نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ "مرت تیج" ہے۔

---

[۱] البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے کچھ دنیوی مصلحتوں کی وجہ سے (نہ کہ نحوست یا گناہ وغیرہ ہونے کی وجہ سے) دو بہنوں یا دو بھائیوں کی ایک وقت میں شادی کرنے سے منع کیا ہے، چنانچہ بہشتی زیور میں ہے کہ:

اپنے دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی شادی جہاں تک ہوسکے ایک دم مت کرو، کیونکہ بہوؤں میں ضرور فرق ہوگا، دامادوں میں ضرور فرق ہوگا۔ خود لڑکوں اور لڑکیوں کی صورت شکل میں، کپڑے کی سجاوٹ میں، طور صبور میں، حیا شرم میں ضرور فرق ہوگا، اور بھی بہت باتوں میں فرق ہو جاتا ہے اور لوگوں کی عادت ہے ذکر مذکور کرنے کی اور ایک کو گھٹانے اور دوسرے کو بڑھانے کی اس سے ناحق دوسرے کا جی برا ہوتا ہے (بہشتی زیور، حصہ دہم ص ۹)

حالانکہ خالی چارپائی کے سامنے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی عیب نہیں۔

(۱۰۰)...... بعض لوگ ایسے شخص کو (خواہ مرد ہو یا عورت) جس کے پاؤں چلتے ہوئے زمین پر کچھ ٹیڑھے رکھے جاتے ہوں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ منحوس ہوتا ہے۔

مگر یہ عقیدہ توہم پرستی میں داخل اور زمانہ جاہلیت سے ملتا جلتا ہے۔

(۱۰۱)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہیجڑوں کی نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں، اور اسی طرح ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی ٹھیک نہیں، اس سے دوسرے مُردوں پر نحوست پڑتی ہے۔

جبکہ شرعاً یہ بھی بے بنیاد بات ہے۔

(۱۰۲)...... اگر کوئی بات کر رہا ہو اور اس درمیان میں چراغ بجھ جائے یا بجلی (لائٹ) چلی جائے تو بعض لوگ ایسے شخص کی بات کو غلط بیانی یا جھوٹ پر محمول کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ بھی غلط سوچ ہے، کسی کے بارے میں ایسا نظریہ قائم کرلینا بدگمانی اور بدفالی میں شامل اور گناہ ہے۔

(۱۰۳)...... بعض علاقوں میں دولہا دلہن کی رخصتی کے بعد کسی بزرگ وغیرہ کی قبر پر جا کر سلام کرایا جاتا ہے، اور سمجھا جاتا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات اچھے رہتے ہیں، ورنہ اختلافات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مگر یہ عقیدہ اور طرزِ عمل منگھڑت ہے۔

(۱۰۴)...... بعض لوگ کسی کو ہدیہ میں قینچی یا چھری دینے سے گھر میں نحوست ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

مگر یہ نظریہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

(۱۰۵)...... بعض لوگ میت کو غسل دینے سے بدفالی لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میت کی نحوست غسل دینے والے کے اوپر منتقل ہو جاتی ہے۔

حالانکہ یہ نظریہ جاہلوں کا گھڑا ہوا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، شریعت نے تو میت کو غسل دینے کی فضیلت بیان کی ہے، نہ کہ نحوست۔

(۱۰۶)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب کسی کا تذکرہ کیا جائے اور تذکرہ کرتے ہی کوئی خلافِ طبیعت بات پیش آجائے یا نقصان ہوجائے، مثلاً بجلی چلی جائے، کسی کو چوٹ لگ جائے وغیرہ، تو یہ تذکرہ کیے جانے والے شخص کے بُرا یا منحوس ہونے کی نشانی ہوتی ہے۔

حالانکہ یہ بھی بے اصل اور بے بنیاد سوچ ہے۔

(۱۰۷)...... بعض لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ اگر شیطان کا ذکر کیا جائے اور اس وقت کوئی شخص آجائے تو اُس شخص کے شیطان ہونے کی نشانی ہوتی ہے۔

جبکہ اس نسبت سے کسی کی طرف شیطان کی نسبت کرنا غلط اور گناہ ہے۔

(۱۰۸)...... بعض لوگ جمعہ کے دن عید واقع ہوجانے کو عوام یا حکومت پر بھاری یا منحوس سمجھتے ہیں۔

حالانکہ شرعاً اس کی بھی کوئی اصل نہیں، حضور ﷺ کے زمانہ میں عید اور جمعہ ایک دن میں اکٹھے ہوجاتے تھے اور آپ ﷺ نے کبھی اس طرح ہونے کو بھاری یا منحوس قرار نہیں دیا۔

(۱۰۹)...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خنزیر یا سور کا نام لینے سے چالیس دن تک زبان ناپاک رہتی ہے۔

مگر شریعت میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں، البتہ بلاضرورت خنزیر کا نام لینا اور خاص طور پر کسی انسان وغیرہ کو گالی کے طور پر خنزیر یا سور کہنا درست نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

(۱۱۰)...... بعض لوگ دکان وغیرہ میں ناخن کاٹنے سے منع کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح دکان وغیرہ میں نحوست پیدا ہوجاتی ہے۔

حالانکہ یہ خیال بھی باطل ہے۔

(۱۱۱)...... بعض لوگ مردہ کے داہنے کان میں کہا سنا معاف کراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح کہا سنا معاف ہوجاتا ہے۔

جبکہ شرعی اعتبار سے اس طرح کسی مردہ کے کان میں کہا سُنا معاف کرانے سے مُردہ کی طرف سے معافی نہیں ہوتی۔

(۱۱۲)......بعض لوگ اپنی دکانوں وغیرہ میں کسی بزرگ کی تصویر لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے اُس جگہ اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔

جبکہ یہ جاہلانہ و ہندوانہ سوچ ہے، اسلامی اعتبار سے یہ عمل خیر و برکت کا باعث نہیں بلکہ گناہ اور بے برکتی کا باعث ہے، ایک تو خود یہ عمل گناہ ہے اور گناہ سے بے برکتی آتی ہے، دوسرے جاندار کی تصویر والے مقام پر رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور جو جگہ رحمت کے فرشتوں سے خالی ہو، وہاں برکت کے کیا معنیٰ؟

(۱۱۳)......بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو کوئی موت واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس دن نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تھی۔

مگر یہ عقیدہ بھی سراسر باطل ہے۔ ایک تو حضور ﷺ کی وفات کی تاریخوں میں ہی اختلاف ہے، ۱۲/ربیع الاول کو یقینی آپ ﷺ کے وصال کی تاریخ قرار دینا درست نہیں، دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ ﷺ کا وصال ۱۲ ربیع الاول کو ہوا تھا، تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی اور شخص کا اس تاریخ میں وفات پانا ممکن نہ ہو، تاریخ کے مطالعہ اور مشاہدہ سے اس تاریخ میں دوسرے لوگوں کا وفات پانا ثابت ہے۔

(۱۱۴)......بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ گلاب کا پھول آپ ﷺ کے پسینے مبارک یا معراج کی رات والے براق کے پسینے سے پیدا کیا گیا ہے۔

مگر یہ بات بھی شریعت میں صحیح سند سے ثابت نہیں۔

(۱۱۵)......بعض لوگ قبروں پر رکھے ہوئے پتھروں اور چراغوں کے تیل کو جسم پر ملتے ہیں، اور اس کو خیر و برکت اور بیماری سے شفاء کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالانکہ اس قسم کی حرکات زمانہ جاہلیت سے ملتی جلتی ہیں۔

(۱۱۶)......بعض لوگ میت کو دو مرتبہ غسل دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

جبکہ شرعاً دو مرتبہ غسل دینے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس لیے دو مرتبہ غسل کو ضروری سمجھنے کی رسم گناہ ہے، میت کو صرف ایک مرتبہ سنت کے مطابق غسل دینے پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

(۱۱۷)......بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر بیوی اپنے شوہر کو قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم دے دے، تو یہ شوہر کی استاذ بن جاتی ہے، اور نکاح ختم ہو جاتا ہے۔
مگر اس کی بھی شرعاً کوئی سند نہیں، بے بنیاد اور بے ہودہ خیال ہے۔
ہر مسلمان کو اس قسم کی بدفالیوں، بدشگونیوں اور جاہلانہ سوچوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ مختلف قسم کی بدفالیوں پر اس لئے یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اس قسم کی چیزوں کا بعض اوقات مشاہدہ کیا ہوا ہوتا ہے، اور اس مشاہدہ کی وجہ سے ان کے یقین میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے، پھر دوسرے کے نفی کرنے سے بھی وہ بات دل و دماغ سے نہیں نکلتی۔
اس سلسلہ میں دو اصول ذہن میں رکھنے چاہئیں، جن کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ بدفالی اور بدشگونی وغیرہ سے حفاظت رہے گی۔
(۱)......ممکن ہے کہ کسی کے عقیدہ خراب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں ڈھیل اور استدراج کا معاملہ ہو، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھا جاتا ہے تو عموماً خیر کا معاملہ ہی ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے بدظنی اور بدگمانی رکھی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں اسی طرح کا فیصلہ مقدر کر دیا جاتا ہے۔
(۲)......ممکن ہے کہ اس قسم کے واقعات کا وجود ایک اتفاقی چیز ہو لیکن اس نے اپنے عقیدے کی خرابی کی وجہ سے اس واقعہ کو اپنے گمان کے مطابق منطبق اور فِٹ کر لیا ہو اور یہ ایک نفسیاتی چیز ہے جس کا سمجھنا کسی عقل مند انسان کے لئے مشکل نہیں۔
اس کے علاوہ بدفالی وغیرہ کی کھٹک سے بچنے کی دعاؤں کا اہتمام کرنے سے بھی اس قسم کی بدفالیوں سے حفاظت رہتی ہے (یہ دعائیں پہلے ذکر کی جا چکی ہیں)

یہ چیزیں توہم پرستی نہیں

ممکن ہے کہ گذشتہ تفصیلات سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جائے کہ نظرِ بد، جنات، جادو، کشف وکرامات، تعویذات وعملیات اور تصوف وطریقت جیسی چیزیں بھی توہم پرستی اور جاہلانہ خیالات پر مبنی ہیں، کیونکہ توحید کے نام پر غلو کرنے والوں کی طرف سے اس قسم کے دعوے سامنے آتے رہتے ہیں، اس لئے ان چیزوں کے بارے میں بھی بقدرِ ضرورت تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

نظر لگنے کا واقعی وجود ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ (مسلم) [۱]

ترجمہ: نظر کا لگ جانا برحق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو نظرِ بد اس پر سبقت لے جاتی (ترجمہ ختم)

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ وَلَدَ جَعْفَرٍ تُسْرِعُ إِلَيْهِمُ الْعَيْنُ أَفَأَسْتَرْقِي لَهُمْ فَقَالَ نَعَمْ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ (ترمذی) [۲]

---

[۱] حدیث نمبر ۵۸۴۳، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی۔

[۲] حدیث نمبر ۱۹۸۵، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیۃ من العین، واللفظ لہ، ابن ماجۃ حدیث نمبر ۳۵۰۱، مسند احمد حدیث نمبر ۲۷۴۷۰۔

قال الترمذی:

وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَبُرَيْدَةَ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وفی حاشیۃ مسند احمد:

حدیث حسن، عروۃ بن عامر -وھو المکی- روی عنہ جمعٌ، وذکرہ ابنُ حبان فی "الثقات"، وقیل: لہ صحبۃ، والصحیح أنہ تابعی، وعُبید -ویقال: عُبید اللہ- بن رِفاعۃ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت اسماء بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جعفر کے بچوں کو بہت جلد نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کے لئے جھاڑ پھونک کرلیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو نظر اس پر سبقت لے جاتی (ترجمہ ختم)

فائدہ: نظرِ بد تو برحق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز طے شدہ ہے، اس پر کوئی چیز غالب نہیں آتی، یہاں تک کہ نظرِ بد جیسی تیز ترین چیز بھی۔

اور نظرِ بد جس چیز پر اثر انداز ہوتی ہے، خواہ وہ اس چیز کی تباہی و ہلاکت کی شکل میں ہو، یا کسی اور شکل میں، تو وہ باذنِ الٰہی ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزُّرَقي مختلف في صحبته كذلك، وقد روى عنه جمع، وذكره ابنُ حِبّان في "الثقات"، وقال العجلي :تابعي ثقة .وبقية رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح.

وقال الالباني:

قلت :و رجاله ثقات مشهورون من رجال الشيخين غير عبيد بن رفاعة و هو ثقة و غير عروة بن عامر ، قال في التقريب " :مختلف في صحبته ، له حديث في الطيرة و ذكره ابن حبان في ثقات التابعين . "ثم أخرج الترمذي الحديث من طريق أيوب عن عمرو بن دينار عن عروة بن عامر عن عبيد بن رفاعة عن أسماء بنت عميس عن النبي صلى الله عليه وسلم .قلت :فصرح أيوب أنه من مسند أسماء خلاف المتبادر من رواية سفيان الأولى .و للحديث شاهد صحيح من رواية ابن عباس تقدم قبله .و قد رواه الترمذي بلفظ ":لو كان شيء سابق القدر لسبقته العين و إذا استغسلتم فاغسلوا . "و قال ": حديث حسن صحيح (السلسلة الصحيحة ،تحت حديث رقم ۱۲۵۲)

[1] وعن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي قال العين أي أثرها حق وتحقيقه أن الشيء لا يعان إلا بعد كماله وكل كامل يعقبه النقص ولما كان ظهور القضاء بعد العين أضيف ذلك إليها فلو كان شيء سابق القدر أي غالبه في السبق سبقته العين أي لغلبته العين والمعنى لو أمكن أن يسبق القدر شيء فيؤثر في إفناء شيء وزواله قبل أوانه المقدر له سبقت العين القدر وحاصله إن لإهلاك ولا ضرر بغير القضاء والقدر ففيه مبالغة لكونها سببا في شدة ضررها ومذهب أهل السنة إن العين يفسد ويهلك عند نظر العائن بفعل الله تعالى أجرى العادة أن يخلق الضرر عند مقابلة هذا الشخص لشخص آخر قال النووي فيه إثبات القدر وإن الأشياء كلها بقدر الله تعالى قال الطيبي المعنى أن فرض شيء له قوة وتأثير عظيم سبق المقدر لكان عينا والعين لا يسبق فكيف بغيرها وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْعَيْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ (حلية الأولياء، لابی نعيم الاصبهانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظرِ بد (باذنِ الٰہی) آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں داخل کردیتی ہے (ترجمہ ختم)

دیگ میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ نظرِ بد کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اسے ذبح کرنا پڑتا ہے، اور اس کا گوشت دیگ میں پکنے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ ۲

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التوربشتي قوله العين حق أي الإصابة بالعين من جملة ما تحقق كونه وقوله ولو كان شيء سابق القدر كالمؤكد للقول الأول وفيه تنبيه على سرعة نفوذها وتأثيرها في الذوات وإذا استغسلتم بصيغة المجهول فاغسلوا كانوا يرون أن يؤمر العائن فيغسل أطرافه وما تحت الإزار فتصب غسالته على المعين يستشفون بذلك فأمرهم النبي أن لا يمتنعوا عن الاغتسال إذا أريد منهم ذلك وأدنى ما في ذلك دفع الوهم من ذلك وليس لأحد أن ينكر الخواص المودعة في أمثال ذلك ويستبعدها من قدرة الله وحكمته لا سيما وقد شهد بها الرسول وأمر بها (مرقاة، كتاب الطب والرقى)

۱ ج۳ص ۱۹۱ واللفظ له، مسند الشهاب القضاعي، حديث نمبر ۹۸۵، إن العين لتدخل الرجل القبر، تاريخ بغداد ج۹ ص ۲۴۳.

قال الالباني:

وإسناده حسن عندي (السلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۱۲۴۹)

۲ (العين تدخل الرجل القبر) أي تقتله فيدفن في القبر (وتدخل الجمل القدر) أي إذا أصابته مات أو أشرف على الموت فذبحه مالكه وطبخه في القدر يعني أن العين داء والداء يقتل فينبغي للعائن أن يبادر إلى ما يعجبه بالبركة ويكون ذلك رقية منه (فائدة) أخرج ابن عساكر أن سعيدا الساجي من كراماته أنه قيل له: احفظ ناقتك من فلان العائن فقال: لا سبيل له عليها فعانها فسقطت تضطرب فأخبر الساجي فوقف عليه فقال: بسم الله حبس حابس وشهاب قابس رددت عين العائن عليه وعلى أحب الناس إليه وعلى كبده وكلوتيه وشيق رقي ماله يليق فارجع البصر هل ترى من فطور الآية فخرجت حدقتا العائن وسلمت الناقة. (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوي، تحت حديث رقم ۵۷۴۸)

اَلْعَیْنُ حَقٌّ، تَسْتَنْزِلُ الْحَالِقَ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: نظرِ بد برحق ہے، جو بلند ترین پہاڑ سے بھی نیچے گرا سکتی ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نظرِ بد میں اتنی تاثیر ہے کہ اس کے اثر سے انسان بلند ترین جگہ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کر لیتا ہے۔ [2]

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَیْنَ لَتُوْلَعُ الرَّجُلَ بِإِذْنِ اللّٰہِ، حَتّٰی یَصْعَدَ حَالِقًا ثُمَّ یَتَرَدّٰی مِنْہُ (مسند احمد) [3]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظرِ بد باذنِ الٰہی آدمی پر تیزی سے اثر انداز ہوتی

---

[1] حدیث نمبر ۲۳۷۷، وحدیث نمبر ۲۶۸۱، واللفظ لہ، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۲۲۲۲، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۶۰۲.

قال الحاکم: "ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ بِھٰذِہِ الزِّیَادَۃِ"

وقال الذھبی فی التلخیص: صحیح۔

وفی حاشیۃ مسند احمد:

حسن لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

قال الالبانی:

الحدیث لہ شاھد بلفظ: (إن العین لتولع الرجل) وقد مضی برقم (۸۸۹) فھو بہ حسن إن شاء اللہ تعالی (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی تحت حدیث رقم ۱۲۵۰)

[2] (العین حق) أی الإصابۃ بالعین من جملۃ ما تحقق کونہ (تستنزل الحالق) أی الجبل العالی قال الحکماء: والعائن یبعث من عینہ قوۃ سمیۃ تتصل بالمعان فیھلک أو یھلک نفسہ قال: ولا یبعد ان تنبعث جواھر لطیفۃ غیر مرئیۃ من العین فتتصل بالمعین وتتخلل مسام بدنہ فیخلق اللہ الھلاک عندھا کما یخلقہ عند شرب السم وھو بالحقیقۃ فعل اللہ قال المازری: وھذا لیس علی القطع بل جائز ان یکون، وأمر العین مجرب محسوس لا ینکرہ إلا معاند (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۵۷۳۵)

[3] حدیث نمبر ۲۱۳۰۲، واللفظ لہ، مسند البزار حدیث نمبر ۳۹۷۲.

قال الھیثمی:

رواہ أحمد والبزار ورجال أحمد ثقات (مجمع الزوائد ج۵ص۱۰۶، باب ما جاء فی العین)

قال الالبانی:

قلت: وللحدیث شاھد بلفظ: "العین حق تستنزل الحالق" فھو بہ قوی (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی تحت حدیث رقم ۸۸۹)

ہے، یہاں تک کہ اس کو بلند پہاڑ پر چڑھا دیتی ہے، پھر اس کو وہاں سے گرا دیتی ہے

(ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ نظرِ بد کا حقیقت میں وجود ہے۔ اور نظرِ بد چونکہ حسد اور رشک کی طرح ایک نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے جو دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

لہٰذا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نابینا ہو اور اس کے سامنے دوسرے کے اوصاف و حالات بیان کئے جائیں جن کو سن کر اس کے اندر یہ نفسیاتی کیفیت پیدا ہو اور اس کے ذریعہ سے اس کی نظر دوسرے کو لگ جائے، اور کبھی بغیر ارادے کے بھی یہ نفسیاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر اس کے ارادہ کے بغیر بھی دوسروں کو نظر لگ جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نظرِ بد کے دَم کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نظرِ بد اور بخار اور پھوڑے پھنسی میں دَم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اِسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ (بخاری) [3]

---

[1] حدیث نمبر ۵۲۹۷، کتاب الطب، باب رقیۃ العین، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۴۳۴۵۔

[2] حدیث نمبر ۵۸۵۳، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۲۱۷۳۔

[3] حدیث نمبر ۵۲۹۸، کتاب الطب، باب رقیۃ العین، واللفظ لہٗ، مسلم حدیث نمبر ۵۸۵۳۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک بچی کے چہرے پر شیطانی اثرات دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لئے جھاڑ پھونک کرو کیونکہ اس کو نظر ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتْ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی ﷺ جنات اور انسانوں کی نظرِ بد سے پناہ مانگتے تھے، یہاں تک کہ معوذتین (یعنی سورہ فلق وسورہ ناس) نازل ہوگئیں، ان دو سورتوں کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے (نظرِ بد سے حفاظت کے لئے) ان دونوں سورتوں کو اختیار کرلیا، اور ان کے علاوہ اور چیزوں کو چھوڑ دیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ سورہ فلق اور سورہ ناس کے نازل ہونے کے بعد آپ نظرِ بد سے حفاظت کے لئے عام طور ان دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے، کیونکہ ان دونوں سورتوں میں نظرِ بد سے حفاظت کی بہت زیادہ تاثیر ہے، اور اسی وجہ سے ان دونوں سورتوں کا بطورِ خاص حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

اور دوسری احادیث میں سورہ فاتحہ کے ذریعہ سے بھی دَم کرنے کا ذکر ہے۔

لہٰذا سورہ فاتحہ کے ذریعہ سے دَم کرنا بھی درست ہے۔

اس کے علاوہ اور دعاؤں کے ذریعہ سے دَم کرنا احادیث سے ثابت ہے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۱۹۸۳، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیۃ بالمعوذتین واللفظ لہ، ابن ماجۃ حدیث نمبر ۳۵۰۲۔

قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

[2] (كان يتعوذ من الجان) أى يقول أعوذ بالله من الجان (وعين الإنسان) من نفس يضوس إذا تحرك وذلك يتحرك فيه الجن والإنس وعين كل ناظر (حتى نزلت المعوذتان فلما نزلتا (أخذ بهما وترك ما سواهما) أى مما كان يتعوذ به من الكلام غير القرآن لما ثبت أنه كان يرقى بالفاتحة وفيهما الاستعاذة بالله فكان يرقى بها تارة ويرقى بالمعوذتين أخرى لما تضمنتاه من الاستعاذة من كل مكروه إذ الاستعاذة من شر ما خلق تعم كل شر يستعاذ منه فى الأشباح والأرواح والاستعاذة من شر الغاسق وهو الليل وآيته أو القمر إذا غاب يتضمن الاستعاذة من شر ما ينتشر فيه من الأرواح الخبيثة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :اِشْتَكَيْتَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والاستعاذة من شر النفاثات تتضمن الاستعاذة من شر السواحر وسحرهن والاستعاذة من شر الحاسد تتضمن الاستعاذة من شر النفوس الخبيثة المؤذية والسورة الثانية تتضمن الاستعاذة من شر الإنس والجن فجمعت السورتان الاستعاذة من كل شر فكانا جديرين بالأخذ بهما وترك ما عداهما.

قال ابن حجر :هذا لا يدل على المنع من التعوذ بغير هاتين السورتين بل يدل على الأولوية سيما مع ثبوت التعوذ بغيرهما وإنما اكتفى بهما لما اشتملتا عليه من جوامع الكلم والاستعاذة من كل مكروه جملة وتفصيلا(فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ٦٩٤٣)

(وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال :كان رسول الله يتعوذ من الجان وعين الإنسان) لعظم ضررهما :أي كان يقول اللهم إني أعوذ بك من الجان وعين الإنسان (حتى نزلت المعوذتان، فلما نزلتا) أي المعوذتان (أخذ بهما) في التعوذ لعمومهما لذلك وغيره (وترك ما سواهما) من التعاويذ (رواه الترمذي وقال :حديث حسن) وإنما اختصا بذلك لاشتمالهما على الجوامع في المستعاذ به والمستعاذ منه، أما الأول فلأن الافتتاح برب الفلق مؤذن بطلب فيض رباني يزيل كل ظلمة في الاعتقاد أو العمل أو الحال، لأن الفلق الصبح وهو وقت فيضان الأنوار ونزول البركات وقسم الأرزاق وذلك مناسب للمستعاذ منه .وأما الثاني لأنه في الأولى ابتدأ في ذكر المستعاذ منه بإعلام وهو شرّ كل مخلوق حيّ أو جماد فيه شر في البدن أو المال أو الدنيا أو الدين كإحراق النار وقتل السمّ، ثم بالخاص اعتناء به لخفاء أمره، إذ يلحق الإنسان من حيث لا يعلم كأنه يغتال به، وهو القمر إذا غاب لأن الظلمة التي تعقب ذلك تكون سبباً لصعوبة التحرز من الشرّ المسبب عنها، ثم نفث الساحرات في عقدهن الموجب لسريان شرهن في الروح على أبلغ وجه وأخفاه فهو أدق من الأول، ثم بشرّ الحاسد في وقت التهاب نار حسده فيه لأنه حينئذ يسعى في إيصال أدق المكائد المذهبة للنفس والدين فهو أدق وأعظم من الثاني، وفي الثانية خص شرّ الموسوس في الصدور من الجنة والناس لأن شرّه حينئذ يعادل تلك الشرور بأسرها، لأنها إذا كانت في صدر المستعيذ ينشأ عنهما كل كفر وبدعة، وضلالة، ومن ثم زاد التأكيد والمبالغة في جانب المستعاذ به إيذاناً بعظمة المستعاذ منه، وكأنه قيل أعوذ من شرّ الموسوس إلى الناس بمن رباهم بنعمه وملكهم بقهره وقوته، وهو إلههم ومعبودهم الذي يستعيذون به ممن سواه ويعتقدون أن لا ملجأ لهم إلا إياه، وختم به لأنه مختص به تعالى، بخلاف الأولين فإنهما قد يطلقان على غيره .(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،باب في الحث على سور)

يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ "نَعَمْ" قَالَ "بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ، وَعَيْنٍ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۱۲۲۵) [1]

ترجمہ: جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے محمد! آپ کو بیماری کی شکایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک، جبریل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ، وَعَيْنٍ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ.

یعنی اللہ کے نام سے میں آپ پر دَم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہنچائے، اور ہر جاندار کے شر سے اور نظرِ بد سے اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطا فرمائیں، اللہ کے نام سے میں آپ پر دَم کرتا ہوں (ترجمہ ختم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ وَيَقُولُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی ﷺ حضرت حسن اور حسین کو جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے باپ (حضرت ابراہیم) حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو ان کلمات کے ساتھ جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعہ سے ہر شیطان اور موذی چیز اور ہر نظرِ بد

---

[1] إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي نضرة -وهو المنذر بن مالك العبدي العوقي- فمن رجال مسلم، وهو ثقة (حاشية مسند احمد)

[2] حدیث نمبر ۳۱۲۰، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلا.

سے پناہ طلب کرتا ہوں (ترجمہ ختم)

بعض جاہل لوگوں خاص کر عورتوں نے نظرِ بد سے حفاظت کے لیے مختلف غیر شرعی ٹونے ٹوٹکے گھڑ رکھے ہیں، شرعاً ان کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا ان پر اعتماد کرنے کے بجائے شرعی طریقوں سے علاج معالجہ کرنا چاہئے۔

یاد رہے کہ مذکورہ تفصیل نظرِ بد کے اپنی ذات میں موجود ہونے سے متعلق تھی، لیکن بعض لوگ جو بلاوجہ ہر وقت بات بات پر نظرِ بد، نظرِ بد کی رٹ لگائے رکھتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر کہتے ہیں کہ نظر لگ گئی ہے، یہ صحیح نہیں، ہر وقت خواہ مخواہ کا وہم اچھا نہیں۔

جنات وشیاطین کا وجود برحق ہے

جتنے بھی آسمانی مذاہب کی طرف نسبت رکھنے والے لوگ ہیں، وہ بلکہ ہندو، سکھ وغیرہ کی اکثریت بھی جنات اور شیاطین کے وجود کی قائل ہے اور اکثر فلاسفہ بھی اس کے قائل چلے آئے ہیں۔

البتہ کچھ لوگ صرف عقل کے بل بوتے پر جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر جنات کا کوئی وجود ہوتا تو وہ ہمیں ضرور نظر آیا کرتے۔ حالانکہ ان لوگوں کی یہ بات قرآن وسنت کے مفصل دلائل، بلکہ خود صحیح عقل کے بھی خلاف ہے۔

قرآن مجید میں جنات اور شیاطین کا ذکر سینکڑوں مرتبہ آیا ہے، جو جنات اور شیاطین کے وجود کی قطعی اور پختہ دلیل ہے۔

اہلِ اسلام کے لئے تو قرآن مجید کے بعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

رہا احادیث کا معاملہ تو آپ ﷺ نے جنات اور شیاطین کا سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ تذکرہ فرمایا ہے جو اہلِ علم حضرات احادیث میں خوب ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور یہ کہنا کہ چونکہ جنات اور شیاطین ہمیں نظر نہیں آتے اس لئے ہم ان کا وجود نہیں مانتے، یہ بات خود عقل کے خلاف ہے کیونکہ دنیا میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں کہ جو ہمیں اپنی آنکھوں سے نظر نہیں آتیں مگر ان کو عوام وخواص سب تسلیم کرتے ہیں۔

اس لئے جو لوگ قرآن مجید اور حضور علیہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تو جنات کا وجود تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں، اور جو لوگ اس کے منکر ہیں ان کے پاس نفی کی کوئی دلیل اس کے سوا نہیں کہ یہ مخلوق ان کی نظر سے اوجھل ہے (ملاحظہ ہو "تاریخ جنات وشیاطین" از مولانا امداد اللہ انور صاحب: اردو ترجمہ "لقط المرجان فی احکام الجان" علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

لَمْ يُخَالِفْ أَحَدٌ مِّنْ طَوَائِفِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ وُجُوْدِ الْجِنِّ وَجُمْهُوْرُ طَوَائِفِ الْكُفَّارِ عَلٰى إِثْبَاتِ الْجِنِّ أَمَّا أَهْلُ الْكِتَابِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَهُمْ مُقِرُّوْنَ بِهِمْ كَإِقْرَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِنْ وُجِدَ فِيْهِمْ مَنْ يُّنْكِرُ ذٰلِكَ ...... وَهٰذَا لِأَنَّ وُجُوْدَ الْجِنِّ تَوَاتَرَتْ بِهِ أَخْبَارُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ تَوَاتُرًا مَعْلُوْمًا بِالْإِضْطِرَارِ (آكام المرجان في احكام الجان، الباب الاول في بيان اثبات الجن والخلاف فيه)

ترجمہ: مسلمانوں کی تمام جماعتیں جنات کے وجود کو تسلیم کرتی ہیں اور اکثر کافروں کی کی جماعتیں جنات کے ثبوت پر متفق ہیں، اور یہود ونصاریٰ، اہلِ کتاب بھی جنات کو مسلمانوں کی طرح تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض لوگ اس کا انکار بھی کرتے ہیں...... کیونکہ جن کے وجود کی احادیث انبیاء علیہم السلام سے متواتر اور واضح طریقہ پر منقول ہیں (ترجمہ ختم)

یہاں بھی یاد رہے! کہ یہ تفصیل جنات کے اپنی ذات میں وجود سے متعلق تھی، لیکن آج کل بعض لوگ ہر ہر بات پر اور ذرا سی بیماری، پریشانی آنے پر یہ وہم کیا کرتے ہیں کہ جنات وآسیب کا اثر ہو گیا ہے، یہ غلط سوچ ہے بلا دلیل ایسی سوچ قائم کر لینا صحیح نہیں۔

اسی طرح دکان دار اور جھوٹے عاملوں کی باتوں میں آکر جنات کے اثر کا یقین کر لینا بھی صحیح نہیں، ہاں جب کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہو جائے تو پھر الگ بات ہے۔

جادو کا وجود برحق ہے

آج کل بعض لوگ جادو کے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں اور اسے بھی توہم پرستی میں شمار کرتے ہیں جبکہ قرآن وسنت اور مشاہدات کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ جادو کا وجود برحق ہے اور جادو کے ذریعہ سے دوسرے کو نقصان پہنچانا ممکن ہے۔

بلکہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر بھی جادو کرایا گیا تھا اور آپ ﷺ پر اس کا کچھ اثر بھی ہو گیا تھا لیکن یہ اثر اس درجہ کا نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے نبوت کے منصب کے کسی عمل میں خلل واقع ہوا ہو، کیونکہ جادو درحقیقت طبعی اسباب ہی کا اثر ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام طبعی اسباب کے اثرات سے متاثر ہو سکتے ہیں جیسے بھوک، پیاس کا اثر، بیماری میں مبتلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ [1]

قرآن وحدیث کی اصطلاح میں جادو ایسے عمل کو کہا گیا ہے جس میں کفر وشرک اور فسق وفجور اختیار کر کے جنات وشیاطین کو راضی کیا گیا ہو اور ان سے مدد لی گئی ہو جس کے نتیجہ میں کچھ عجیب واقعات ظاہر ہو گئے ہوں اور جادو کی مختلف قسمیں ہیں، جس جادو میں کوئی عمل کفر کا اختیار کیا گیا ہو جیسے شیاطین سے استغاثہ واستمداد (یعنی اُن سے حاجت برآری اور مدد طلب کرنا) یا ستاروں کی تاثیر کو مستقل ماننا یا جادو کو معجزہ قرار دے کر اپنی نبوت وغیرہ کا دعویٰ کرنا تو یہ جادو بالاجماع کفر ہے اور جس میں یہ اور اس جیسے دوسرے کفریہ افعال نہ ہوں، مگر گناہوں کا ارتکاب کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے (معارف القرآن ج۱ ص۲۷۲)

---

[1] مذهب أهل الحق أن السحر حق ومعناه أنه موجود، وأنكرت المعتزلة ذلک قالوا لا أصل له، والدليل عليه قصة هاروت وماروت وهو ظاهر في نص القرآن والدليل عليه اتفاق أهل التفسير على أن نزول المعوذتين في سحر لبيد بن أعصم لرسول الله، والدليل عليه أن عبد الله بن عمر رضي الله عنه سحرته اليهود فتكوعت يده فأجلاهم عمر عن ديارهم وروى أن جارية لعائشة سحرتها فباعتها عائشة والدليل عليه إجماع الفقهاء على السحر واختلافهم في أحكامه حتى تكلموا في وجوب القصاص على من قتل بالسحر فدل ذلک على أنه موجود فإذا ثبت كون السحر موجودا فالسحر موافق للكرامة إلا أن السحر لا يظهر إلا على يد فاسق والكرامة لا تظهر على يد فاسق بل تظهر على يد من يكون حاله موافقا للشرع والدين (الغنية في أصول الدين، فصل في حد العلم)

یہاں بھی یہ بات دھرانا ضروری ہے کہ بعض وہمی قسم کے لوگ ہر ہر بات میں اپنے یا کسی اور کے اوپر جادو اور سحر کا شک کر لیتے ہیں، بلکہ جادو کرنے والے کی بھی بلا دلیل تعیین کر لیتے ہیں یا جھوٹے عاملوں کے کہنے پر اس قسم کا یقین کر لیتے ہیں۔ حالانکہ بلا کسی معتبر دلیل کے کسی پر بدگمانی کرنا بڑا گناہ ہے۔

کشف وکرامات کی حیثیت

بعض لوگ اولیائے کرام کے کشف وکرامات کا انکار کرتے ہیں، اور اس کو بھی توہم پرستی میں شمار کرتے ہیں اور بعض لوگ کشف وکرامات سرزد ہونے پر اولیاء کرام کی طرف خدائی صفات منسوب کرتے ہیں۔

یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور حق بات ان دونوں کے درمیان ہے کہ کشف وکرامات کا صدور اولیائے کرام سے ممکن ہے (اور اس کے بے شمار دلائل قرآن وحدیث اور واقعات ومشاہدات سے ثابت ہیں) لیکن کشف وکرامات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے، یعنی کرامت ولی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے، جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات حق ہیں، مگر وہ اللہ کی قدرت پر مبنی ہیں، اسی طرح اولیائے کرام کی کرامات بھی حق ہیں لیکن ان کے صادر کرنے میں اولیائے عظام کا کوئی کسب واختیار نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کے ہاتھ پر کوئی کرامت ظاہر کر دیتا ہے، بسا اوقات ان کو علم اور شعور تک بھی نہیں ہوتا کہ یہ چیز بھی ہمارے ہاتھ پر ظاہر ہوگی یا ہو سکتی ہے۔

لہٰذا کشف وکرامات میں بندوں کی طرف خدائی صفات منسوب کرنا کرامت کی حقیقت سے بے خبری کی نشانی ہے۔

کرامت اس چیز کو کہتے ہیں جو نبی کی اتباع کامل کرنے والے پر ظاہر ہو اور قانونِ عادت سے خارج ہو (یعنی خلافِ عادت ہو) اور اگر وہ چیز خلافِ عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے اسی طرح اگر وہ شخص نبی کی اتباع کرنے والا نہ ہو اگرچہ اتباع کا دعویٰ کرتا ہو اس کا فعل بھی کرامت نہیں۔

پس جو لوگ ہر قسم کے شخص کے ہاتھ پر خلافِ عادت چیزیں دیکھ کر اس کو کرامت سمجھ لیتے ہیں یا ایسے شخص کے معتقد ہوجاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، جیسے مسمریزم، حاضرات ہمزاد کا عمل، جادو، ٹونا ٹوٹکا، مختلف شعبدہ بازیاں اور نظر بندی وغیرہ۔ [1]

پھر کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسّی (یعنی ظاہر میں محسوس ہونے اور نظر آنے والی) جیسے ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا وغیرہ، اور دوسری قسم معنوی ہے یعنی شریعت پر استقامت اختیار کرنا، نیک کاموں کی پابندی کرنا، اچھے اخلاق کا خوگر ہوجانا اور بُرے اخلاق سے دل کا پاک ہوجانا وغیرہ۔

محققین کے نزدیک معنوی کرامت کا درجہ زیادہ ہے کیونکہ اس میں کسی خرابی یا غلط چیز کے ساتھ مشابہت نہیں اور حسّی کرامت میں ظاہری طور پر کئی دوسرے احتمالات ہیں، اسی لئے عربی کا مشہور مقولہ ہے "اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْکَرَامَةِ" یعنی دین پر ثابت قدم رہنا (حسی) کرامت سے بڑی چیز ہے۔ [1]

---

[1] قوله : (إلا ربا من أسفلها أكثر) ضبطوه بالباء الموحدة وبالثاء المثلثة . هذا الحديث فيه كرامة ظاهرة لأبي بكر الصديق رضي الله عنه ، وفيه إثبات كرامات الأولياء ، وهو مذهب أهل السنة خلافا للمعتزلة (شرح النووي، كتاب الاشربة، باب اكرام الضيف وفضل ايثاره)

الكرامات جمع كرامة وهي اسم من الإكرام والتكريم وهي فعل خارق للعادة غير مقرون بالتحدي وقد اعترف بها أهل السنة وأنكرها المعتزلة واحتج أهل السنة بحدوث الحبل لمريم من غير فحل وحصول الرزق عندها من غير سبب ظاهر وأيضا ففي قصة أصحاب الكهف في الغار للثمانمائة سنة وأزيد في النوم أحياء من غير آفة دليل ظاهر وكذا في إحضار آصف بن برخيا عرش بلقيس قبل ارتداد الطرف حجة واضحة وأما المعتزلة فعللوا بأنه لو جاز ظهور الخارق في حق الولي لخرج الخارق عن كونه دليلا على النبوة وأجيب بأنه تمتاز المعجزة عن الكرامة باشتراط الدعوى في المعجزة وعدم اشتراطها في الكرامة بل في الحقيقة كرامة كل ولي معجزة لنبيه لدلالتها على حقية متبوعه (مرقاة المفاتيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب الكرامات)

وَعِبَارَةُ النَّسَفِيِّ فِي عَقَائِدِهِ : وَكَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ حَقٌّ ، فَتَظْهَرُ الْكَرَامَةُ عَلَى طَرِيقِ نَقْضِ الْعَادَةِ لِلْوَلِيِّ ، مِنْ قَطْعِ الْمَسَافَةِ الْبَعِيدَةِ فِي الْمُدَّةِ الْقَلِيلَةِ ، وَظُهُورِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَاللِّبَاسِ عِنْدَ الْحَاجَةِ ، وَالْمَشْيِ عَلَى الْمَاءِ وَالْهَوَاءِ ، وَكَلَامِ الْجَمَادِ وَالْعَجْمَاءِ ، وَانْدِفَاعِ الْمُتَوَجِّهِ مِنْ الْبَلَاءِ ، وَكِفَايَةِ الْمُهِمِّ مِنْ الْأَعْدَاءِ ، وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ الْأَشْيَاءِ . اهـ (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب)

مسألة ، مذهب أهل الحق جواز ظهور ما يخرق العادة على أيدي الأولياء على سبيل الكرامة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تعویذات اور عملیات کی حیثیت

آج کل بعض لوگ ہر قسم کے تعویذات وعملیات کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور ان کو جاہلیت سے جوڑتے ہیں اور اس کے برعکس بعض لوگ تعویذات وعملیات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس میں جائز وناجائز کی پرواہ کئے بغیر ہر قسم کے تعویذات کو جائز قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ تعویذات اور عملیات کا ایک درجہ میں شرعاً وجود ہے، لیکن ان کے جائز ہونے کے لئے کچھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وانكرت المعتزلة كرامات الأولياء بالكلية والدليل على ثبوتها قصة أصحاب الكهف وما كانوا أنبياء والدليل عليه قصة مريم عليها السلام فإنها خصت بكرامات فمن ذلك أن زكريا كان يجد عندها في الشتاء فاكهة الصيف وفي الصيف فاكهة الشتاء حتى قال لها أنى لك هذا قالت هو من عند الله،ومن ذلك حديث جذع النخلة وصوت الحصاء من الجذع بعدما جفت ويبست النخلة ، ومن ذلك حديث أم موسى وما ألهمت والقصة ظاهرة في القرآن ، ومن ذلك ما ظهر من الآيات لمولد رسول الله وذلك ظاهر سائغ فلم يكن معجزة لأنها سبقت دعوة النبوة والمعجزة لا تسبق النبوة ووقعت من غير دعوى وشرط المعجزة الدعوى فعلم ذلك جواز الكرامة للأولياء بخرق العادة ، والدليل عليه أن الأصول الخارقة للعادة مقدورة من الله تعالى وليست تستقبح عقلا وليس فيها قدح في المعجزات على ما نذكره فالقول بامتناعها لا وجه له ، فإن قالوا لو جاز ظهور ما يخرق العادة على يد ولي من وجه لجاز من كل وجه وتجويز ذلك مفض إلى ظهور معجزة الأنبياء على يد الأولياء وفيه تكذيب النبي الذي تحدى به وقال آية صدقي أني آتي بكذا ولا يأتي أحد بمثل ما أتيت به وإذا كان يؤدي إلى إبطال النبوات لم يجز القول به ، قلنا هذا فاسد فإن الشيء الواحد من خوارق العادة يجوز أن يكون معجزة لنبي بعد نبي وظهوره على يد نبي آخر لا يقدح في نبوة الأول فكذا بظهوره على يد ولي ، فإن قيل الذي أظهر تلك المعجزة يفيد دعواه ويقول لا يأت بمثل ذلك إلا من يدعي النبوة وكان صادقا فلا يقدح ذلك في نبوته ، قلنا إذا جاز أن تفيد الدعوى بما ذكرتم جاز أن تفيده بما تخرج منه ،الكرامة فيقول لا يأت بها مسيء ولا من يقصد تكذيبي فلا تكون الكرامة قادحا فيها لأنه لا يقصد تكذيبه ، إذا ثبت ما ذكرنا من الدلائل على جواز ظهورها بخرق العادة على يد الأولياء على سبيل الكرامة فماذا تتميز الكرامة عن المعجزة ، اختلفوا فيه فذهب قوم إلى أن شرط الكرامة أن تكون من غير إيثار واختيار من الولي والمعجزة يكون بالإيثار والاختيار فيفترقان ، وقوم قالوا يجوز ظهور الكرامة على يد الولي مع الاختيار ولكن لا يجوز ظهورها مع دعوى الولاية حتى لو ادعى الولاية وأراد إثباتها بالكرامة لم يخرق المعجزة فظهر مع دعوى النبوة ، والفرق الصحيح أن الكرامة لا تقع موافقا لدعوى الولي والمعجزة شرطها أن تكون موافقة لدعوى مدع النبوة فيظهر به الفرق(الغنية في أصول الدين،فصل في حد العلم)

شرائط ہیں مثلاً یہ کہ وہ تعویذات اور عملیات صحیح اور جائز مضامین پر مشتمل ہوں، کسی قسم کی کوئی ناجائز اور شرکیہ بات شامل نہ ہو بلکہ قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور اللہ سے حاجت برآری کی دعا وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہوں، اور جائز مقصد کے لئے ہوں نیز ان میں مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھا جائے اور کسی قسم کا کوئی غلط عقیدہ شامل نہ ہو، اور اگر ان شرائط کی خلاف ورزی ہو تو پھر جائز نہیں، پھر جائز ہونے کی صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ مستحب کہا جاسکتا ہے، فرض یا واجب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

اور آج کل بعض لوگ جو تعویذات کی تاثیر کو قطعی سمجھتے ہیں یہاں تک کہ دعاء اور دوسری تدابیر پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا کہ تعویذات پر، یہ صحیح نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ تعویذ بھی دوسری تدبیروں کی طرح ایک تدبیر اور علاج ہے، جس کا مفید ہونا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم پر موقوف ہے۔

اور بعض احادیث میں جن تعویذوں کو ناجائز اور شرک کہا گیا ہے ان سے مُراد زمانۂ جاہلیت کے رائج شدہ ٹونے ٹوٹکے ہیں، جن میں شرکیہ الفاظ پائے جاتے تھے اور شیاطین، جنات وغیرہ سے مدد حاصل کی جاتی تھی۔ [1]

---

[1] ومعنى الرقية التعويذ بالذال المعجمة وقال ابن الأثير الرقية والرقى والاسترقاء العوذة التي يرقى بها صاحب الآفة كالحمى والصرع وغير ذلك من الآفات (عمدة القاري، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات)

وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام الله تعالى أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى واختلفوا في كونها شرطا والراجح أنه لا بد من اعتبار الشروط المذكورة (فتح الباري - لابن حجر، كتاب الطب، باب الرقى)

وقال ابن الأثير وقد جاء في بعض الأحاديث جواز الرقية وفي بعضها النهي والأحاديث في القسمين كثيرة ووجه الجمع بينهما أن الرقى يكره منها ما كان بغير اللسان العربي وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه في كتبه المنزلة وأن يعتقد أن الرقيا نافعة لا محالة فيتكل عليها وإياها أراد بقوله ما توكل من استرقى ولا يكره منها ما كان بخلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن وأسماء الله والرقى المروية وقال أيضا معنى قوله لا رقية إلا من عين او حمة لا رقية أولى وانفع وهذا كما قيل لا فتى إلا علي وقد أمر غير واحد من الصحابة بالرقية وسمع بجماعة يرقون فلم ينكر عليهم وقال الخطابي لم يرد به حصر الرقية الجائزة فيهما وإنما المراد لا رقية أحق وأولى من رقية العين والحمة لشدة الضرر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تصوف وطریقت کی شرعی حیثیت

آج کی دنیا میں دین سے دوری کے باعث بہت سے لوگ تصوف اور طریقت کو بھی توہماتی چیزوں میں شامل کرتے ہیں۔ اس لئے اخیر میں اس موضوع پر بھی کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

حقیقی تصوف بھی دین کا اہم شعبہ ہے، تصوف کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، مثلاً:

(۱)......سلوک (۲)......طریقت

(۳)......احسان (۴)......علم الاخلاق

(۵)......علم القلب (۶)......اصلاحِ باطن

(۷)......تزکیۂ نفس۔

یہ سب درحقیقت ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں، البتہ تصوف یا طریقت کا لفظ زیادہ مشہور ہوگیا ہے لیکن تصوف کا اصل مقصود نہ تو صرف ذکر ہے (جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب ہم کسی شیخ سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فيهما (عمدة القاري، كتاب الطب، باب من اكتوى أو كوى غيره وفضل من لم يكتو)

ووجه الجمع أن ما كان من الرقية بغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه في كتبه المنزلة أو بغير اللسان العربي وما يعتقد منها أنها نافعة لا محالة فيتكل عليها فإنها منهية وإياها أراد عليه الصلاة والسلام بقوله ما توكل من استرقى وما كان على خلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن وأسماء الله تعالى والرقى المروية فليست بمنهية (مرقاة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

ثم ان الاصل في باب الرقية ان يكون بقراءة القرآن الكريم او بعض اسماء الله تعالى او صفاته، وينفث بها المريض، وقد ثبت ذلك من النبي ﷺ في عدة احاديث . اما كتابة المعوذات وتعليقها في عنق الصبيان والمرضى او كتابتها وسقي مدادها للمريض، فقد ثبت عن عدة من الصحابة والتابعين رضي الله عنهم..... وفي هذه الآثار حجة على من زعم في عصرنا ان كتابة التعاويذ وسقيها او تعليقها ممنوع شرعا وقد توغل بعضهم حتى زعم انه شرك واستدل بما اخرجه ابو داؤد (رقم ۳۸۸۳) عن زينب امرأة عبدالله عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال سمعت رسول الله يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك ولكن في تمام هذا الحديث مايرد على هذا الاستدلال......فتبين بهذا ان التمائم المحرمة لا علاقة لها بالتعاويذ المكتوبة المشتملة على آيات من القرآن او شيء من الذكر فانها مباحة عند جماهير فقهاء الامة بل استحبها بعض العلماء اذا كانت باذكار مأثورة كما نقل عنهم الشوكاني في النيل والله اعلم (تكمله فتح الملهم ج ۴ ص ۱۷۳، ۱۸۰ ملخصاً)

بیعت ہو جائیں گے تو وہ ہمیں وظائف بتادے گا) اور نہ ہی تصوف کا مقصد عملیات وتعویذات ہیں (جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شیخ ہمیں کچھ عملیات اور تعویذ، گنڈے وغیرہ دے گا یا یہ فن ہمیں سکھلا دے گا) اسی طرح تصوف کا مقصد صرف مراقبے کرنا اور چلے کاٹنا یا صرف بیعت ہونا بھی نہیں ہے۔البتہ ذکر اور مجاہدے اور بیعت وغیرہ اصل مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ذریعہ اور معاون ضرور ہیں، اور نہ ہی تصوف کا مقصد کشف وکرامات ہیں۔

بلکہ تصوف کا اصل مقصود اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا اور کامل شریعت پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل کرنا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى"

یعنی بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوا (یعنی تزکیہ اختیار کیا)

اور نفس کو پاکیزہ بنانا اور اس کی صفائی کرنا اتنا اہم اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تزکیۂ نفس کو حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے بیان فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ (سورہ جمعہ آیت نمبر ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ تصوف دین سے کوئی جدا نہیں ہے بلکہ دین ہی کا ایک حصہ اور بہت اہم حصہ ہے، شریعت جسم ہے اور طریقت اس کی روح، تصوف بغیر فقہ کے ناکارہ ہے اور فقہ بغیر تصوف کے بے جان ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"شریعت بغیر طریقت کے زرا فلسفہ ہے، اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ والحاد"

(تسہیل قصد السبیل)

جس طرح ہمارے بہت سے افعال واعمال ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں اسی طرح بہت سے اعمال دل اور قلب سے بھی تعلق رکھتے ہیں جن کو اعمالِ باطنہ کہا جاتا ہے۔

اور جس طرح ہمارے ظاہری افعال واعمال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور پسندیدہ (فرض، واجب، مسنون یا مستحب) ہیں اور کچھ ناپسندیدہ (حرام یا مکروہ) ہیں۔

اسی طرح باطنی اعمال بھی قرآن وسنت کی نظر میں کچھ اچھے اور پسندیدہ (فرض، واجب وغیرہ) ہیں مثلاً تقویٰ، اللہ کی محبت، اخلاص، توکل، صبر وشکر، تواضع، خشوع، قناعت، بردباری وحلم، سخاوت، حیاء، رحم دلی وغیرہ۔

ان باطنی پسندیدہ اعمال کو ''اخلاقِ حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔

اور کچھ باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں ناپسندیدہ اور برے (حرام وغیرہ) ہیں مثلاً تکبر، عجب، غرور، ریا، حبِ مال، حبِ جاہ، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگدلی، بے جا غصہ، بے صبری و ناشکری وغیرہ۔

ان باطنی ناپسندیدہ اور بُرے اعمال کو ''اخلاقِ رزیلہ'' کہا جاتا ہے۔ [1]

ان تمام ظاہری وباطنی اعمال کے بارے میں قرآن وسنت میں واضح ارشادات موجود ہیں، جس طرح شریعت کے ظاہری احکام حکمِ الٰہی ہیں اسی طرح باطنی اعمال بھی حکمِ الٰہی ہیں۔

چنانچہ جہاں

''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ''

(نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) اللہ کا واضح حکم ہے۔

---

[1] الترك والفعل أمران معتبران في ظاهر الأفعال فالذي يجب تركه هو المحرمات والذي يجب فعله هو الواجبات ومعتبران أيضاً في الأخلاق فالذي يجب حصوله هو الأخلاق الفاضلة والذي يجب تركه هو الأخلاق الذميمة (مفاتيح الغيب للعلامة فخرالدين محمد بن عمر التميمي الرازي، ج ۱۱ ص ۱۷۴، تحت سورة المائدة)

فمعرفة ما لها وما عليها من الاعتقاديات علم الكلام ومعرفة ما لها وما عليها من الوجدانيات هي علم الأخلاق والتصوف كالزهد والصبر والرضا وحضور القلب في الصلاة ونحو ذلك، ومعرفة ما لها وما عليها من العمليات هي الفقه المصطلح (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، مقدمة الكتاب، ج ۱ ص ۱۰)

اسی طرح ''اِصْبِرُوْا'' (صبر کرو) ''وَاشْكُرُوْا'' (اور شکر کرو) اللہ کے واضح حکم ہیں۔
بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظاہری اعمال بھی باطن کی اصلاح کے لئے ہیں، اور باطن کی صفائی مقصود اور موجب نجات ہے اور اس کی کدورت موجب ہلاکت ہے۔ [1]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (سورہ شمس آیت نمبر ۹، ۱۰)

ترجمہ: کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنالیا اور نامراد و محروم ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو (گناہوں میں) دبادیا (ترجمہ ختم)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (سورہ انعام آیت نمبر ۱۲۰)

ترجمہ: اور تم ظاہری گناہ کو چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو (ترجمہ ختم)

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام ظاہری اعمال کا اچھا، بُرا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقبول اور مردود ہونا بھی باطنی اخلاق پر موقوف ہے مثلاً اخلاص اور دکھلاوا، یہ دل ہی کے دو متضاد اعمال ہیں، مگر ہمارے تمام ظاہری اعمال کا اچھا برا ہونا ان سے وابستہ ہے، کوئی بھی عبادت نماز، روزہ، حج وغیرہ جو صرف دکھلاوے کے طور پر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لئے کی جائے وہ صحیح عبادت نہیں رہتی، اور تجارت و مزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیاداری کا کام ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کی جائے تو یہی تجارت و مزدوری عبادت اور ثواب کا کام بن جاتی ہے۔

---

[1] قوله :(وعلم القلب) أي علم الاخلاق، وهو علم يعرف به أنواع الفضائل وكيفية اكتسابها وانواع الرذائل وكيفية اجتنابها اه ح.
وهو معطوف على الفقه لا على البحر لما علمت من ان علم الاخلاص والعجب والحسد والرياء فرض عين، ومثلها غيرها من آفات النفوس : كالكبر والشح والحقد والغش والغضب والعداوة والبغضاء والطمع والبخل والبطر والخيلاء والخيانة والمداهنة والاستكبار عن الحق والمكر والمخادعة والقسوة وطول الأمل ونحوها مما هو مبين في ربع المهلكات من الاحياء .
قال فيه :ولا ينفك عنها بشر، فيلزمه أن يتعلم منها ما يرى نفسه محتاجا إليه، وإزالتها فرض عين، ولا يمكن إلا بمعرفة حدودها وأسبابها وعلاماتها وعلاجها فإن من لا يعرف الشر يقع فيه .(رد المحتار على الدر المختار مقدمة،ج ا ص ۱۱۰)

ایمان اور عقائد جن پر سارے اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے دل ہی کا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان ہی کو مکمل کرنے کے لئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے، دل کو بادشاہ ہونے کا مقام حاصل ہے اور جسم کے دوسرے اعضاء اس کے لشکر یا غلام ہیں۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (بخاری) [1]

ترجمہ: غور سے سن لو! کہ بے شک آدمی کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو جاتا ہے تو تمام بدن صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن تباہ ہو جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے (ترجمہ ختم)

یہی وہ فریضہ ہے جس کو اصلاحِ نفس یا تزکیہ نفس اور تزکیہ اخلاق یا تہذیب اخلاق کہا جاتا ہے۔

دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت ہر مذہب کی جان اور نبوتوں کا مقصود رہا ہے۔

پس شریعت کے احکام خواہ ظاہر سے متعلق ہوں یا باطن سے متعلق ہوں، دونوں قسم کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کامل نجات اور اللہ تعالیٰ کا قرب ممکن نہیں۔

پھر تصوف کے سلسلے میں آج کل دو گروہ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو تصوف کے تمام اجزاء کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کرتا ہے مثلاً اخلاص، حسد، تکبر، بغض وغیرہ، لیکن جب اس کے مجموعہ کو کوئی نام (مثلاً تصوف وطریقت) دے دیا جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کر دیتا ہے، اور اگر کوئی اسی حقیقت کا نام بدل کر پیش کرے تو اس کو قبول کر لیتا ہے مثلاً کہا جائے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا نام تزکیہ اور حدیث کی اصطلاح میں اس کا نام احسان ہے تو پھر وہ اس کو تسلیم کر لیتا ہے، دوسرا گروہ خاص اصطلاحی چیزوں پر ہی سارا زور رکھتا ہے۔ [2]

---

[1] حديث نمبر ۵۰، كتاب الايمان، باب فضل من استبرأ لدينه، واللفظ له، مسلم حديث نمبر ۲۹۷۸.

[2] وسميت اخلاقا لأنها تصير كالخلقة لكنها مع ذلك تقبل التغيير فالفاضل من غلبت فضائله ثم لا تزال غالبة حتى تستقيم جميع أخلاقه لتصير حميدة بعضها خلق مطبوع وبعضها تخلق مصنوع، وقال الغزالي في ميزان العمل: الفضيلة تارة تحصل بالطبع إذ رب صبي يخلق صادق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تصوف کے اصول صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں، اور جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن اور حدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے یعنی غالی صوفیوں کا بھی یہی خیال ہے اور خشک علماء کا بھی، مگر دونوں غلط سمجھے۔ خشک علماء تو یہ کہتے ہیں کہ تصوف کوئی چیز نہیں یہ سب واہیات ہے بس نماز، روزہ حدیث سے ثابت ہے اسی کو کرنا چاہئے۔ اور غالی صوفی یہ کہتے ہیں کہ قرآن، حدیث میں تو ظاہری احکام ہیں تصوف علم باطن ہے ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن، حدیث ہی کی ضرورت نہیں غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوف سے خالی سمجھتے ہیں (وعظ طریق القلندر، بتغییر از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

لہٰذا تصوف اور طریقت کا انکار کرنا یا اس کو ایک توہمی چیز قرار دینا صحیح نہیں۔ اصلاح نفس کے بارے میں ایک بات یہ معلوم ہونی چاہئے کہ عادتاً یہ بغیر کسی رہبر اور شیخ کامل کے انتخاب کے مشکل ہے، اور اس سلسلہ میں شیخ کامل سے رسمی تعلق کافی نہیں بلکہ اس پر اعتقاد، اعتماد اور اپنے حالات کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المهجة سحبا وتارة بالانقياد ومرة بالعلم فمن صار ذا فضيلة طبعا واعتيادا وتعلمها فهو في غاية النظافة هنا ويحسن تشبيه النفس التي تعتريها الأخلاق المذمومة والمحمودة ببدن تعتريه الأمراض البدنية والصحة التي بها انتظام المعائش والأمور الأخروية فكما لكل مرض بدني من علاج فلا بد لكل مرض قلبي يعبر عنه بالخلق الدنيء ويعبر عن علاجه بتبديله بخلق سني فالجهل مرض وعلاجه بالعلم والبخل مرض وعلاجه بالسخاء والكبر مرض وعلاجه بالتواضع والشهوة مرض وعلاجه بالكف عن المشتهى ، وهكذا كل علاج لا بد فيه من مرارة فمن أراد شفاء القلب فعليه باحتمال مرارة المجاهدة التي هي معراج المشاهدة ، ومن ثم قالوا :المشاهدات مواريث المجاهدات التي هي معراج ، فجاهد تشاهد ، وزوال مرض القلوب أهم مطلوب إذ به ينال المحبوب ، والقلوب هي الجواهر وبصونها عن أمراضها يحصل جميع أغراضها ومعرفة جواهر الأشياء من أعراضها وصون حقوق الآدميين كمالها وأموالها وأعراضها ، وبمعرفة ذلك تتميز قيم أفراد الإنسان وإن اختلفت نفسه بحسب إقبالها وإعراضها(فيض القدير للمناوي،تحت حديث رقم ۴۲۷۳)

قال أبو بكر الكتاني :التصوف خلق فمن زاد عليك في الخلق زاد عليك في التصوف .فإن حسن الخلق وتزكية النفس بمكارم الأخلاق :يدل على سعة قلب صاحبه وكرم نفسه وسجيته وفي هذا الوصف :يكف الأذى ويحمل الأذى ويوجد الراحة ويدير خده الأيسر لمن لطم الأيمن ويعطي رداءه لمن سلبه قميصه ويمشي ميلين مع من سخره ميلا وهذا علامة انقطاعه عن حظوظ نفسه وأغراضها .وأما رفض العلائق عزما :فهو العزم التام على رفض العلائق وتركها في ظاهره وباطنه(مدارج السالكين لابن قيم الجوزي،فصل منزل الاعتصام)

اطلاع، پھر دی ہوئی تعلیمات کی اتباع کے ساتھ ساتھ مناسبت ضروری ہے، پھر ہر کسی کو شیخ کامل سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس میں کئی چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، جن میں سب سے اہم چیز اتباعِ سنت اور اس فن سے واقفیت ہے (تفصیل کا موقع نہیں)

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ: جو لوگ تصوف اور طریقت کے نام پر آج کل مختلف طریقوں سے اپنی دکانیں چمکا رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے واضح ارشادات کی مخالفت کر رہے ہیں یا انہوں نے چند رسمی چیزوں اور مخصوص محفلوں کا نام تصوف اور طریقت رکھ لیا ہے یا اسی قسم کی دوسری خرابیوں میں مبتلا ہیں اور انہوں نے اس راستہ میں مختلف بدعات شامل کر لی ہیں یا ذریعہ کو مقصود اور مقصود کو ذریعہ بنا لیا ہے یا انہوں نے طریقت کو شریعت سے جدا کر کے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کر رکھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی خرابیوں کے مجموعہ کو ضرور غلط قرار دیا جائے گا۔ لیکن اس کی وجہ سے صحیح تصوف اور صحیح طریقت کا انکار کرنا درست نہیں ہوگا اور جن محققین اہلِ علم نے تصوف کے بعض امور کا انکار کیا ہے اس سے اسی قسم کی خرابیوں کا انکار مراد ہے۔

ورنہ اچھے اور برے اخلاق قرآن وحدیث میں مذکور ہیں (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''حسنِ اخلاق'' ملاحظہ فرمائیں) [1]

فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم محمد رضوان

مورخہ: ۲/ صفر المظفر/ ۱۴۲۳ھ بمطابق 16/ اپریل/ 2002ء۔ بروز سہ شنبہ (منگل)

نظرِ ثانی، اضافہ واصلاح: ۲/ شعبان/ ۱۴۲۷ھ۔ بمطابق 28/ اگست/ 2006ء، بروز اتوار

نظرِ ثالث: ۲۵/ ذوالحجہ/ ۱۴۳۱ھ 02/ دسمبر/ 2010ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر ۱۷، راولپنڈی، پاکستان۔

---

[1] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''شریعت وطریقت'' از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ۔ ''شریعت وتصوف'' از مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ۔ ''تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک'' از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ۔ ''شریعت وطریقت کا تلازم'' از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ۔ ''مدارج السالکین'' از علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ شاگرد رشید شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، فقہ اور تصوف ایک تعارف از مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب۔

ماہِ صفر کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ صفر ۲ھ:** میں قرآن مجید کی یہ آیت ''اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا'' (الحج آیت ۳۹) نازل ہوئی۔

جس میں کفار کے ساتھ قتال کی اجازت دی گئی، اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کفار کے ساتھ قتال کی اجازت نہیں تھی، پھر جب یہ آیت ''فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ'' (توبہ آیت ۵) نازل ہوئی تو نہ صرف جہاد کی اجازت دی گئی بلکہ اقدامی جہاد کی اجازت دے دی گئی (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۴۶، احکام القرآن قرطبی)

□......**ماہِ صفر ۲ھ:** میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور جگر گوشۂ رسول، جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا، رخصتی ذی الحجہ میں ہوئی (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۶۵، البدایہ والنھایہ ج ۵ فی ذکر اولاد محمد ﷺ)

□......**ماہِ صفر ۳ھ:** میں آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت بن افلح رضی اللہ عنہ کو دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قریش کی جاسوسی کے لئے بھیجا۔

یہ حضرات جب مقام ''رجیع'' پر پہنچے تو ۲۰۰ کے قریب کفار نے نرغے میں لے کر آٹھ صحابہ کو وہیں شہید کیا اور تین کو قید کر کے لے گئے اور ایک صحابی کو راستہ میں شہید کر کے باقی دو کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا اور آئندہ سال ماہِ صفر میں ان دونوں صحابہ کو ایک ہی دن میں شہید کر دیا گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۰، غزوات النبی ص ۵۵۷، البدایہ والنھایہ ج ۳، اسماء اہل البدر)

□......**ماہِ صفر ۴ھ:** میں بئر معونہ کا واقعہ پیش آیا۔

بنو رعل، بنو ذکوان، بنو عصیہ، بنو لحیان کے قبائل اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے منافقانہ روپ میں

آپ ﷺ کے پاس آئے، اور اپنی قوم کو اسلامی احکام سکھانے کے لئے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا، چنانچہ اصحابِ صفہ کی بہترین جماعت میں سے علماء وقراء کو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ روانہ فرمادیا تو ان منافقین نے راستے میں ایک کنویں کے قریب سب کو شہید کر دیا، صرف ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے (صحیح بخاری ج ۲ کتاب الجہاد والسیر، الاصابہ ج ۲ حرف المیم، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۱)

□...... ماہِ صفر ۶ ھ: میں حضرت ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

یہ قبیلہ یمامہ کے سردار تھے، ایک سریہ (قرطا) میں مسلمانوں نے ان کو قید کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، یہ آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق سے بخوشی اسلام لے آئے، چند دن حضور ﷺ کی خدمت میں رہ کر یمامہ واپس پہنچے، اور اپنے طور پر مکہ والوں کا غلہ روک دیا، جس سے مکہ میں قحط ہو گیا یہاں تک کہ لوگ مُردار کھانے لگے، کفارِ مکہ حضور ﷺ کی خدمت میں رحم کی درخواست لے کر حاضر ہوئے، تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ مکہ میں غلہ بھیجا جائے، چنانچہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں غلہ بھیجنا شروع کر دیا (عہد نبوت ص ۲۲۳، البدایہ والنہایہ ج ۵ قصہ ثمامہ)

□...... ماہِ صفر ۷ ھ: میں غزوہ خیبر کے زمانے میں قبیلہ دوس نے یمن سے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

اس وفد میں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سمیت، ۸۰/۷۰ گھرانوں کے افراد شامل تھے (عہد نبوت ص ۲۳۰، البدایہ والنہایہ جلد ۵ قصہ دوس)

□...... ماہِ صفر ۸ ھ: میں آپ ﷺ نے حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ کے ہمراہ دو مہموں پر روانہ فرمایا۔

بنو ملوح (جو کدید میں رہائش پذیر تھے) اور بنو مصاب (جو فدک میں رہائش پذیر تھے) اس جماعت نے بڑی جوانمردی اور صبر کے ساتھ دونوں قبیلوں سے مقابلہ کیا کفار کے لڑاکا افراد کو قتل کر کے باقی افراد کو قید کر لیا اور مالِ غنیمت اور قیدی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے (عہد نبوت ص ۲۰۱، غزوات النبی ص ۸۰۸)

□......ماہِ صفر ۱۱ھ: میں آپ ﷺ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو یمن کے شہر صنعاء میں نبوت کے جھوٹے دعویدار اسود عنسی کذاب کو قتل کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

حضرت فیروز صنعاء میں جا کر چھپ گئے اور کذاب کو اس وقت قتل کیا جبکہ اس کے دروازے پر ایک ہزار آدمی پہرہ دے رہے تھے، حضرت فیروز نے ایک قاصد حضور ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے مدینہ روانہ کیا، مگر قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، تاہم وفات سے ایک دو روز پہلے ہی وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اسود عنسی کذاب کے قتل کی خوشخبری دیدی گئی تھی (عہد نبوت ص ۲۳۰، البدایہ والنہایہ ج ۲ خروج الاسود العنسی)

□......ماہِ صفر ۱۱ھ: میں آپ ﷺ نے ملکِ شام پر قابض رومیوں کے مقابلے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک لشکر تشکیل دیا۔

اس لشکر میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے بڑے صحابۂ کرام بھی شامل تھے، یہ حضرات مدینے سے باہر "جرف" میں جمع ہو کر کوچ کی تیاریوں میں تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی اطلاع پہنچی، تو تمام رفقاء مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے، تجہیز و تکفین سے فراغت پر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانگی کا حکم فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ نے زندگی میں اس لشکر کی تاکید فرمائی تھی (عہد نبوت ص ۱۲۰، البدایہ والنہایہ ج ۵، فصل وفاۃ رسول ﷺ قال فی اول ربیع الاول اوفی اواخر صفر)

□......ماہِ صفر ۱۲ھ: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایران کی مہمات پر مامور تھے، پہلی مہم میں شاہ ایران کسریٰ ھرمز انفرادی مقابلے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ نائب کسریٰ اردشیر نے تخت پر بیٹھتے ہی قارن نامی جنگجو کے ہمراہ ایک فوج مقابلہ کے لئے روانہ کی، قارن بھی ایک مسلمان جوان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جس سے ایرانی فوج بھاگ کھڑی ہوئی بہت سے لوگ بھاگتے ہوئے قتل ہوئے اور بہت سے ایک نہر میں غرق ہوئے اور چند ایک بھاگ نکلنے میں کامیاب، اور بہت سے قید ہوئے (تاریخ ملت ج ۱ ص ۱۹۱، البدایہ والنہایہ ج ۶، ثم دخلت سنۃ اثنتی عشرۃ من الہجرۃ)

□......ماہِ صفر ۱۶ھ: میں کسریٰ کا قصرِ ابیض فتح ہوا۔

اس کے فتح ہونے کی پیشین گوئی آپ ﷺ نے کافی عرصہ پہلے فرما دی تھی، قصرِ ابیض دریائے دجلہ کے پار مدائن میں واقع تھا، دجلہ کے پُل ایرانیوں نے توڑ دیئے تھے، اسلامی لشکر نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے حکم سے دریائے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیئے اور دریا پار کر لیا۔ اسی کو علامہ اقبال نے کیا خوب کہا۔ ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(تاریخ ملت ج۱ص۲۲۳، البدایہ والنہایہ ج۷ قصر ابیض)

□...... ماہِ صفر ۲۲ھ: میں سابقہ مفتوحہ علاقے آذربائیجان کی بغاوت کو دبایا گیا۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جزیہ دینے کی شرط پر فتح ہوا تھا، اور اس کے فوجی معاملات کوفہ کے تحت تھے، کسی مصلحت کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا والی تبدیل کیا، آذربائیجان کا نگران بھی اس کی وجہ سے تبدیل ہوگیا، جس سے علاقے والوں نے بغاوت کر دی، لیکن جلد ہی نئے گورنر نے بغاوت کو دبا دیا (تاریخ ملت ج۱ص۳۰۲، البدایہ والنھایہ ج۷)

□...... ماہِ صفر ۳۷ھ: میں جنگِ صفین جو پچھلے مہینے محرم کے احترام کی وجہ سے فریقین کے اتفاق رائے سے روک دی گئی تھی، صفر کا مہینہ شروع ہوتے ہی دوبارہ شروع ہوگئی (تاریخ ملت ج۱ص۳۷۱)

□...... ماہِ صفر ۳۸ھ: میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، عبداللہ بن سباء یہودی کی تیار کی ہوئی ایک سازش کے نتیجہ میں شام کی فوج سے مقابلہ ہوا اور شہید ہوئے (البدایہ والنھایہ ثمان وثلاثین، ج۷)

□...... ماہِ صفر ۵۲ھ: میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

یہ بہت عابد زاہد اور فقہ وحدیث میں بلند مرتبہ کے حامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ میں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دینے کے لئے مقرر رہے (الاصابہ ج۳ص۲)

□...... ماہِ صفر ۷۶ھ: میں فرقہ خوارج کے رؤسا صالح اور شبیب نے بنو امیہ کے خلاف مختلف صوبوں میں علَمِ بغاوت بلند کیا۔

مختلف مقامات پر ان کا سرکاری افواج سے مقابلہ ہوا اور سخت کشت وخون کی نوبت آئی، کوفہ میں

ایک معرکہ میں حجاج خود فوج لے کر مقابلے میں آیا، سخت معرکے کے بعد خوارج پسپا ہوئے (البدایہ والنھایہ ج ۹ سنہ ۷۶، تاریخ ملت ج ۱ص ۵۸۱)

□......**ماہِ صفر ۹۹ ھ:** میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان کا انتقال ہوا۔

اس نے قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح کے لئے دو لاکھ چالیس ہزار کی فوج روانہ کی تھی اور خود ایک فوج کے ساتھ ان کی مدد کے لئے ''مرج وابق'' میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا، اسی دوران اس کی وفات ہوئی، اس خلیفہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے اپنے وزیر حضرت رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ کے مشورے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد کیا (تاریخ ملت ج ۱ص ۶۴۴، البدایہ والنھایہ ج ۹ سنہ ۹۹)

□......**ماہِ صفر ۹۹ ھ:** میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نور اللہ مرقدہٗ کی خلافت قائم ہوئی۔

ان کے دورِ حکومت میں امن وامان اور عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ ان کی خلافت خلافتِ راشدہ کی نہج پر شمار ہونے لگی (البدایہ والنھایہ ج ۹ سنہ ۹۹، سیر الصحابہ ج ۷ ص ۳۴)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ صفر ۱۰۲ ھ:** میں یزید بن مہلب قتل ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دورِ خلافتِ راشدہ میں فتوحات اور بلادِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع کرنے کے بجائے داخلی کمزوریوں کی اصلاحات کی طرف زیادہ تر توجہ مبذول رکھی، جس بناء پر سابقہ وموجودہ حکومتی عہدیداروں سے باز پرس واحتساب بھی سختی سے لیا، چنانچہ یزید بن مہلب جو سابق حاکم سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا، جس کے بے شمار جنگی کارنامے اور فتوحات بنوامیہ کی تاریخ کو چار چاند لگانے میں قابلِ ذکر ہیں، اس کے ذمے بھی بیت المال کی وسیع رقم ناجائز ذرائع سے عائد ہوتی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسے دیگر لوگوں کے ساتھ قید کردیا، چونکہ خلیفۂ راشد موصوف تقویٰ کی مثال آپ تھے، اور ظلم کی آلودگی سے کوسوں دور تھے، قیدیوں کو ہر طرح کی قید میں بلاضرورت اور بلاوجہ مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں کیا جاتا تھا،

جس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی زندگی کا آخری وقت تھا کہ یزید بن مہلب قید سے فرار ہو کر اپنے بااثر خاندان کی جمعیت میں بصرہ کی طرف چلا گیا، فرار ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو ہرگز نہ فرار ہوتا آپ کے بعد زمامِ حکومت یزید بن عبدالملک کے ہاتھ آنے والی ہے (جو سابق حاکم سلیمان بن عبدالملک کا بھائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد حکومت کے لئے ولی عہد نامزد تھا) اس سے سابقہ عداوت کی بناء پر یقین ہے کہ میرے ساتھ اچھا سلوک نہ ہوگا، چنانچہ حضرت کی وفات ہوئی یزید بن عبدالملک نے آتے ہی ابنِ مہلب کی گرفتاری کے لئے پے در پے فوج بھیجی، مگر ابنِ مہلب کی جمعیت مضبوط اور زیادہ ہو چکی تھی، دونوں فریقوں کے درمیان ایک بڑا فیصلہ کن مقابلہ شہر واسط کے قریب ہوا، جس میں ابنِ مہلب کو اپنی فوج زیادہ ہونے کے باوجود شکست کا یقین تھا، کہ اکثر عراقی تھے، لڑائی شروع ہوتے ہی کسی وجہ سے ابنِ مہلب کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور تمام عراقی بھاگ کھڑے ہوئے، بالآخر ابنِ مہلب اپنے چند خاندان والوں اور جانثار ساتھیوں سمیت صفر ۱۰۲ھ میں ابنِ عبدالملک کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا (تاریخ ملت ج۱ص۱۷۶، شذرات الذھب ج۱ص۱۲۴، العبر فی خبر من غبر ج۱ص۱۲۴)

□......**ماہِ صفر ۱۰۳ھ:** میں عنبسہ بن سحیم افریقہ کے عامل یزید بن ابو مسلم کی طرف سے اندلس کا حاکم نامزد ہو کر اندلس پہنچا۔

چار سال چار مہینے اندلس پر اس کی حکومت رہی، اندلس چونکہ بنوامیہ کی خلافت میں ہی فتح ہوا تھا اور وسیع اسلامی خلافت کا ایک صوبہ تھا اور انتظامی لحاظ سے افریقہ کے گورنر کے زیرِ اختیار ہوتا تھا، افریقی گورنر کی طرف سے ہی یہاں عامل اور حکام نامزد ہو کر آتے، اسی طرح عزل ونصب کا سارا اختیار افریقی عامل کو خلافت کی طرف سے تفویض تھا، صفر ۱۰۳ھ میں یہاں عنبسہ آیا تو دمشق کے تختِ خلافت پر یزید بن عبدالملک متمکن تھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد خلیفہ ہوا تھا (نفح الطیب ج۱ص۲۳۵)

□......**ماہِ صفر ۱۴۶ھ:** میں بنو عباس کے دوسرے حاکم ابو جعفر منصور نے دجلہ کے مغربی جانب

شہر بغداد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

یہ جگہ اس وقت تمام بلادِ اسلامیہ میں داخلی و خارجی سہولتوں سے لیس تھی، نہریں قریب تھیں، بصرہ، واسط، شام، مصر، آذر بائیجان، ہندوستان کے علاقوں میں تجارت بآسانی ہو سکتی تھی، اور دیگر بلاد میں ہر طرح کی رسد و نصرت پہنچائی جا سکتی تھی، تعمیر سے قبل مطلوبہ علاقے کی زمین مہنگے داموں خریدی گئی، مختلف بلاد سے ایک لاکھ مزدور اور کاریگر (ترکھان، راج، لوہار وغیرہ) اس کی تعمیر میں شریک تھے، بغداد کی تعمیر پر کل لاگت جو خرچ ہوئی اس وقت کے حساب سے چار کروڑ آٹھ لاکھ درہم سے زائد تھی، اس شہر میں متعدد محلے اور ہر محلے میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی، جس کی ذمہ داری شریعتِ مطہرہ میں حکومتِ وقت پر ہی عائد ہوتی ہے، اس کے علاوہ سرکاری دفاتر وایوانِ بالا (پارلیمنٹ ہاؤس) وغیرہ تعمیر کرائے گئے (تاریخ طبری ج ۴ ص ۴۷۸، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۰۵، تاریخ ملت ج ۲ ص ۱۱۸، کتاب البلدان)

□......ماہِ صفر ۱۵۱ھ: میں رصافہ چھاؤنی تعمیر ہوئی (تقویم تاریخی ص ۳۸)

عباسی خلیفہ منصور کی فوج میں عرب قبائل کی تعداد زیادہ تھی اور ہر لڑائی کی فتح میں عربوں کا کردار سر فہرست ہوتا، اسی طرح عرب عجمیوں کی طرح ضرورت سے زیادہ اپنے خلیفہ یا بادشاہ کی تعظیم بھی نہیں کیا کرتے تھے، اس لئے منصور کو ہر وقت عربوں کی طرف سے بغاوت کا خطرہ رہتا تھا، اس لئے یہ حالات دیکھ کر قثم بن عبید اللہ بن عباس نے عربوں کے قبائل ربیعہ اور مضر کے درمیان ایک مناسب طریقے سے رقابت پیدا کرکے خلیفہ منصور کو مشورہ دیا کہ مضر اور ربیعہ کے درمیان چونکہ رقابت پیدا ہو گئی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ فوج کے دو حصے کرکے قبائل مضر کو خراسان کے امیر مہدی کے ماتحت رکھو، کیونکہ اہل خراسان قبائلِ مضر کے ہمدرد ہیں اور قبائلِ ربیعہ اپنے ماتحت رکھو کیونکہ تمام یمنی ان کے خیر خواہ ہیں، اس طرح دونوں جانب فوجی مرکز قائم ہو جائیں گے، تو ایک دوسرے کا خوف رہے گا اور کوئی بغاوت میں کامیاب نہ ہوگا، خلیفہ منصور نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے بیٹے مہدی کے قیام کے لئے بغداد کی مشرقی جانب رصافہ چھاؤنی کی تعمیر کا حکم دیا (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۰۸، از اکبر شاہ خان صاحب)

□......ماہِ صفر ۱۵۷ھ: میں شام کے فقیہہ اور امام حضرت ابو عمرو عبد الرحمٰن الاوزاعی رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۴۰)

آپ بہت بڑے فقیہ تھے اور علم وعمل کے پہاڑ سمجھے جاتے تھے، حضرت اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا کہ اوزاعی امت کے عالم ہیں، حضرت ولید بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اوزاعی سے زیادہ کسی کو عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا (العبر فی خبر من غبر ج۱ص ۲۲۷)

□......ماہ صفر ۱۵۹ھ: میں حکیم مقنع نے خدائی کا دعویٰ کیا (تقویم تاریخی ص ۴۰)

مہدی کی خلافت کے پہلے سال مرو کے اس باشندے حکیم مقنع نے سونے کا ایک چہرہ بنا کر اپنے چہرے پر لگایا، اور خدائی کا دعویٰ کیا، اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کے جسم میں خود حلول کیا اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام میں اور پھر ابو مسلم اور ہاشم میں، اس طرح یہ تناسخ کے عقیدے کا قائل تھا، اور کہتا تھا کہ میرے اندر خدا کی روح ہے، مسلمانوں کی فوج نے بڑے سخت مقابلے کے بعد اس فتنے پر قابو پایا، مقنع بتیس ہزار ساتھیوں کے ساتھ قلعہ بسام میں محصور ہو گیا، لیکن بعد میں اس کے تیس ہزار ساتھی قلعہ سے نکل آئے اور مسلمانوں سے امان طلب کر لی، مقنع کو جب اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے تمام اہل وعیال کو دھکا دے کر آگ میں جلا دیا، پھر خود بھی آگ میں کود کر جل مرا، مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کی لاش آگ سے نکالی اور اس کا سر کاٹ کر خلیفہ مہدی کے پاس روانہ کیا

(تاریخ اسلام ج۳ص ۲۶۴، از اکبر شاہ خان صاحب)

□......ماہ صفر ۱۶۰ھ: میں خلیفہ ھارون الرشید کی والدہ "خیزران" کا نکاح ہوا (تقویم تاریخی ص ۴۰)

خیزران بربریہ خاتون تھی، بچپن میں بردہ فروشوں کے ہاتھ لگ گئی جب خلیفہ مہدی کے پاس خیزران لائی گئی تو اس نے اسے ایک لاکھ درہم میں خرید لیا، حسن وجمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی، بہت عقل مند اور ذی علم خاتون تھی، مہدی نے اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، امام اوزاعی رحمہ اللہ سے اس نے علم حاصل کیا، شعر وادب اور دینی علوم میں بھی اس کو دسترس تھی، مہدی کو ملکی امور میں بھی مشورے دیتی تھی، ھادی اور ھارون الرشید کے ابتدائی عہد خلافت میں ساری سلطنت پر حکمرانی کرتی تھی، فیاضی میں ضرب المثل تھی، دروازے پر ہر وقت سائلوں کا ہجوم رہتا تھا (تاریخ ملت

ج۴ص۱۶۵)

□......ماہِ صفر ۱۶۹ھ: میں عباسی خلیفہ حادی کو خلیفہ بنایا گیا (تقویم تاریخی ص۴۳)

حادی اور ہارون الرشید بھائی تھے اور خلیفہ مہدی کے بیٹے تھے، مہدی کے تیسرے بیٹے موسیٰ تھے، خلیفہ مہدی نے یکے بعد دیگرے تینوں کو ولی عہد نامزد کیا تھا جن میں ہادی کا پہلا نمبر تھا، بعد میں حارون الرشید کی خداداد صلاحیتوں کے جوہر جب کھلنے لگے تو مہدی کا شاید ارادہ ہو گیا تھا کہ خلافت کے لئے ولی عہدی میں حارون کو حادی پر مقدم کرے، کیونکہ حادی نہ علم و فضل میں حارون سے کوئی جوڑ رکھتا تھا نہ حکومتی صلاحیتوں میں حارون پر اسے ترجیح حاصل تھی، لیکن مہدی کا یہ منصوبہ پورا ہونے سے پہلے اس کی وفات کا وقت آ پہنچا تو حارون نے نہایت سعادتمندی کا ثبوت دیتے ہوئے خود ہی حادی کے لئے بیعت خلافت لی، جو کہ دارالخلافہ سے باہر تھا اور خلافت کی مہر، عصاء اور پوشاک مع باپ کی وفات کے تعزیت نامہ اور خلافت کی مبارک بادی کے حادی کے پاس بھیجا، اس طرح حادی بغیر کسی بدامنی اور انتشار کے آ کر تخت پر متمکن ہوا (تاریخ ملت ج۴ص۱۶۶تا۱۶۷)

□......ماہِ صفر ۱۸۰ھ: میں اندلس کے امیر ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی امارت سات سال، سات مہینے اور آٹھ دن تھی، بعض حضرات نے نو مہینے اور بعض نے دس مہینے بتلائی ہے، آپ کی عمر اتنالیس سال اور چارہ ماہ تھی، آپ کے کارناموں میں ایک کارنامہ جامع قرطبہ کی تکمیل ہے جسے آپ کے والد اپنی زندگی میں ادھورا چھوڑ گئے تھے، اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی مساجد تعمیر کیں، آپ کے عدل وانصاف کے کارنامے اتنے زیادہ تھے کہ لوگ سیرت میں آپ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے تشبیہ دیا کرتے تھے (الکامل ج۱۰ص۳۰۸)

□......ماہِ صفر ۱۸۹ھ: میں حضرت ابو سعید یحییٰ بن سعید القطان بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۵۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا، امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کی یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ ۲۰ سال تک ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے (العبر فی خبر من غبر ج۱ص۲۴۷، الکامل ج۵ص۲۱۵، المنتظم ج۱۰ص۷۲)

☐......ماہِ صفر ۱۹۹ ھ: میں سلیمان بن ابو جعفر منصور کا انتقال ہوا۔

ان کی کنیت ابوایوب تھی، ۵۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے (المنتظم ج۱۰ ص۷۸)

☐......ماہِ صفر ۲۰۰ ھ: میں حضرت محمد بن حمیر السلیحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ محمد بن زیاد الالہانی رحمہ اللہ اور ان کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں، جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ کو روایتِ حدیث میں ثقہ ومعتبر قرار دیا ہے (العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۳۳۴)

☐......ماہِ صفر ۲۰۰ ھ: میں فنِ قرأت کے امام حضرت ابوزکریا یحییٰ بن سلام بن ابو ثعلبہ البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

فنِ قرأت حضرت حسن بصری اور حسن بن دینار رحمہما اللہ کے ساتھیوں سے حاصل کیا، حدیث میں بھی آپ کو ایک بڑا مقام حاصل تھا، حماد بن سلمہ، ہمام بن یحییٰ اور سعید بن ابی عروبہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، تقریباً ۲۰ تابعین کی زیارت کی، ایک زمانہ تک افریقہ میں قیام رہا، مصر میں عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ جیسے حضرات کے شاگرد رہے۔

(غایۃ النہایہ فی طبقات القراء لابن الجزری ج۱ ص۳۳۱ باب الیاء، لسان المیزان للعسقلانی ج۳ ص۱۱۳ من اسمہ یحییٰ، سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۳۹۶، مغانی الاخیار ج۵ ص۲۴۳)

☐......ماہِ صفر ۲۰۰ ھ: میں حضرت ابوعبدالحمید محمد بن حمیر السلیحی القضاعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ حمص شہر کے محدث شمار ہوتے تھے، محمد بن زیاد الالہانی اور ابراہیم بن علیہ رحمہما اللہ سمیت بہت سے اکابر آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابنِ معین اور دحیم وغیرہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے، عمرو بن عثمان رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔

(العبر فی خبر من غبر للذہبی ج۱ ص۶۲، الثقات ابن حبان ج۷ ص۴۴۱، تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۱۸، التاریخ الصغیر ج۲ ص۲۶۲، التاریخ الکبیر ج۱ ص۶۸، سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۳۳۵، تہذیب الکمال ج۲۵ ص۱۸)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐......ماہِ صفر ۲۰۳ ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں، ۵۰ سال کی عمر میں طوس شہر میں وفات ہوئی (العبر فی

عبر من غبر ج ۱ ص ۹۳)

□...... ماہ صفر ۲۰۳ھ: میں حضرت ابوحیوۃ شریح الحمصی الحضرمی الشامی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
آپ عمران بن بشیر رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے اور حکم بن المبارک رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۲۳۰)

□...... ماہ صفر ۲۰۵ھ: میں حضرت ابوالمنذر یوسف بن عطیہ الباہلی القسملی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: خالد بن ایاس، عمرو بن شمر، محمد بن عبدالعزیز العزرمی، مسلم بن مالک الازدی اور میمون بن ابی حمزہ الاعور رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: اسماعیل بن عمرو البجلی، سہل بن صقر الخلاطی، سہل بن عثمان العسکری، عبداللہ بن عمر بن ابان اور عمرو بن علی الصیرفی رحمہم اللہ، حدیث کے معاملہ میں کچھ ضعیف شمار ہوتے ہیں (تہذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۶۹)

□...... ماہ صفر ۲۰۵ھ: میں حضرت ابویزید یوسف بن عمرو بن یزید بن یوسف جرجس المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

عبداللہ بن لہیعہ، عبداللہ بن وھب، عبدالرحمٰن بن ابوالزناد، لیث بن سعد اور امام مالک بن انس رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوجعفر احمد بن نباتہ بن نافع الیحصبی، حارث بن مسکین اور یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تہذیب الکمال ج ۳۲ ص ۴۳۹)

□...... ماہ صفر ۲۰۸ھ: میں حضرت ابومحمد یونس بن محمد البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
شیبان، افلح بن سلیمان، داؤد بن فرات، سفیان بن عبدالرحمٰن اور فلیح بن سلیمان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابراہیم، احمد، علی بن المدینی، عبداللہ المسندی رحمہم اللہ آپ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں "فی تہذیب التھذیب مات فی سنۃ ۲۰۷ھ" ج ۱۱ ص ۳۹۴"

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۶۶، التاریخ الکبیر ج ۸ ص ۴۱۰، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۱، معانی الاخیار ج ۵ ص ۳۱)

□...... ماہ صفر ۲۱۱ھ: میں حضرت ابوزرارہ لیث بن عاصم القتبانی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
محمد بن عجلان اور ابن جریج رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ھشیم، یاسین بن عبدالاحد القتبانی، یونس

بن عبدالاعلیٰ اور ابوالطاہر بن سرح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۸۸، تہذیب الکمال ج ۲۴ ص ۲۸۹)

☐...... **ماہِ صفر ۲۱۵ ھ:** میں حضرت محمد بن عاصم بن جعفر بن تذواق بن ذکوان بن یناق المعافری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ضمام بن اسماعیل، مفضل بن فضالہ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم، مالک اور عبداللہ بن نافع رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم، محمد بن مخلد المالکی اور محمد بن یحییٰ الذھلی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۲۱۳، تہذیب الکمال ج ۲۵ ص ۳۲۳)

☐...... **ماہِ صفر ۲۱۵ ھ:** میں حضرت ابو عامر قبیصہ بن عامر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کثرت کے ساتھ احادیث روایت کرتے ہیں، حدیث کے معاملے میں ثقہ شمار ہوتے ہیں، کوفہ میں وفات ہوئی۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۶ ص ۴۰۳، تہذیب الکمال ج ۲۳ ص ۴۸۹، معانی الاخیار ج ۳ ص ۳۱)

☐...... **ماہِ صفر ۲۱۹ ھ:** میں حضرت ابو عاصم احمد بن اسد بن عاصم بن مغول البجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

خلیفہ ھارون الواثق باللہ کے دورِ خلافت میں کوفہ میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۶ ص ۴۱۳)

☐...... **ماہِ صفر ۲۲۲ ھ:** میں حضرت ابو محمد عمرو بن حماد بن طلحہ القناد الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ میں اسباط بن نصر الھمدانی، مسہر بن عبدالملک بن سلع، مندل بن علی اور علی بن ہاشم رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں، امام مسلم، بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ رحمہم اللہ آپ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں (تھذیب التھذیب ج ۸ ص ۲۱)

☐...... **ماہِ صفر ۲۲۲ ھ:** میں حضرت ابو عمرو مسلم بن ابراہیم الفراہیدی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بصرہ کے محدث تھے، ابنِ عون رحمہ اللہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، اور قرۃ بن خالد رحمہ اللہ بھی آپ کے استاد ہیں، آپ نے طلبِ علم کے لئے سفر نہیں کیا لیکن اس کے باوجود صرف بصرہ

میں ۸۰۰ اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۴۲)

□......ماہِ صفر ۲۲۳ھ میں حضرت ابوعثمان عمرو بن مرزوق الباہلی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

امام شعبہ، مالک، عمران القطان، المسعودی، حمادین، زہیر بن معاویہ اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، ابوداؤد، بندار، ابوقلابہ الرقاشی، اسماعیل بن اسحاق، عثمان بن خرزاذ اور یعقوب بن سفیان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(تھذیب التھذیب ج۸ ص ۸۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۲۰، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۷ ص ۳۰۵، تھذیب الکمال ج ۲۲ ص ۲۲۹)

□......ماہِ صفر ۲۲۳ھ میں حضرت ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ "عارم" کے نام سے مشہور تھے، جریر بن حازم، مہدی بن میمون، وہیب بن خالد، حماد بن ابی ہلال الراسبی، عبدالوارث بن سعید اور ابوزید الاحول رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، بخاری اور عبداللہ بن محمد المسندی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، "قال ابو حاتم سمعت من ابی اختلط عارم فی آخر عمر وزال عقلہ فمن سمع منہ قبل الاختلاط فسماعہ صحیح" "عندالبعض مات سنۃ ۲۲۳ھ"

(تھذیب التھذیب ج۹ ص ۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۶۷، تھذیب الکمال ج ۲۶ ص ۲۹۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۱۰)

□......ماہِ صفر ۲۲۵ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سلام بن الفرج البیکندی البخاری السلمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابن عیینہ، ابن المبارک، ابن نمیر اور معتمر رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے ابراہیم اور بخاری رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت عبیداللہ بن شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا تھا اور بہت سے حدیثیں آپ روایت کرتے ہیں اور احادیث حاصل کرنے کے لئے کثرت سے سفر کئے اور تقریباً ہر موضوع پر آپ کی تصنیفات موجود ہیں۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۳۴، الطبقۃ الثامنۃ، ثقات ابن حبان ج ۱ ص ۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۲۲، تھذیب الکمال ج ۲۵ ص ۳۴۳، تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۱۰، "قال فی التھذیب توفی فی سبع وعشرۃ ومائتین" ج ۹ ص ۱۸۹ "سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۹۳)

□......ماہِ صفر ۲۲۶ھ میں حضرت یحییٰ بن یحییٰ بن بکر التمیمی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ خراسان کے شیخ کے لقب سے مشہور تھے، سلیمان بن بلال، حمادین، حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی، مالک اور لیث رحمہم اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں، آپ کو اپنے زمانہ میں عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی، ابن راھویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن یحییٰ جیسا کوئی نہیں دیکھا، نیشاپور میں وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۳، الدیباج المذهب فی معرفة اعیان علماء المذهب لابن فرحون ج ۱ ص ۷۳، تهذیب التهذیب ج ۱۱ ص ۲۹۰، التاریخ الکبیر ج ۸ ص ۳۱۰، تهذیب الکمال ج ۳۲ ص ۳۶، تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۴۱۶، مغانی الاخیار ج ۵ ص ۲۶۰)

□......ماہِ صفر ۲۲۷ھ: میں حضرت ابوالولید ہشام بن عبدالملک الباہلی الطیالسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

عاصم بن محمد العمری، اور ہشام الدستوائی رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ''امیر المحدثین'' تھے، ۹۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی ''وقیل مات فی ربیع الآخر'' (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۳۵)

□......ماہِ صفر ۲۲۸ھ: میں حضرت ابوالحسن یوسف بن مروان النسائی الرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، فضیل بن عیاض، عیسیٰ بن یونس، عبیداللہ بن عمر، ابن المبارک، ابن عیینہ، ابواسحاق الـفـزاری اور مخلد بن الحسین رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عباس الدوری، عبداللہ بن احمد الدورقی رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بغداد میں وفات ہوئی ''عند البعض توفی فی المحرم'' (تهذیب التهذیب ج ۱۱ ص ۳۷۳)

□......ماہِ صفر ۲۲۸ھ: میں حضرت ابوسلیمان داؤد بن عمرو بن زہیر الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

عبداللہ بن عمر العمری، نافع بن عمر الـجـمـحـی، داؤد بن عبدالرحمٰن، حماد بن زید اور احسان بن ابراہیم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، یحییٰ بن معین، حجاج بن یوسف الشاعر، ابویحییٰ محمد بن عبدالرحیم اور احمد بن ابی خیثمہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بغداد میں وفات ہوئی۔

(طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۵۹، باب الزای، طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۳۸، الطبقة الثامنة، تهذیب التهذیب ج ۳ ص ۱۶۹، تهذیب الکمال ج ۸ ص ۴۳۰)

□......ماہِ صفر ۲۲۸ھ: میں حضرت ابویعقوب یوسف بن محمد الـعـصـفـری الخراسانی رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی۔

آپ بصرہ میں رہتے تھے، سفیان ثوری، مروان بن معاویہ الفزاری اور یحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، بخاری، حرب بن اسماعیل الکرمانی اور سعید بن عبداللہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تھذیب الکمال ج ۲۲ ص ۵۹۴)

☐......ماہِ صفر ۲۳۰ھ: میں حضرت ابوعثمان سعید بن عمرو بن سہل بن اسحاق بن محمد بن الاشعث بن قیس الکندی الاشعثی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابوزید عبثر بن القاسم، عبداللہ بن مبارک، حفص بن غیاث اور ابن عیینہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام مسلم، ابوشیبہ ابراہیم بن ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوزرعہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج ۴ ص ۶۱، تھذیب الکمال ج ۱۱ ص ۳۲)

☐......ماہِ صفر ۲۳۱ھ: میں حضرت عبداللہ بن محمد بن اسحاق بن عبید بن سوید الفھمی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ "بیطاری" کے نام سے مشہور تھے، سلیمان بن بلال، عبداللہ بن لہیعہ اور مالک بن انس رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، روح بن الفرج القطان المصری، ابوزرعہ الرازی، یعقوب بن سفیان القسری اور موسیٰ بن سہل الرملی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (معانی الاخبار ج ۳ ص ۱۵۴)

☐......ماہِ صفر ۲۳۱ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے امام مالک اور لیث رحمہما اللہ جیسے بڑے بڑے حضرات سے طلب علم کیا، امام مالک رحمہ اللہ سے ان کی شہرہ آفاق کتاب "الموطا" کے ابار سنی، آپ کی ولادت ۱۵۵ھ میں ہوئی۔
(العبرفی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۱۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۲۰)

☐......ماہِ صفر ۲۳۳ھ: میں حضرت ابوایوب سلیمان بن عبدالرحمٰن بن بنت شرحبیل التمیمی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کو دمشق کا محدث کہا جاتا تھا، اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔
(العبرفی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۳۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۳۸)

□...... ماہِ صفر ۲۳۳ھ: میں حضرت ابوعثمان سعید بن عمرو رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ اشعث بن قیس الکندی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے ہیں، ابوعوانہ اور عبثر رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ھارون بن ابی اسحاق کے دورِ حکومت میں کوفہ میں وفات ہوئی (الطبقات الکبری لابن سعد ج ۶ ص ۴۱۵)

□...... ماہِ صفر ۲۳۵ھ: میں حضرت ابوالفضل شجاع بن مخلد البغوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ بغداد میں رہتے تھے، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، ھشیم، وکیع، اسماعیل بن علیۃ، سفیان بن عیینہ اور ابو عاصم النبیل رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن عبید اللہ بن المنادی اور ابراہیم الحربی رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی، اور ''باب التبن'' کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔
(طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۱۶۶ باب الشین، تھذیب التھذیب ج ۴ ص ۲۷۴، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۷ ص ۳۵۲، تھذیب الکمال ج ۱۲ ص ۳۸۱، معانی الاخبار ج ۲ ص ۷)

□...... ماہِ صفر ۲۳۵ھ: میں حضرت ابو یعقوب یوسف بن موسیٰ بن راشد بن بلال الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ ''رَے'' شہر کے رہنے والے تھے، اسی لئے آپ کو رازی بھی کہا جاتا ہے، اس کے بعد آپ بغداد منتقل ہو گئے اور یہیں آپ کی وفات ہوئی، اپنے والد، جریر بن عبدالحمید، سلمۃ بن الفضل، ابن نمیر، ابوخالد الاحمر اور ابو احمد الزبیری رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوعوانہ، موسیٰ بن یوسف بن موسیٰ، ابراہیم الحربی، ابوحاتم، ابن ابی الدنیا اور محمد بن ھارون المجدر آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۷۴)

□...... ماہِ صفر ۲۳۵ھ: میں حضرت ابوجعفر احمد بن عمر بن حفص بن جہم بن واقد الکندی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ وکیعی کے نام سے مشہور تھے، بغداد میں رہتے تھے، آپ مشہور محدث ابراہیم بن احمد رحمہ اللہ کے والد تھے، حفص بن غیاث، ابومعاویہ، ابوبکر بن عیاش اور حسین الجعفی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، امام مسلم، ابراہیم الحربی، ابوداؤد، قاضی احمد بن علی المروزی، احمد بن علی الابار اور ابو یعلیٰ

الموصلی رحمہم اللہ نے آپ سے استفادہ کیا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۷)

□......ماہِ صفر ۲۳۵ھ: میں فنِ قرأت کے امام حضرت ابو ابراہیم احمد بن عمر بن حفص الوکیعی بغدادی ضریر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

قرأت میں آپ یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور ابراہیم اور علی بن احمد رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (غایۃ النھایہ فی طبقات القراء لابن الجزری ج ۱ ص ۴۰، باب الالف)

□......ماہِ صفر ۲۳۹ھ: میں حضرت صلت بن مسعود الجحدری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ عراق کے شہر "سامراء" کے قاضی تھے، حماد بن زید رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۸۱)

□......ماہِ صفر ۲۴۰ھ: میں حضرت ابو ثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

فقہ میں آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، ابن علیہ، ابن عیینہ، ابنِ مہدی اور وکیع رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوداؤد، مسلم، ابنِ ماجہ، ابوالقاسم البغوی اور ابوحاتم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی کتب کا یہ امتیاز ہے کہ آپ نے ان میں احادیث اور فقہ کو بہت اچھے انداز میں جمع کیا ہے۔

(طبقات الشافعیہ لابن قاضی شھبہ ج ۱ ص ۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۳، الطبقۃ الثامنہ، ثقات ابن حبان ج ۸ ص ۷۴، تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۱۰۳، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۷۳، وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۱ ص ۲۶، تھذیب الکمال ج ۲ ص ۸۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۲)

□......ماہِ صفر ۲۴۰ھ: میں حضرت ابو مسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر بن عبدالاعلیٰ بن مسہر الغسانی الدمشقی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کے شاگرد یہ حضرات ہیں: مروان بن محمد الطاطری، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، محمد بن عائذ اور دحیم رحمہم اللہ، قرآن مجید آپ نے ان حضرات سے پڑھا: ایوب بن تمیم، صدقہ بن خالد اور سوید بن عبدالعزیز رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۲۹)

□......ماہِ صفر ۲۴۲ھ: میں حضرت ابو عمرو خلیل بن عمرو الثقفی البغوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابنِ عیینہ، عیسیٰ بن یونس، محمد بن سلمہ الحرانی، شریک اور نخعی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ

ماجہ، موسیٰ بن ھارون الحافظ، عثمان بن خرزاد، ابن ابی الدنیا، حسن بن سفیان اور ابو القاسم البغوی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب التھذیب ج۳ص ۱۳۶، تھذیب الکمال ج۸ص ۳۳۲)

☐......ماہِ صفر ۲۳۲ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن طریف بن خلیفہ البجلی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اپنے والد، عبداللہ بن ادریس، محمد بن فضیل، اسباط بن محمد، ابو خالد الاحمر اور عائذ بن حبیب رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج۹ص ۲۰۹، تھذیب الکمال ج۲۵ص ۲۱۱)

☐......ماہِ صفر ۲۴۳ھ: میں حضرت ابو عبداللہ احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''ابن التستری'' کے نام سے مشہور تھے، ضمام بن اسماعیل، مفضل بن فضالہ، عبداللہ بن وھب، بشر بن بکر اور ازہر بن سعد السمان رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابراہیم الحربی، یوسف القاضی اور ابو یعلیٰ الموصلی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، عراق کے شہر ''سامراء'' میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص ۷۱)

☐......ماہِ صفر ۲۴۴ھ: میں حضرت ابو عبدالرحمٰن احمد بن بکار بن ابو میمونہ الحرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عتاب بن بشیر رحمہ اللہ آپ کے استاد اور ابو عروبہ رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔

(ثقات ابن حبان ج۸ص ۲۳، سیر اعلام النبلاء ج۱۱ص ۵۵۳، تھذیب الکمال ج۱ص ۲۷۸)

☐......ماہِ صفر ۲۴۵ھ: میں حضرت مطرف بن عبدالرحمٰن بن ہاشم بن علقمہ بن جابر بن بدر الازدی المشاط رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کا تعلق قرطبہ سے تھا، محمد بن یوسف بن مطرح، محمد بن وضاح، محمد بن قیس اور وھب بن نافع رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔

(تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ج۱ص ۱۹۰، باب معاویۃ)

☐......ماہِ صفر ۲۴۵ھ: میں حضرت ابو الولید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرۃ بن ابان السلمی الظفر الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابراہیم بن اعین، اسماعیل بن عیاش، ایوب بن تمیم القاری اور ایوب بن سوید الرملی رحمہم اللہ سے

حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابو عاصم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۲۵۴)

□......ماہِ صفر ۲۳۸ھ: میں حضرت ابوالفضل عباس بن الولید بن صبح الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

زید بن یحییٰ بن عبید الدمشقی، ابومسہر، عبدالسلام بن عبدالقدوس، علی بن عباس الحمصی اور عمرو بن ہاشم البیروتی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابن ماجہ، ابوحاتم، ابوزرعہ، عثمان بن خرزاد، حرب الکرمانی اور عبدان الاہوزی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔

(تھذیب التھذیب ج۵ ص ۱۱۵، تھذیب الکمال ج ۱۱ ص ۲۵۴)

□......ماہِ صفر ۲۵۱ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن عفان العامری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

حسن بن عطیہ رحمہ اللہ آپ کے استاد اور علی بن کاس القاضی اور ابن الزبیر القرشی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۷)

□......ماہِ صفر ۲۵۳ھ: میں حضرت ابویعقوب یوسف بن موسیٰ بن راشد الکوفی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ اصلاً "رے" کے باشندے تھے، بعد میں آپ بغداد منتقل ہوگئے، اور انتقال تک بغداد میں ہی قیام فرمایا، جریر بن عبدالحمید، ابوخالد الاحمر، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ادریس اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، بخاری، ابوداؤ، ترمذی، ابن ماجہ، ابراہیم الحربی اور ابوالقاسم البغوی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۲۲، تھذیب الکمال ج ۳۲ ص ۴۶۷، تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۸۳)

□......ماہِ صفر ۲۵۵ھ: میں حضرت ابوالعباس فضل بن سہل بن ابراہیم الاعرج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، ابوالجواب احوص بن جواب، اسود بن عامر شاذان، حسن بن موسیٰ الاشیب، یزید بن ہارون، حسین الجعفی، ابواحمد الزبیری، زید بن الحباب، محمد بن بشیر العبدی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابوعاصم، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزاز، احمد بن محمد بن الجراح الضراب، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، مسلم، احمد بن عمرو البزار، ابن ابی عاصم، بغوی، عبدان الجوالیقی اور حسن بن سفیان

النسائی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(الجرح والتعدیل ج۷ ص ۶۳، تاریخ بغداد ج۱۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵، طبقات الحنابلۃ ج۱ ص ۵۳، تذھیب التھذیب ج۳ ص ۱۳۹، میزان الاعتدال ج۳ ص ۳۵۴، تھذیب التھذیب ج۸ ص ۲۷۷، طبقات الحفاظ ص ۲۴۷ بحوالہ سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۲۱۰، تھذیب الکمال ج۲۳ ص ۲۲۶، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۵۳)

□...... ماہِ صفر ۲۵۷ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن بیان الشلاثائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ بعض حضرات کے نزدیک آپ ابوجعفر المصری کے نام سے مشہور تھے، سیف بن محمد الثوری رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الکندی، ابواسحاق ابراہیم بن محمد عبید الشہر زوری اور ابویحیٰ محمد بن ابراہیم بن فہد بن حکیم الساجی المصری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب الکمال ج۶ ص ۳۵۵، تھذیب التھذیب ج۱۲ ص ۲۸۷)

□...... ماہِ صفر ۲۶۱ھ: میں حضرت ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابراہیم بن مثرود الغافقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ آپ ابن مثرود کے نام سے مشہور تھے، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن قاسم اور عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابوجعفر الطحاوی، ابن صاعد اور ابوالحسن بن جوصا رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(الجرح والتعدیل ج۶ ص ۲۷۲، تھذیب الکمال ج۲۲ ص ۵۸۴، میزان الاعتدال ج۳ ص ۳۱۰، تھذیب التھذیب ج۸ ص ۱۸۴)

□...... ماہِ صفر ۲۶۱ھ: میں حضرت سلیمان بن توبۃ النھروانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ احمد بن ابراہیم الدورقی، احمد بن حنبل، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع، حکم بن موسیٰ، روح بن عبادہ اور سریج بن نعمان الجوہری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابن ماجہ، ابوالحسن احمد بن محمد بن یزید الزعفرانی، عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی، علی بن اسماعیل الصفار اور قاسم بن زکریا المطرز رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب الکمال ج۱۱ ص ۳۷۸، تھذیب التھذیب ج۴ ص ۱۵۵)

□...... ماہِ صفر ۲۶۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن محمد بن کثیر الکلبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ احمد بن شعیب الحرانی، احمد بن عبداللہ بن یونس، آدم بن ابی ایاس، اسماعیل بن خلیل الکوفی اور ایوب بن خالد الحرانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، نسائی، احمد بن علی بن الحسین المقری،

ابوعروبہ حسین بن محمد الحرانی، ابواللیث سلم بن معاذ الیربوعی اور عبداللہ بن بشر الطالقانی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، بحران کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

(تھذیب الکمال ج۲۷ ص ۹، تھذیب التھذیب ج۹ ص ۳۶۰)

□......**ماہِ صفر ۲۶۸ھ:** میں حضرت ابوعبدالمؤمن احمد بن شیبان بن ولید بن حیان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

سفیان بن عیینہ، عبدالمجید بن رواد، عبدالملک الجدی اور مؤمل بن اسماعیل رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، یوسف بن موسیٰ المروزی، ابوالعباس الاصم، یحییٰ بن صاعد، ابن خزیمہ اور عثمان بن محمد بن احمد السمرقندی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(الجرح والتعدیل ج۲ ص ۵۵، میزان الاعتدال ج۱ ص ۱۰۳، العبر فی خبر من غبر ج۲ ص ۳۸، تھذیب التھذیب ج۱ ص ۳۹، تاریخ ابن کثیر ج۱۱ ص ۴۲، لسان المیزان ج۱ ص ۱۸۵ بحوالہ حاشیہ سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۴۲)

□......**ماہِ صفر ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق بن جعفر الصاغانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اصلاً خراسان کے باشندے تھے، لیکن بعد میں بغداد میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لی تھی، یزید بن ہارون، عبدالوھاب بن عطاء، ابوبدر شجاع بن الولید، محاضر بن المورع، یعلی بن عبید اور روح بن عبادہ رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابوعمر الدوری، ابن ماجہ اور عبدان الاھوازی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام ابومزاحم الخاقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صاغانی کو اپنے وقت میں عظیم محدث یحییٰ بن معین کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی۔

(الجرح والتعدیل ج۷ ص ۱۹۰، تاریخ بغداد ج۱ ص ۲۴۰، الانساب ج۸ ص ۶۸، تذھیب التھذیب ج۳ ص ۱۸۳، العبر فی خبر من غبر ج۲ ص ۳۶۱، الوافی بالوفیات ج۲ ص ۱۹۵، تھذیب التھذیب ج۹ ص ۳۲، طبقات الحفاظ ص ۲۵۶، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۶۰، المنتظم ج۵ ص ۷۸ بحوالہ حاشیہ سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۵۹۴)

□......**ماہِ صفر ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابوبکر فضل بن عباس الرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، عبدالعزیز الاویسی، قتیبہ بن سعید اور ہدبہ بن خالد رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعوانہ الاسفرائینی، ابوبکر الخرائطی، محمد بن مخلد العطار اور محمد بن جعفر المطیری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۷۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(الجرح والتعدیل ج۷ ص ۶۶، تاریخ بغداد ج۱۲ ص ۳۶۷، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۰۰، طبقات الحفاظ ص ۲۶۸، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۶۰، المنتظم ج۵ ص ۷۷ بحوالہ حاشیہ

سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۳۱)

□......ماہِ صفر ۲۷۰ھ: میں حضرت ابو محمد حسن بن علی بن عفان العامری الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ عفان کے نام سے مشہور تھے، عبداللہ بن نمیر، ابو یحییٰ عبد الحمید الحمانی، اسباط بن محمد، ابو اسامہ اور جعفر بن عون رحمہم اللہ اور دوسرے بڑے بڑے اہلِ علم آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، عبد الرحمٰن بن ابی حاتم، علی بن محمد بن کاس اور اسماعیل بن محمد الصفار رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(الجرح والتعدیل ج۳ ص ۲۲، تذھیب التھذیب ج۱ ص ۱۳۲، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۰، تھذیب التھذیب ج۲ ص ۳۰۱، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۵۸ بحوالہ حاشیۃ سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۴، تھذیب الکمال ج۶ ص ۲۵۸)

□......ماہِ صفر ۲۷۱ھ: میں حضرت ابو الفضل عباس بن محمد بن حاتم بن واقد الدوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۱۸۵ھ میں ہوئی، حسین بن علی الجعفی، محمد بن بشر، جعفر بن عون، ابو داؤد الطیالسی، عبد الوھاب بن عطا اور یحییٰ بن ابو بکیر رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، ابنِ صاعد، ابو عوانۃ، ابو بکر بن زیاد، ابو جعفر بن البختری اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی۔

(الجرح والتعدیل ج۶ ص ۲۱۶، تاریخ بغداد ج۱ ص ۱۴۳، طبقات الحنابلۃ ج۱ ص ۲۳۶، الانساب ج۵ ص ۴۰۰، تذھیب التھذیب ج۲ ص ۱۲۷، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۷۹، تھذیب التھذیب ج۵ ص ۱۱۴، طبقات الحفاظ ج۷ ص ۵۰، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۶۱ بحوالہ حاشیۃ سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۵۲۲، تھذیب الکمال ج۱۴ ص ۲۴۸، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۹۶)

□......ماہِ صفر ۲۷۱ھ: میں حضرت ابو الحسن علی بن سہل بن المغیرۃ النسائی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابو بدر السکونی، عبد الوھاب بن عطا، محمد بن عبید، یحییٰ بن ابو بکیر اور عبید اللہ بن موسیٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، ابنِ صاعد، علی بن عبید، محمد بن احمد الحکیمی اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں "بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا سنِ وفات ۲۷۰ھ قرار دیا ہے۔ تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۴۵۷"

(الجرح والتعدیل ج٦ ص ١٨٩، تاریخ بغداد ج١١ ص ٣٢٩، طبقات الحنابلۃ ج١ ص ٢٢٥، المنتظم ج٥ ص ٨٣، تذھیب التھذیب ج٣ ص ٦٢، میزان الاعتدال ج٣ ص ١٣١، تھذیب التھذیب ج٧ ص ٣٢٩ بحوالہ حاشیۃ سیر اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٦٠)

□......ماہِ صفر ٢٧٢ھ: میں عظیم محدث حضرت ابو علی حسن بن اسحاق بن یزید العطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عمر بن شبیب المسلی، زید بن الحباب، حسن بن موسیٰ الاشیب محمد بن بکیر الحضرمی اور ابو نعیم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: محمد بن مخلد، ابو العباس الاصم اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٤٤)

□......ماہِ صفر ٢٧٣ھ: اندلس کے اموی امیر ابو عبداللہ عبدالرحمٰن بن الحکم بن ہشام بن الداخل عبدالرحمٰن بن معاویہ کی وفات ہوئی۔

٢٣٨ھ میں اپنے والد کی وفات کے بعد امارت کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تھی، ان کے بعد ان کے بیٹے منذر بن عبدالرحمٰن امیر بنے۔

(الکامل لابن الاثیر ج٧ ص ٤٢٣، الوافی بالوفیات ج٣ ص ٢٢٤، البدایۃ والنھایۃ ج١١ ص ٥١، شذرات الذھب ج٢ ص ١٦٤ بحوالہ حاشیۃ سیر اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٧٣)

□......ماہِ صفر ٢٧٧ھ: میں حضرت ابو علی حسن بن سلام البغدادی السواق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

عبیداللہ بن موسیٰ، ابو عبدالرحمٰن المقری، عمرو بن حکام، ابو نعیم اور عفان بن مسلم رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابن صاعد، اسماعیل الصفار، عثمان بن السماک، ابو بکر النجاد اور ابو بکر الشافعی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(تاریخ بغداد ج٧ ص ٣٢٦، المنتظم ج٥ ص ١٠٧ بحوالہ حاشیۃ سیر اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٩٢)

□......ماہِ صفر ٢٧٨ھ: میں عباسی شہزادے موفق کی وفات ہوئی۔

آپ کا پورا نام ابو احمد طلحہ تھا، آپ کی ولادت ٢٢٩ھ میں ہوئی، آپ خلیفہ معتمد باللہ کے ولی عہد تھا، جو کہ آپ کا بھائی تھے، موفق باوجودیکہ ولی عہد تھے لیکن خلافت حقیقی معنی میں انہی کے پاس تھی، اور انہوں نے عباسی حکومت کو بہت فائدہ پہنچایا، ٢٧٨ھ میں اچانک آپ کا انتقال ہوا۔

(تاریخ الخلفاء ص ٣٦٥، تاریخ الطبری ج٩ ص ٢٩٠، تاریخ بغداد ج٢ ص ١٢٧، تاریخ ابن عساکر ج١٠ ص ١٩١، المنتظم ج٥ ص ١٢١، الکامل لابن الاثیر ج٧ ص ٤٣١، الوافی بالوفیات

ج ۲ ص ۲۹۳، شذرات الذھب ج ۲ ص ۱۷۲ بحوالہ حاشیہ سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۶۹، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۸، تاریخ ملت ج ۲ ص ۷۰۶، ۴۰۷)

□...... ماہِ صفر ۲۹۱ھ: میں حضرت ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن اسید الخزاعی الاصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

قعنبی، مسلم بن ابراہیم، قرۃ بن حبیب، ابو الولید الطیالسی اور ابو عمرو الحوضی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد العسال، عبدالرحمٰن بن سیاہ، ابو القاسم طبرانی، ابو الشیخ بن حیان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۰۲)

□...... ماہِ صفر ۲۹۲ھ: میں حضرت ابو عبداللہ ہارون بن موسیٰ بن شریک التغلبی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

سلام المدائنی اور ابو مسہر الغسانی رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابو احمد بن الناصح، طبرانی، ابو طاہر بن ذکوان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۲۰۰ھ میں ہوئی، مختلف فنون کے امام تھے، آپ کی تصانیف علمِ قراءت میں مشہور ہیں، ہبۃ اللہ بن جعفر، ابو بکر النقاش، ابراہیم بن عبدالرزاق اور محمد بن احمد الداجونی رحمہم اللہ جیسے مشہور قراء آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۶۶)

□...... ماہِ صفر ۲۹۳ھ: میں حضرت ابو العباس عیسیٰ بن محمد الطہمانی المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اسحاق بن راہویہ اور علی بن حجر رحمہما اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن خضر اور یحییٰ بن محمد العنبری اور عمر بن علک رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ "المراوزۃ" مقام کے رئیس لوگوں میں شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۷۳)

□...... ماہِ صفر ۲۹۵ھ: میں حضرت ابو ابراہیم اسماعیل بن الملک احمد بن اسد بن سامان بن نوح رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ملک احمد بن اسد (یہ آپ کے والد ہیں) محمد بن نصر المروزی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ اور آپ کے آباء و اجداد مدت سے بخارا و سمرقند کے امیر رہے، مدتِ ولایت ۷ سال تھی، آپ نہایت بہادر اور علوم و فنون میں یگانہ

تھے، رزم و بزم دونوں کے شہسوار تھے، آپ کے بعد آپ کے بیٹے ابونصر احمد امیرِ سلطنت ہوئے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۵۵)

□......ماہِ صفر **۲۹۶ھ** :میں حضرت ابوعلی حسین بن محمد بن حاتم البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ مشہور محدث یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، داؤد بن رشید، یعقوب بن حمید بن کاسب، یحییٰ بن معین، محمد بن عبداللہ بن عمار اور ابوہمام ولید بن شجاع رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، عبدالصمد الطستی، ابوبکر الشافعی اور طبرانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ کو ''عبید العجل'' کا لقب دیا تھا ''تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۷۱ میں آپ کا سنِ وفات ۲۹۳ھ لکھا ہوا ہے'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۹۱)

□......ماہِ صفر **۲۹۸ھ** :میں شیخ الصوفیہ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ مسروق کے نام سے مشہور تھے، علی بن الجعد، خلف بن ہشام، احمد بن حنبل اور علی بن مدینی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر الشافعی، جعفر الخلدی، حبیب القزاز، مخلد الباقرحی، ابنِ عبید العسکری اور ابوبکر الاسماعیلی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(طبقات الصوفیۃ ص ۲۳۷، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۱۳، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۰۰، المنتظم ج ۶ ص ۹۸، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۵۰، طبقات الاولیاء ص ۸۹، لسان المیزان ج ۱ ص ۲۹۳، النجوم الزاھرۃ ج ۳ ص ۱۷۷، شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۲۷ بحوالہ حاشیہ سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۹۴)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ صفر **۳۰۲ھ** :میں حضرت ابوالحسن، علی بن احمد بن منصور بن نصر بن بسام البسامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ کا شمار مشہور اور بڑے شعراء میں ہوتا تھا، شعر میں تعریف و تنقید کرنے میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل

[1] قال الخطیب: حدثنی علی بن محمد بن نصر الدینوری قال سمعت حمزۃ بن یوسف السھمی یقول سألت الدارقطنی عن محمد بن احمد بن خالد البورانی فقال لا باس بہ ولکنہ یحدث عن شیوخ ضعفاء۔

تھا، آپ کی کئی ادبی کتابوں کے مصنف ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۳۹، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۳)

□......ماہِ صفر ۳۰۲ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن خالد بن شیرزاذ بورانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ عراق کے مشہور شہر تکریت کے قاضی تھے، قاسم بن یزید، احمد بن منیع، محمد بن سلیمان لوین، ابوعمار حسین بن حریث رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، محمد بن مظفر حافظ، محمد بن زید بن مروان انصاری رحمہما اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۹۵)

□......ماہِ صفر ۳۰۲ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن ہارون الدقاق رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ۱؎

آپ ابنِ اخی میمی کے نام سے مشہور تھے، عبداللہ بن محمد بغوی رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں، محمد بن علی بن مخلد، ابوخازم بن فراء، ابوالقاسم ازہری، محمد بن علی بن فتح اور قاضی تنوخی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات جمعرات یکم رجب ۳۹۰ھ میں ہوئی۔
(تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۶۹)

□......ماہِ صفر ۳۰۲ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن حسین بن خالد قنیطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن سعید جوہری، عمر بن اسماعیل بن مجالد، اسحاق بن ابراہیم بغوی، حسین بن علی صدائی، یعقوب بن ابراہیم دورقی، محمد بن حسان ازرق رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عیسیٰ بن حامد رُخجی (یہ آپ کے بھانجے ہیں) ابوعلی بن صواف، محمد بن احمد بن یحییٰ عطشی، علی بن محمد بن لؤلؤ وراق رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، بدھ کے دن دو صفر کو آپ کی وفات ہوئی۔
(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۳۲)

□......ماہِ صفر ۳۰۵ھ: میں حضرت ابومحمد قاسم بن محمد بن بشار بن حسن بن بیان بن سماعہ بن فروۃ بن قطن بن دعامۃ انباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۲؎

آپ بغداد میں رہتے تھے، عمرو بن علی، حسن بن عرفہ، احمد بن حارث خراز، عمر بن شبہ، احمد بن عبید بن ناصح، نصر بن داؤد بن طوق، محمد بن جہم سمری اور عبداللہ بن ابی سعد وراق رحمہم اللہ سے حدیث کی

۱؎ قال الخطيب: كان ثقة مأمونا كتب الحديث إلى أن توفي.
وقال ابن أبي الفوارس: كان ثقة مأمونا ديّنا فاضلا.
۲؎ قال الخطيب: كان صدوقا أمينا عالما بالأدب موثقا في الرواية.

سماعت کی، محمد (یہ آپ کے بیٹے ہیں) علی بن موسیٰ رزاز، احمد بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۳۰)

□......ماہِ صفر **۳۰۵ھ**: میں حضرت ابوبکر قاسم بن زکریا بن یحییٰ بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]
آپ ''المطرز'' کے نام سے مشہور تھے، ۲۲۰ھ کے لگ بھگ آپ کی ولادت ہوئی، ابو محمد ون الطیب، علی ابو عمر الدوری، سوید بن سعید، محمد بن الصباح الجرجرائی، اسحاق بن موسیٰ الانصاری، ابوہمام الولید بن شجاع، ابوکریب اور عباد بن یعقوب الرواجنی رحمہم اللہ اور ان کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں، ابوبکر الجعابی، عبدالعزیز بن جعفر الخرقی، محمد ابن المظفر اور ابوحفص الزیات رحمہم اللہ اور بہت سے مشائخ آپ سے روایت کرتے ہیں، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور کوفہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۵۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۰)

□......ماہِ صفر **۳۰۷ھ**: میں حضرت ابو محمد ہیثم بن خلف دوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]
عبدالاعلیٰ بن حماد، عبیداللہ بن عمر قواریری، اسحاق بن موسیٰ، ابن حمید اور عثمان بن ابی شیبہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر شافعی، عبدالعزیز بن جعفر خرقی، علی بن لولو اور ابو عمرو بن حمدان رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۶۷)

□......ماہِ صفر **۳۰۸ھ**: میں حضرت ابوالحسن حکیم بن ابراہیم بن حکم قرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
حسن بن محمد بن صباح زعفرانی اور احمد بن منصور رمادی رحمہم اللہ کے طبقے سے حدیث کی سماعت کی، یکم صفر کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۲۹)

□......ماہِ صفر **۳۰۸ھ**: میں حضرت ابو مطیع مکحول بن فضل نسفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

---

[1] قال الخطيب : كان ثقة ثبتا. وقال الدار قطني :قاسم المطرز مصنف مقرء نبيل (تذكرة الحفاظ)
قال الذهبي: كان ثقة مأمونا، اثنى عليه الدارقطني وغيره
قال الخطيب: وكان من أهل الحديث والصدق والمكثرين في تصنيف المسند والأبواب والرجال

[2] قال الاسماعيلي :كان احد الاثبات وقال احمد بن كامل :لم يغير شيبه وكان كثير الحديث جدا ضابطا لكتابه.

آپ ''اللؤلئيات في الزهد والآداب'' کتاب کے مصنف تھے، ابوعیسیٰ ترمذی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، محمد بن ایوب بن ضریس، مطین رحمہم اللہ سمیت بہت سے حضرات آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر احمد بن محمد بن اسماعیل اور شیخ جعفر مستغفری رحمہا اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۳)

□......**ماہِ صفر ۳۱۲ھ**: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن ثقفی الہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہونے کی وجہ سے ''ہمذان'' کے محدث کہلاتے تھے، محمد بن عبید الاسدی، یعقوب بن ابراہیم الدورقی، ابوسعید الاشج، زیاد بن ایوب، حمید بن ربیع، عبدالرحمٰن بن عمر رستہ، محمود بن خداش اور عباس بن یزید البحرانی رحمہم اللہ اور ان کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں، احمد بن عبید الاسدی، احمد بن محمد بن صالح، محمد بن حیویہ کرجی، قاسم بن حسن فلکی، علی بن حسن بن ربیع، جبریل العدل، ابواحمد بن غطریف اور ابواحمد حاکم رحمہم اللہ سمیت بہت سے حضرات آپ سے روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۳۹)

□......**ماہِ صفر ۳۱۲ھ**: میں حضرت ابومحمد عبدوس بن احمد بن عباد ثقفی ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

یعقوب دورقی، محمد بن عبید اسدی، زیاد بن ایوب، ابوسعید الاشج، حمید بن ربیع، عبدالرحمٰن بن عمر رستہ، محمود بن خداش اور عباس بن یزید حرانی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، احمد بن عبید اسدی، احمد بن صالح، علی بن حسن بن ربیع، جبریل عدل، قاسم بن حسن فلکی، محمد بن حیویہ بن مؤمل، ابواحمد غطریفی اور ابواحمد حاکم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔
(طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۷۳)

□......**ماہِ صفر ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوالعباس، احمد بن محمد بن الحسین بن عیسیٰ الماسرجسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

---

[1] قال شيرويه الديلمي في "تاريخه" : "روى عنه عامة أهل الحديث ببلدنا، وكان ثقة، متقنا، يحسن هذا الشأن. وقال صالح بن أحمد الحافظ : سمعت أبي يقول : كان عبدوس ميزان بلدنا في الحديث، ثقة، يحسن هذا الشأن.

[2] قال شيرويه : روى عنه عامة أهل الحديث ببلدنا وكان يحسن هذا الشأن ثقة متقناً(طبقات الحفاظ)

حسن بن عیسٰی بن ماسرجس نیسابوری رحمہ اللہ کے پوتے تھے، اپنے دادا حسن بن عیسٰی، اور اسحاق بن راھویہ، شیبان بن فروخ، ربیع بن ثعلب، وہب بن بقیہ، عمرو بن زرارۃ رحمہم اللہ اور ان کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابو علی النیسابوری، ابو اسحاق المزکی، ابو سہل الصعلوکی، ابو احمد الحاکم رحمہم اللہ سمیت بہت سے حضرات آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۰۵)

□...... ماہِ صفر ۳۱۵ھ: میں حضرت ابو الحسن محمد بن جعفر بن احمد بن عمر بن شبیب صیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الکوفی کے نام سے مشہور تھے، اسحاق بن ابی اسرائیل، محمد بن سلیمان لوین، محمد بن صالح رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابو الحسین بن بواب محمد بن مظفر اور ابن شاہین رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳۵)

□...... ماہِ صفر ۳۱۷ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن حسن بن عباس بن فرج بن شقیر نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

احمد بن عبید بن ناصح رحمہ اللہ سے امام واقدی رحمہ اللہ کی تصانیف روایت کرتے ہیں، ابراہیم بن احمد حرقی، ابوبکر بن شاذان رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۸۹)

□...... ماہِ صفر ۳۱۹ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ابو عبید، علی بن حسین بن حرب بن عیسٰی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ "ابن حربویہ" کے نام سے مشہور تھے، احمد بن مقدام، حسن بن عرفہ، زید بن اخزم، یوسف بن موسٰی القطان اور حسن بن محمد الزعفرانی رحمہم اللہ اور ان کے طبقہ سے حدیث کی سماعت کی، ابو عمر بن حیویہ، ابوبکر بن المقری اور ابو حفص بن شاہین رحمہم اللہ سمیت بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ علم الجدل والخلاف، بلاغت اور استدلال و درایت کے ماہر عالم، قرآن

---

[1] قال الذهبي: كان ثقة ثبتا. قال أبو بكر البرقاني: ذكرت ابن حربويه للدارقطني، فذكر من جلالته وفضله، وقال: حدث عنه النسائي في الصحيح (ثم قال) لم يحصل لي عنه حرف واحد، وقد مات بعد أن كتبت الحديث بخمس سنين.

وحدیث کے علوم کے حامل، ادیب، سمجھدار، پاکباز، حق گو، لائق فائق اور مذہب میں ٹھیٹھ ومضبوط انسان تھے، مصر کے حاکمِ وقت تکین آپ کی مجلس میں آتے تھے، بغیر اس کے کہ اپنے استقبال واعزاز میں آپ کو اٹھ کھڑا ہونے کے خواہش مند ہو، لیکن جب آپ تکین کی مجلس میں جاتے، تو وہ چل کر آپ کے استقبال کے لئے آگے بڑھتا اور آپ سے ملاقات کرتا، آپ شکل وشباہت میں کوئی زیادہ رعب داب کے حامل نہ تھے، لیکن یگانۂ روزگار عالم تھے (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴ ص ۵۳۸)

☐......ماہِ صفر ۳۲۰ ھ: میں حضرت ابوالیسیر علوان بن حسین بن سلمان بن علی بن القاسم مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے داماد تھے، علی بن محمد بن مبارک صنعانی، اسحاق بن ابراہیم دبری، عبید بن محمد کشوری اور حنبل بن محمد سلیحی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی ابوحفص بن شاہین، یوسف بن عمر قواس رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۱۸)

☐......ماہِ صفر ۳۲۰ ھ: میں حضرت شیخ الشافعیۃ ابوعبداللہ زبیر بن احمد بن سلیمان بن عبداللہ بن عاصم بن منذر بن زبیر بن عوام رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

محمد بن سنان قزاز، ابوداؤد رحمہما اللہ سمیت بہت سے حضرات سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر نقاش، عمر بن بشران، علی بن لؤلؤ وراق اور ابنِ بخیت دقاق رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

ابواسحاق فرماتے ہیں کہ آپ نابینا تھے، لیکن آپ کی کتابیں علم سے بھرپور تھیں، آپ کی مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

الکافی، النیۃ، ستر العورۃ، الھدایۃ، الاستشارۃ والاستخارۃ، ریاضۃ المتعلم، الامارۃ۔

آپ کے بیٹے ابوعاصم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵ ص ۵۸)

☐......ماہِ صفر ۳۲۳ ھ: میں حضرت ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ بن سلیمان عتکی ازدی واسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

---

[1] قال الذھبی: کان من الثقات الاعلام.

آپ نفطویہ کے لقب سے مشہور تھے، اور کئی مفید کتابوں کے مصنف تھے، بغداد میں رہتے تھے، اسحاق بن وہب علاف، شعیب بن ایوب صریفینی، محمد بن عبدالملک دقیقی، احمد بن عبد الجبار عطاردی اور داؤد بن علی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، معافی بن زکریا، ابو بکر بن شاذان، ابو عمر بن حیویہ اور ابو بکر بن مقری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۲۴۴ھ میں ہوئی، اہلِ ظاہر کی نظر میں آپ سربرآوردہ ہستی تھے، دین اور سنت میں بڑا حصہ رکھتے تھے، حسنِ خلق کے حامل اور ذکی تھے، نظم ونثر دونوں میں حصہ رکھتے تھے۔

آپ کی مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

غریب القرآن، المقنع فی النحو، کتاب البارع، تاریخ الخلفاء

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۷۶)

□……ماہِ صفر ۳۲۳ھ: میں حضرت امام ابو اسحاق ابراہیم بن حماد بن اسحاق بن اسماعیل ازدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

حسن بن عرفہ، علی بن مسلم طوسی، وعلی بن حرب اور زعفرانی رحمہم اللہ سمیت بہت سے حضرات سے حدیث کی سماعت کی، دار قطنی، ابن شاہین اور ابو طاہر المخلص رحمہم اللہ سمیت بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔

ابوالحسن جراحی فرماتے ہیں کہ: میں جب بھی ان کے پاس گیا یا تو قرآن کی تلاوت کر رہے ہوتے تھے، یا نماز میں مشغول ہوتے تھے، ابو بکر بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا، مصر کے قاضی ابو عبید بن حربویہ کے بعد آپ کے بیٹے ہارون آپ کی زندگی ہی میں قاضی بنادیئے گئے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۶)

□……ماہِ صفر ۳۲۳ھ: میں حضرت ابوالقاسم مطرف بن فرج بن علی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابو سہولہ کے نام سے مشہور تھے، اور اندلس کے مقام "بطلیوس" کے باشندے تھے، یوسف بن سفیان، منذر بن حزم رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، جمعہ کی رات ۲۸صفر کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ علماء الاندلس ج۱ ص۱۸۹)

---

[1] قال الدارقطنی: ثقة جبل.

□......ماہِ صفر ۳۲۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن یوسف بن محمد بن دوست بزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ل

رمضان ۴۰۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی، محمد بن جعفر مطیری، ابوعبداللہ بن عیاش قطان، احمد بن محمد بن ابی سعید دوری، ابوعبداللہ حکیمی، عمر بن حسن بن اشنانی، ابوالحسن مصری، اسماعیل بن محمد صفار اور ابوعلی برذعی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، حسن بن محمد خلال حمزہ بن محمد بن طاہر دقاق، ابوالقاسم ازہری، ہبۃ اللہ بن حسین طبری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔
(تاریخ بغداد ج۵ ص ۱۲۴)

□......ماہِ صفر ۳۲۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سہل بن فضیل الکاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ع

۱۳ صفر بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور اسی دن تدفین ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: زبیر بن بکار، عمر بن شبہ، عیسیٰ بن ابی حرب صفار اور علی بن داؤد قنطری رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: عبیداللہ حوشی، ابوالحسن دارقطنی اور یوسف بن عمر قواس رحمہم اللہ۔

بدھ کے دن ۱۳ صفر کو آپ کی وفات ہوئی، اور اسی دن تدفین ہوئی (تاریخ بغداد ج۵ ص ۳۱۶)

□......ماہِ صفر ۳۲۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم بن منصور القواس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عبدالرحمٰن بن خراش رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی شمار ہوتے تھے، احمد بن ابی یحییٰ، محمد بن سلیمان باغندی، مخول بن محمد مستملی، ایوب بن سلیمان ملطی اور ابوفروہ رہاوی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، قاضی ابوالحسن جراحی، ابوالحسن دارقطنی، ابوالقاسم خلاج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج۶ ص ۱۶۲)

□......ماہِ صفر ۳۲۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زکریا محاربی کوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوکریب محمد بن علاء، سفیان بن وکیع، ہشام بن یونس

ل قال الخطیب: وکان مکثرا من الحدیث عارفا به حافظا له مکث مدۃ یملی فی جامع المنصور بعد وفاۃ أبی طاهر المخلص ثم انقطع عن الخروج ولزم بیته.

ع قال الخطیب: کان ثقة

اور حسین بن نصر بن مزاحم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: دار قطنی، محمد بن عبد اللہ جعفی رحمہما اللہ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵ ص ۷۳)

□......ماہ صفر ۳۲۶ھ: میں حضرت ابو ذر احمد بن محمد بن محمد بن سلیمان بن حارث بن عبد الرحمٰن ازدی رحمہ اللہ انتقال ہوا۔ [1]

آپ ابن الباغندی کے نام سے مشہور تھے، عبید اللہ بن سعد زہری، محمد بن علی بن خلف عطار، علی بن حسین بن اشکاب، عمر بن شبہ نمیری، علی بن حرب طائی، سعدان بن نصر مخرمی اور اسحاق بن یسار نصیبی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن عبید اللہ بن شخیر، قاضی ابو الحسن جراحی، ابو الحسن دار قطنی، ابو حفص بن شاہین، یوسف قواس اور معافی بن زکریا رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۸۶)

□......ماہ صفر ۳۲۸ھ: میں حضرت ابو الحسن محمد بن احمد بن ایوب بن صلت بن شنبوذ المقرئ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

آپ ابن شنبوذ کے نام سے مشہور تھے، اور طلب علم کے لیے اکثر سفر کرتے رہتے تھے، ابو مسلم کجی، ہارون بن موسیٰ اخفش، قنبل مکی، اسحاق خزاعی، ادریس حداد، حسن بن عباس رازی، اسماعیل نحاس اور محمد بن شاذان جوہری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابو طاہر بن ابو ہاشم، ابو بکر بن شاذان رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۸۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۲۶۶)

---

[1] قال الخطيب: حدثني علي بن محمد بن نصر قال سمعت حمزة بن يوسف يقول سمعت أبا مسعود الدمشقي يقول سمعت الزينبي ببغداد يقول دخلت على محمد بن محمد الباغندي فسمعته يقول لا تكتبوا عن ابني فإنه يكذب فدخلت على ابنه أبي ذر فسمعته يقول لا تكتبوا عن أبي فإنه كذاب.
قال حمزة وسألت أبا الحسن الدارقطني عن أبي ذر أحمد بن محمد الباغندي فقال ما علمت إلا خيرا وكان أصحابنا يؤثرونه على أبيه سمعت أبا الفتح محمد بن أبي الفوارس الحافظ وذكر محمد بن سليمان الباغندي وابنه أبو بكر وابنه أبو ذر فقال أوثقهم أبو ذر.

[2] قال الخطيب: وكان قد تخير لنفسه حروفا من شواذ القراءات تخالف الإجماع فقرأ بها فصنف أبو بكر بن الأنباري وغيره كتبا في الرد عليه الخ.

□......ماہِ صفر ۳۲۸ھ: میں حضرت ابو محمد حسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمجید المقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ؎۱

آپ ابوالاذان رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، محمد بن ہارون ختلی، ابراہیم بن جبلہ باہلی، عبدالرحمٰن بن ازہر بلخی، ابوالبختری عنبری اور محمد بن احمد بن ابی المثنی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوحفص بن زیات اور ابوالحسن دارقطنی رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔
(تاریخ بغداد ج۷ص ۲۸۲)

□......ماہِ صفر ۳۲۹ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن عبیداللہ بن محمد بن رجاء تمیمی بلخی بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابوالموجہ محمد بن عمرو، اور محمد بن نصر رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ ایک طویل مدت تک محمد بن نصر رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے، اور ان سے بہت علم حاصل کیا، آپ کی دو کتب زیادہ مشہور ہوئی:

"کتاب تلقیح البلاغة" "کتاب المقالات"

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۹۲)

□......ماہِ صفر ۳۳۲ھ: میں حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن علی بن بطحا بن علی بن مسقلہ تمیمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ؎۲

محمد بن علی (یہ آپ کے والد ہیں) حماد بن حسن بن عنبسہ، علی بن حرب طائی، احمد بن سعد زہری، عباس بن عبداللہ ترقفی، عباس بن محمد دوری، احمد بن عبدالجبار عطاردی، محمد بن جہم سمری، احمد بن ملاعب مخرمی، حسن بن مکرم بزاز اور محمد بن ابی الحسین کوفی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن دارقطنی، یوسف بن عمر قواس، ابوبکر بن ابی موسیٰ ہاشمی اور ابوحفص بن آجری مقری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۲۵۰ھ میں ہوئی، اور جمعہ کے دن دس صفر کو آپ

؎۱ قال الخطيب: أخبرني عبيد الله بن أبي الفتح قال سمعت أبا الحسن الدارقطني ذكر الحسن بن إبراهيم بن عبد المجيد المقرء فقال هو من الثقات قرأت في كتاب أبي القاسم بن الثلاج بخطه

؎۲ قال الخطيب: حدثني الحسن بن محمد الخلال ان يوسف بن عمر القواس ذكر بن بطحا في جملة شيوخه الثقات.

وقال ايضاً: أخبرنا أبو بكر البرقاني حدثنا علي بن عمر الحافظ قال إبراهيم بن محمد بن علي بن بطحا ثقة فاضل قال لي عبد العزيز بن علي الوراق

کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۶۴)

□...... **ماہِ صفر ۳۳۳ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن محمد بن وشاح نحمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الطیاد سے کے نام سے مشہور تھے، آپ یحییٰ بن عمر رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور علم کا سمندر شمار ہوتے تھے، آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے، جس میں سے چند کے نام یہ ہیں:

عصمة الأنبياء، كتاب الطهارة، مناقب مالك

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۶۰)

□...... **ماہِ صفر ۳۳۳ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن فرج بن ابوطاہر دقاق رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [1]

آپ ابن البیاض کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں، احمد بن سلمان النجاد، علی بن محمد بن زبیر کوفی، عبداللہ بن اسحاق بغوی، احمد بن عثمان بن آدمی، جعفر خلدی اور ابوبکر شافعی رحمہم اللہ، آپ کی وفات جمعرات کے دن ۲۹ شعبان ۴۱۵ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۵۳)

□...... **ماہِ صفر ۳۳۳ھ:** میں حضرت عباسی خلیفہ ابوالقاسم عبداللہ بن علی مکتفی کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

اس دن صفر کی تین تاریخ اور ہفتہ کا دن تھا، یہ ایک سال چار مہینے اور چند دن خلیفہ رہے۔

(مروج الذهب ج ۲ ص ۱۹۰)

□...... **ماہِ صفر ۳۳۵ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد بن یزید صیرفی مطیری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

آپ بغداد میں رہتے تھے، حسن بن عرفہ، علی بن حرب، یحییٰ بن عیاش قطان، عباس بن عبداللہ ترقفی، عباس بن محمد دوری، حسن بن علی بن عفان کوفی، ابوالبختری عبداللہ بن محمد بن شاکر عنبری رحمہم

---

[1] قال الخطيب: كان شيخا فاضلا دينا صالحا ثقة من أهل القرآن.

[2] قال الدارقطني هو ثقة مأمون.

قال الخطيب: أخبرنا الحسين بن علي الطناجيري قال أنبأنا علي بن عمر بن احمد الحافظ قال كان المطيري صدوقا ثقة.

وقال ايضاً: اخبرنا احمد بن ابي جعفر القطيعي قال قال لنا أبو محمد جعفر محمد بن علي الطاهري وكان أبو بكر المطيري ينزل في درب خزاعة وكان حافظا للحديث وكان لا بأس به في دينه والفقه.

اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسین بن بواب، ابوالحسن دار قطنی، ابو حفص بن شاہین رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳۶)

☐......ماہِ صفر ۳۳۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن محمد الاموی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کا تعلق قرطبہ سے تھا، اور ''جالطی'' کے نام سے مشہور تھے، ابو عبید الجبیری، ابو عبد اللہ الرباحی، ابوبکر الزبیدی، ابوبکر بن الاحمر القرشی رحمہم اللہ اور بہت سے حضرات سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے ۳۷۱ھ میں حج کیا، اور حج کے دوران بڑے بڑے حضرات سے مستفید ہوئے، آپ علم وادب، درایت وروایت، حافظہ، دین اور اصلاح، اچھے اخلاق کے مالک تھے، فقہ کے ماہر تھے، اس کے علاوہ معاملات کی تحریرات وغیرہ لکھنے میں خصوصی مہارت کے حامل تھے، ابن بشکوال فرماتے ہیں کہ آپ حلیم وبردبار، ادیب وظریف تھے۔ جامع مسجد زہراء (اندلس کی شہرہ آفاق مسجد) میں آپ پیش امام مقرر کیے گئے، آپ آخری خطیب تھے، جو اس کے منبر پر کھڑے ہوئے، اسی طرح خلیفہ ہشام بن حکم کی پولیس کے امور کے انتظام کے عہدہ پر بھی رہے، لیکن آپ کا خاتمہ اور دنیا سے کوچ دنیا سے بڑی سعادت اور نیک بختی کے ساتھ ہوا، جب قرطبہ پر بربریوں نے یورش کر کے غلبہ پایا، تو آپ اپنے اہل وعیال کی مدافعت کرتے ہوئے، بربریوں کے ہاتھوں مقتول وشہید ہوئے (الصلۃ لابن بشکوال ج ۱ ص ۱۵۷)

☐......ماہِ صفر ۳۳۸ھ: میں حضرت ابوعقیل احمد بن عیسیٰ بن زید بن حسن بن عیسیٰ بن موسیٰ بن ہادی بن مہدی سلمی قزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

احمد بن سلمان نجاد، ابوبکر شافعی اور احمد بن نصر بن اشکاب بخاری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ کی وفات ۳ شوال اتوار کے دن ۴۲۱ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۸۴)

☐......ماہِ صفر ۳۳۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن دینار نیساپوری حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔[1]

آپ ابنِ دینار کے نام سے مشہور تھے، محمد بن اشرس، سری بن خزیمہ، حسین بن فضل مفسر، احمد بن

---

[1] قال الذهبي: ابن دينار الامام الفقيه المأمون الزاهد العابد.
قال الخطيب: كان ثقة.

سلمہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عمر بن شاہین اور ابو عبداللہ حاکم رحمہما اللہ اور بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، عمر بن شاہین اور ابو عبداللہ حاکم رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، امام حاکم رحمہ اللہ آپ کی تعظیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ دن کو روزہ رکھتے تھے، اور رات کو قیام کرتے تھے، اور فقر وفاقہ پر صبر کرتے تھے، میں نے اصحاب الرائے میں ان سے زیادہ عبادت کرنے والا نہیں دیکھا، آپ کثرتِ عبادت اور فقر وفاقہ پر صبر کی وجہ سے فتویٰ دینے سے رک گئے تھے، اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے، اور صدقہ کرتے تھے، اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے، اور ہر دس سال بعد حج کرتے، اور ہر تین سال بعد جہاد کے سفر کے لئے نکلتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ میرا بیٹا دنیا سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ دنیا کو ناپسند فرماتے ہیں، اس لئے میں اس شخص (یعنی بیٹے) سے محبت نہیں رکھتا، جو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز سے محبت رکھتا ہے (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۵۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۸۳)

☐......**ماہِ صفر ۳۳۹ھ**: میں حضرت ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن یحییٰ اللیثی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ قرطبہ کے رہنے والے تھے، آپ کی ولادت ۱۳ ذی الحجہ ۲۸۲ھ میں ہوئی، عبید اللہ بن یحییٰ، محمد بن عمر بن لبابہ احمد بن خالد، ابن المنذر، ابو جعفر عقیلی، ابن الاعرابی، محمد بن مؤمل عدوی، ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی، ابنِ زبان، محمد بن محمد بن نفاخ باہلی، محمد بن محمد بن لبا داور احمد بن احمد بن زیاد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۶۰)

☐......**ماہِ صفر ۳۳۰ھ**: میں حضرت ابو الحسن علی بن احمد بن اسحاق بن ابراہیم بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [2]

عبداللہ بن محمد بن ابی مریم، یوسف بن یزید قراطیسی، محمد بن عمرو بن خالد، ابو حارثہ احمد بن ابراہیم غسانی اور مقدام بن داؤد رعینی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، قاضی علی بن محمد بن اسحاق

---

[1] قال ابن الفرضي: وكان: حافظا للرأي، معتنيا بالآثار، جامعا للسنن، متصرفا في علم الإعراب، ومعاني الشعر. وكان شاعرا مطبوعا.

[2] قال الذهبي: البغدادي الشيخ المحدث الثقة.

حلبی، ابوعبداللہ بن مندہ، منیر بن احمد، ابومحمد بن نحاس، احمد بن محمد بن عبدالوہاب دمیاطی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۷۵)

☐......ماہِ صفر ۳۲۱ ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عیشون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ اندلس کے مشہور مقام "طیطلہ" کے رہنے والے تھے، آپ ایک بڑے فقیہ انسان تھے، اور فقہ کے مسائل پر آپ کو بڑی دسترس حاصل تھی، آپ کی فقہ پر ایک کتاب بھی ہے، اس کے علاوہ "توجیہ حدیث الموطا" کے نام سے بھی ایک کتاب ہے، طیطلہ میں وسیم بن سعدون، وہب بن عیسیٰ، قرطبہ میں احمد بن خالد، محمد بن عبدالملک بن ایمن اور قاسم بن اصبغ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، طیطلہ میں پیر کے دن ۹ صفر کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ علماء الاندلس ج ا ص ۱۶۱)

☐......ماہِ صفر ۳۲۳ ھ: میں حضرت ابوہارون موسیٰ بن محمد بن ہارون بن موسیٰ بن یعقوب بن ابراہیم بن مسعود بن حکم انصاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

محمد بن عبیداللہ بن منادی، عیسیٰ بن جعفر وراق، احمد بن ملاعب، ابوقلابہ رقاشی، محمد بن حسین حنینی، عبداللہ بن روح مدائنی، محمد بن سلیمان باغندی، احمد بن علی خراز، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، اسماعیل بن اسحاق قاضی، حارث بن ابی اسامہ، علی بن محمد بن ابی الشوارب، ابوالعباس کدیمی، احمد بن عبیداللہ نرسی، یزید بن ہیثم بادا اور حسن بن علی معمری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن محمد بن صلت مجبر، عبدالقاہر بن محمد بن عتر موصلی رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۶۱)

☐......ماہِ صفر ۳۲۴ ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن سعد بغدادی رحمہ اللہ انتقال ہوا۔ [2]

آپ مصر میں رہتے تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابومسلم کجی، محمد بن نصر صائغ، محمد بن عبدوس بن کامل اور ابراہیم بن ہاشم بغوی رحمہم اللہ، ابومحمد عبدالرحمٰن بن عمر نحاس آپ کے شاگرد ہیں، منگل کے دن ۴ صفر کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۸۳)

☐......ماہِ صفر ۳۲۴ ھ: میں حضرت ابوالقاسم یحییٰ بن محمد بن یحییٰ قصبانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [3]

---

[1] قال الخطيب: كان ثقة

[2] قال الخطيب: كان حافظا صادقا.

[3] قال الخطيب: كان ثقة.

آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں ہوئی، احمد بن اسماعیل بن ابی محمد یزیدی، محمد بن عبدالرحیم اصبہانی مقری، ابو احمد اور محمد بن موسیٰ بن حماد بربری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابو حفص بن شاہین، ابوالقاسم بن ثلاج اور ابو اسحاق ابراہیم بن احمد طبری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۳۵)

☐ ...... ماہ صفر ۳۴۷ھ: میں شیخ النحو حضرت ابو محمد، عبداللہ بن جعفر بن درستویہ بن مرزبان فارسی نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ ابن درستویہ کے نام سے مشہور تھے، اور مشہور نحوی عالم مبرد کے شاگرد تھے، آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

الارشاد في النحو، شرح كتاب الجرمي، الهجاء، شرح الفصيح، غريب الحديث، أدب الكاتب، المذكر والمؤنث، المقصور والممدود، المعاني في القراء ات.

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: یعقوب الفسوی، عباس بن محمد دوری، یحییٰ بن ابی طالب، ابو محمد بن قتیبہ، عبدالرحمٰن بن محمد کرزان اور محمد بن حسن حنفی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: دارقطنی، ابن شاہین، ابن مندہ، ابن زرقویہ، ابن فضل القطان، اور ابوعلی بن شاذان رحمہم اللہ، آپ کی ولادت ۲۵۸ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۳۲)

☐ ...... ماہ صفر ۳۴۷ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۶۳ھ میں ہوئی۔ [2]

آپ ابن خزیمہ کے نام سے مشہور تھے، عبداللہ بن روح مدائنی، احمد بن سعید جمال، احمد بن عبید اللہ نرسی، ابوقلابہ رقاشی، محمد بن ابوالعوام ریاحی، جعفر صائغ، ابوالاحوص محمد بن ہیثم، محمد بن مسلمہ واسطی، ابو اسماعیل ترمذی اور حارث بن ابی اسامہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام دارقطنی، ابوالحسن

---

[1] قال الذهبي: كان ثقة.

وقال ايضاً: وثقه ابن مندة وغيره. وضعفه اللالكائي هبة الله، وقال: بلغني عنه أنه قيل له: حدث عن عباس الدوري حديثا، ونعطيك درهما ففعل، ولم يكن سمع منه.

[2] قال الخطيب: كان ثقة.

قال الذهبي: ابن خزيمة الشيخ المحدث الثقة.

بن رزقویہ، ابوالحسن بن فضل، علی بن بشران اور عبدالملک بن بشران رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، اتوار کے دن ۱۴ صفر کو آپ کی وفات ہوئی، اور اتوار ہی کے دن آپ کی تدفین ہوئی۔
(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۱۶)

□...... ماہِ صفر ۳۴۹ھ: میں حضرت ابو محمد عباس بن محمد بن عباس جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
آپ ابن الجوہری کے نام سے مشہور تھے، ابوالقاسم بغوی، ابوعروبہ حرانی، ابوبکر بن ابی داؤد، یحییٰ بن صاعد اور محمد بن ہارون حضرمی رحمہم اللہ اور ان کے طبقے سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعبداللہ حاکم بن بیع رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۴۰)

□...... ماہِ صفر ۳۴۹ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن عمرو بن محمد بن حسین بن یزید بن غزوان کرابیسی بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
حج کے سفر سے واپسی پر بغداد میں آپ کا انتقال ہوا، ابوعبدالرحمٰن بن ابی اللیث، عمر بن محمد بن بجیر اور احمد بن عبدالواحد بن رفیدہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۷)

□...... ماہِ صفر ۳۵۰ھ: میں حضرت ابو جعفر عبداللہ بن اسماعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ بن امیر المؤمنین منصور ابی جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]
آپ ابن بریہ کے نام سے مشہور تھے، اور جامع بغداد کے خطیب تھے، ۸۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا، احمد بن عبدالجبار عطاردی اور ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوالحسن بن رزقویہ، ابوالقاسم بن منذر، احمد بن عبداللہ بادی اور ابوعلی بن شاذان رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۵۲)

□...... ماہِ صفر ۳۵۱ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن جعفر بن احمد بن خلیع بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]
آپ مصر میں رہتے تھے، اور بشر بن موسیٰ رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالفتح بن مسرور بلخی رحمہ اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، مصر میں ہی آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۸۰)

---

[1] قال الذھبی: وثقہ الخطیب.
[2] قال الخطیب: کان من الثقات المرجودین

□......**ماہِ صفر ۳۵۱ھ** میں حضرت ابوالحسن علی بن طلحہ بن محمد بن عمر مقری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ۱
آپ ابن بصری کے نام سے مشہور تھے، مالک قطیعی، ابنِ ماسی، حسین بن علی نیشاپوری، ابراہیم بن احمد بن جعفر، عبدالعزیز بن جعفر خرقیین، ابو حفص بن زیات، محمد بن مظفر، ابوبکر ابہری، ابوعمر بن حیویہ اور ابوالحسین بن سمعون رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات اتوار کے دن ۲۵ ربیع الآخر ۴۲۴ھ میں ہوئی، اور اسی دن تدفین ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۲)

□......**ماہِ صفر ۳۵۲ھ** میں حضرت ابوالحسن شاکر بن عبداللہ مصیصی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۲
محمد بن موسیٰ نہرتیری، عمر بن سعید منبجی، حسن بن احمد بن ابراہیم بن فیل انطاکی، ابوسعید حسن بن علی فقیہ، محمد بن عبدالصمد بن ابی الجراح، ایوب بن سلیمان عطار اور محمد بن ابراہیم بن بطال یمامی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالحسن بن رزقویہ، عبداللہ بن یحییٰ سکری، محمد بن طلحہ نعالی، علی بن احمد رزاز رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۰)

□......**ماہِ صفر ۳۵۵ھ** میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن ابوالفتح احمد بن عثمان بن فرج بن ازہر بن ابراہیم بن تمیم صیرفی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابن السوادی کے لقب سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابنِ مالک قطیعی، ابومحمد بن ماسی، حسین بن محمد بن عبید عسکری، ابوسعید حرقی، ابوحفص بن زیات، علی بن محمد بن لولو، محمد بن مظفر اور علی بن عبدالرحمٰن بکائی کوفی رحمہم اللہ، آپ کی وفات منگل کے دن ۹ صفر ۴۳۵ھ میں ہوئی، اور اگلے دن تدفین ہوئی، آپ حدیث کی کتابت وسماعت میں بہت بڑا حصہ رکھتے تھے، حدیث کی جمع وتالیف اور تفہیم وتشریح کرنے والوں میں سے تھے، صداقت ودیانت، صحت وثابت قدمی، سلامتی مذہب اور حسنِ اعتقاد کے ساتھ، درسِ قرآن کی مداومت کرتے تھے، آپ کی بڑی بڑی عظیم وضخیم کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔
(تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۸۵)

□......**ماہِ صفر ۳۵۹ھ** میں حضرت ابوبکر احمد بن عباس بن عبیداللہ مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
آپ ابن امام کے نام سے مشہور تھے ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، امام ابوعبداللہ حاکم

---

۱ قال الخطيب: كتبنا عنه ولم يكن به بأس.
۲ قال الخطيب: وما علمت من حاله إلا خيرا.

رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں، رے کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۰)

□...... ماہِ صفر ۳۵۶ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان کی وفات ہوئی۔

آپ کا لقب سیف الدولہ تھا، آپ کی ولادت ۳۰۱ھ میں ہوئی، جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے قبل وفات ہوئی، قاضی علوی نے آپ کی جنازہ پڑھائی، ۲۰ سال تک حکومت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۸۸)

□...... ماہِ صفر ۳۵۶ھ: میں حضرت ابوعباس محمد بن احمد بن حمدان بن علی بن عبداللہ بن سنان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ مشہور زاہد ابوعمر رحمہ اللہ کے بھائی تھے، آپ کی ولادت ۲۷۳ھ میں ہوئی، محمد بن ایوب رازی، محمد بن ابراہیم بوشجی، محمد بن عمرو قشمرد، محمد بن نعیم، حسن بن علی بن زیاد سری، موسیٰ بن اسحاق انصاری، قاضی عبداللہ بن ابی الخوارزمی، ابراہیم بن علی ذہلی، تمیم بن محمد طوسی، حسین محمد قبانی، محمد بن نصر بن سلمہ جارودی، ابوعمرو احمد بن نصر خفاف، عمران بن موسیٰ بن مجاشع، ابوالفضل احمد بن سلمہ نیشاپوری، علی بن حسین بن جنید، ابراہیم بن ابی طالب، ابنِ خزیمہ اور سراج رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوبکر برقانی، احمد بن محمد بن عیسیٰ، احمد بن محمد بن ابراہیم بن قطن، ابوسعید احمد بن محمد بن یوسف کرابیسی اور احمد بن ابی اسحاق رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

ابنِ ارسلان اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابوسعید کی ایک تحریر میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ جس وقت ابوالعباس کو مرضِ وفات شروع ہوا، تو مسلمانوں میں بہت غم تھا، تو ابوالعباس ازہری نے خواب میں دیکھا کہ ابوالعباس ہمارے پاس آ گئے ہیں، پس جو بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی، شہر میں یہ خبر پھیل گئی، اور اہلِ شہر فوج در فوج آنے لگے، اور ان کے لئے مغفرت طلب کرنے لگے، ۱۵ دن آپ کا مرضِ وفات رہا، جمعہ کی رات آپ کی زبان بھی بند ہو گئی، صرف لا الٰہ الا اللہ کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ہفتہ کے دن ۱۱ صفر کو آپ کو وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۹۶)

□...... ماہِ صفر ۳۵۶ھ: میں حضرت ابویعلیٰ حسن بن محمد بن حسن بن فاق رزاز رحمہ اللہ کی ولادت

---

[1] قال الذهبي: وكان حافظا للقرآن، عارفا بالحديث، والتاريخ، والرجال، والفقه، كافا عن الفتوى.

ہوئی۔ [1]

ابوبکر بن مالک قطیعی، ابومحمد بن ماسی اور قاضی ابوالحسن جراحی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ربیع الآخر ۴۴۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۷ ص ۴۲۶)

□...... **ماہِ صفر ۳۵۷ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن علی بن احمد بن عبداللہ حریری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابنِ جمہ کے نام سے مشہور تھے، ابوبکر بن مالک قطیعی، عبداللہ بن ابراہیم بن ماسی، ابوسعید حرقی، سہل بن احمد دیباجی، محمد بن مظفر، ابوالحسن دارقطنی اور علی بن عمر حربی رحمہ اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، جمعرات کے دن ۱۲ رمضان ۴۴۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۷۸)

□...... **ماہِ صفر ۳۵۷ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن ابان بن اصفر وخ نفری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی، آپ نے قاضی ابوبکر محمد اشعری کی مصاحبت پائی، اور ان سے علمِ کلام کا درس لیا، قرآن اور قراآت حفظ کرتے تھے، علمِ ادب کی مختلف شاخوں میں صاحبِ فن تھے، آپ کے کلام کا بڑا ضخیم دیوان بھی تھا، جس کا کچھ حصہ مدحِ صحابہ، روافض اور ان کے شعائر کی تردید پر مشتمل تھا، منگل کے دن یکم شعبان ۴۴۳ھ میں آپ کو وفات ہوئی، اور اگلے دن باب الدیر کے مقبرہ میں آپ کو دفن کیا گیا، اسی قبرستان میں مشہور بزرگ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ بھی مدفون ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۷)

□...... **ماہِ صفر ۳۵۷ھ:** میں حضرت ابوسعید احمد بن محمد بن رمیح بن عصمہ بن وکیع بن رجاء نخعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [2]

---

[1] قال الخطيب: كتبت عنه وكان يتشيع وسماعه صحيح .

[2] قال الخطيب: حدثني علي بن محمد بن نصر قال سمعت حمزة بن يوسف يقول سالت ابا زرعة محمد بن يوسف عن احمد بن محمد بن رميح النسوى فاوما إلي انه ضعيف او كذاب قال حمزة الشک مني . قال لي أبو نعيم الحافظ كان أبو سعيد أحمد بن محمد بن رميح النسوى ضعيفا والأمر عندنا بخلاف قول أبي زرعة وأبي نعيم فإن ابن رميح كان ثقة ثبتا لم يختلف شيوخنا اللذين لقوه في ذلک . اخبرنا أبو بكر البرقاني قال قال لي أبو الفتح محمد بن أبي الفوارس كان احمد بن محمد بن رميح النسوى ثقة في الحديث . اخبرنا الحسين بن محمد اخو الخلال عن أبي سعيد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: محمد بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن اسحاق سراج، عبداللہ بن محمد شیرویہ، عبداللہ بن محمود مروزی، محمد بن فضل سمرقندی، عمر بن محمد بن بجیر ہمدانی، محمد بن عقیل بلخی، ابراہیم بن یوسف ہسنجانی، عمرو بن اسماعیل بن ابی غیلان بغدادی، عبداللہ بن اسحاق مدائنی، محمد بن محمد باغندی، ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی، زکریا بن یحییٰ ساجی، عبدان اہوازی، محمد بن حسین اشنانی، عبداللہ بن زیدان، فضل بن محمد جندی، محمد بن زبان مصری، محمد بن حسن بن قتیبہ عسقلانی، عبداللہ بن محمد بن سلم مقدسی اور حسین بن عبداللہ بن یزید رقی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوالحسن دارقطنی، ابوحفص بن شاہین، ابوالحسن بن رزقویہ، ابوعلی بن دوما، عبدالرحمٰن بن محمد سراج نیشاپوری رحمہم اللہ، آپ ایک طویل مدت تک یمن میں مقیم رہے، اس کے بعد ۳۵۰ھ میں بغداد تشریف لے گئے، بغداد کے بعد تین سال تک نیشاپور میں رہے، اس کے بعد دوبارہ بغداد آ گئے، پھر آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، حج کے بعد آپ کی جحفہ کے مقام پر وفات ہوئی، اور یہیں پر دفن ہوئے۔ (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۷)

□......ماہِ صفر ۳۵۸ھ: میں حضرت ابوالحسین ثوابہ بن احمد بن عیسیٰ بن ثوابہ بن مہران بن عبداللہ موصلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ، احمد بن حسین جرادی، عبداللہ بن ابی سفیان موصلی، محمد بن اسماعیل بن نباتہ فارقی، احمد بن محمد بن بکر بالسی اور ابوعبیدہ احمد بن عبداللہ بن احمد بن ذکوان دمشقی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوالحسن دارقطنی، ابوالحسین بن رزقویہ، طلحہ بن علی بن صقر کتانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۷ ص ۱۳۹)

□......ماہِ صفر ۳۵۸ھ: میں حضرت ابوعامر علی بن محمد بن احمد بن سلیمان قرشی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الادريسي قال أحمد بن محمد بن رميح النسوي لم أرزق السماع منه ذكر لي أصحابنا حفظه وتيقظه ومعرفته في الحديث أخبرنا محمد بن علي المقرء عن محمد بن عبد الله الحافظ النيسابوري قال أحمد بن محمد بن رميح النخعي ابو سعيد الحافظ ثقة مأمون .

[1] قال الخطيب: كان صدوقا .

[2] قال الخطيب: كان صدوقا

جمعرات کے دن ۱۵ رجب ۳۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج ۲ ا ص ۱۰۲)

□......ماہِ صفر ۳۵۹ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن یوسف بن خلاد بن منصور نصیبی بغدادی عطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۱

محمد بن فرج ازرق، حارث بن ابی اسامہ، محمد بن یوسف کدیمی، محمد بن غالب تمتام اور ابراہیم حلبی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، دارقطنی، ابنِ زرقیہ، ہلال حفار، ابوعلی بن شاذان، محمد بن عبدالواحد بن رزمہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۷۰)

□......ماہِ صفر ۳۵۹ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن یوسف بن احمد بن خلاد بن منصور بن احمد بن خلاد عطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۲

محمد بن فرج ازرق، حارث بن ابی اسامہ، اسماعیل بن اسحاق قاضی، محمد بن غالب تمتام، عبید بن شریک بزاز، احمد بن ابراہیم بن ملحان، محمد بن یونس کدیمی، احمد بن محمد بن صاعد، ابراہیم بن اسحاق حربی، اسحاق بن حسن حربی اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوالحسن دارقطنی، ابوالحسن بن رزقویہ، محمد بن ابی الفوارس، قاضی ابوالفرج بن سمیکہ، ہلال بن محمد حفار، حسین بن شجاع صوفی، علی بن محمد ایادی، ابوعلی بن شاذان اور ابونعیم اصبہانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں(تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۲۰)

□......ماہِ صفر ۳۵۹ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن محمد بن حمزہ عطشی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حسین بن محمد مطبقی، ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی رحمہما اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالحسن محمد بن احمد بن عبداللہ بن جوالیقی کوفی رحمہ اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔
(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۵۹)

□......ماہِ صفر ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوعلی عیسیٰ بن محمد بن احمد جریجی طوماری بغدادی رحمہ اللہ کا

---

۱ قال الخطيب: كان لا يعرف شيئا من العلم، غير ان سماعه صحيح، وقد سأل أبا الحسن الدارقطني فقال: أيما أكبر الصاع أو المد؟، فقال للطلبة: انظروا إلى شيخكم. وقال أبو نعيم: كان ثقة. وكذا وثقه أبو الفتح بن أبي الفوارس، وقال: لم يكن يعرف من الحديث شيئا.
قال الذهبي: ابن خلاد، الشيخ الصدوق المحدث، مسند العراق،

۲ قال الخطيب: كان ثقة مضى أمره على جميل ولم يكن يعرف الحديث.

انتقال ہوا۔ [1]

آپ طوماری کے لقب سے مشہور تھے، آپ ابن جریج رحمہ اللہ کی اولاد میں ہیں، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: حارث بن ابی اسامہ، ابوبکر بن ابی الدنیا، ابراہیم حربی، بشر بن موسیٰ، محمد بن یونس کدیمی، جعفر بن ابی عثمان طیالسی، محمد بن احمد بن براء، حسین بن فہم، ابراہیم الحربی، مطین کوفی اور عبداللہ بن محمد بن ناجیہ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابن رزقویہ، علی بن عبداللہ عیسوی، ابن داؤد رزاز، ابوعلی بن شاذان، ابونعیم حافظ، علی بن احمد رزاز، ابوعبداللہ خالع، محمد بن جعفر بن علان، احمد بن محمد بن ابوجعفر اخرم، رحمہم اللہ، عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن ۲۶۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۶۵ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۶)

☐...... **ماہِ صفر ۳۶۱ھ:** میں حضرت ابوالازہر عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن یزداد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کی ولادت ۲۷۸ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۰)

☐...... **ماہِ صفر ۳۶۲ھ:** میں حضرت ابوالعباس اسماعیل بن عبداللہ بن محمد بن میکال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

عبدان اھوازی، ابوالعباس السراج، ابن خزیمہ اور علی بن سعید عسکری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوعلی حافظ، ابوالحسین حجاجی، ابوعبداللہ حاکم اور عبدالغافر فارسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۹۲ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۵۷)

☐...... **ماہِ صفر ۳۶۳ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن طلحہ بن علی بن صقر بن عبدالمجیب کتانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [3]

ابوعمر بن حیویہ، محمد بن زید بن علی بن مروان انصار، ابوالقاسم بن حبابہ، ابوطاہر مخلص اور قاضی ابوبکر بن ابی موسیٰ ہاشمی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات ہفتہ کی رات ۱۸ ربیع الاول ۴۴۳ھ میں ہوئی، اور ہفتہ کے دن شونیزی کے مقبرہ میں دفن ہوئے (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۸۳)

---

[1] قال الذهبی: الطوماری الشیخ المحدث المعمر، مسند العراق۔

[2] قال الذهبی: ابن میکال الشیخ الامام الادیب، رئیس خراسان۔

[3] قال الخطیب: کتبت عنہ و کان صدوقا دینا من أهل القرآن

□......**ماہِ صفر ۳۶۴ھ:** میں حضرت ابوالفرج احمد بن قاسم بن عبیداللہ بن مہدی بغدادی بن خشاب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ۱

محمد بن محمد باغندی، محمد بن جریر، عبداللہ بن اسحاق مدائنی، ابوالقاسم بغوی، ابوجعفر طحاوی اور محمد بن ربیع جیزی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، تمام رازی، بقاء خولانی، عبدالوہاب میدانی، مکی بن مغمر اور محمد بن عوف مزنی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۵۲)

□......**ماہِ صفر ۳۶۴ھ:** میں حضرت ابوہاشم عبدالجبار بن عبدالصمد بن اسماعیل مقری سلمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوعبیدہ احمد بن عبداللہ بن ذکوان، محمد بن خریم، ابوشیبہ داؤد بن ابراہیم، علی بن احمد علان، جعفر بن احمد بن عاصم، قاسم بن عیسیٰ عصار، محمد بن معافا صیداوی اور سعید بن عبدالعزیز رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: تمام رازی، ابوالحسن بن جہضم، علی بن بشری عطار، مکی بن غمر، محمد بن عوف اور عبدالوہاب میدانی رحمہم اللہ، آپ کی ولادت ۲۸۶ھ میں ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۵۳)

□......**ماہِ صفر ۳۶۵ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن وصیف حلاء کی وفات ہوئی۔
آپ مشہور شاعر تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۲۲)

□......**ماہِ صفر ۳۶۶ھ:** میں اندلس کے امیر امیر المومنین ابوالعاص حکم بن عبدالرحمٰن بن محمد کی وفات ہوئی۔

آپ کا لقب المستنصر باللہ اموی مروانی تھا، آپ کی ولادت ۳۰۲ھ میں ہوئی، اپنے والد کی وفات کے بعد رمضان ۳۵۰ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، آپ مثالی سیرت، مختلف علوم کے جامع، اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ، صاحب قدر و منزلت، علمی شئون و مراتب میں بہت اونچے درجے پر فائز، مطالعۂ کتب میں غرق رہنے والے تھے، کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ آپ نے جمع کیا کہ بادشاہوں میں سے بھی کوئی نہ جمع کر پایا ہو، کتابوں کی تلاش و جستجو میں رہتے، اور ان کے حصول میں بڑا مال خرچ کرتے، دور دراز کے ممالک و شہروں سے مہنگی مہنگی کتب آپ کے لئے فراہم کی جاتیں

---

۱ قال الذهبي: ابن الخشاب الحافظ الاوحد.

(سیر اعلام النبلاء ج۸ ص ۲۷۱)

□...... ماہِ صفر ۳۶۹ھ: میں ابو حفص عمر بن احمد بن یوسف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ ابو نعیم یا ابن نعیم کے لقب سے مشہور تھے، علی بن حسین بن حبان، ہارون بن یوسف بن زیاد، احمد بن حسن بن عبد الجبار صوفی، احمد بن محمد بن نصر ضبعی، محمد بن قاسم بن ہاشم سمسار، عباس بن علی نسائی، اسماعیل بن اسحاق بن حصین معمری، سلیمان بن عیسیٰ جوہری اور مفضل بن محمد جندی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، محمد بن ابی الفوارس، محمد بن جعفر بن علان وراق، محمد بن عمر بن بکیر نجار، بشری بن عبد اللہ رومی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۵۷)

□...... ماہِ صفر ۳۷۰ھ: میں معروف حکیم ابو علی حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا بلخی بخاری کی ولادت ہوئی، آپ ابن سینا کے نام سے مشہور تھے، اور علم طب میں ''القانون'' آپ کی مشہور کتاب ہے، آپ علم طب، علم فلسفہ، اور علم منطق میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

الانصاف(۲۰ جلدوں میں)البر والاثم(۲ جلدوں میں)الشفاء(۱۸ جلدوں میں) القانون (۲جلدوں میں)الارصاد، النجاة(۳جلدوں میں)الاشارات، القولنج، اللغة(۱۰ جلدوں میں)ادویة القلب،الموجز، المعاد، وغیرہ۔

۵۳ سال کی عمر میں رمضان ۴۲۸ھ میں ہمدان کے مقام پر وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۵۳۳)

□...... ماہِ صفر ۳۷۱ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حارث بن اسد خشنی قیروانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

قاسم بن اصبغ رحمہ اللہ وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ نے فقہ، تاریخ میں کئی کتب تصانیف فرمائی، اس کے ساتھ ساتھ آپ شاعر بھی تھے (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۰۲)

□...... ماہِ صفر ۳۷۱ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ عبد الکریم بن علی بن احمد بن علی بن حسن بن عبد اللہ تمیمی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [2]

آپ ابن الحسنی قصری کے لقب سے مشہور تھے، اور بغداد میں رہتے تھے، محمد بن عمران بن زنبور

---

[1] قال الخطیب: قال لنا بشری کان من معادن الصدق

[2] قال الخطیب: کان صدوقا دینا کثیر الدرس للقرآن.

وراق، قاضی ابو محمد بن الکفانی رحمہا اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات جمعرات کے دن ۸ محرم الحرام ۴۵۹ھ میں ہوئی، اور جمعہ کے دن باب حرب کے مقبرہ میں تدفین ہوئی۔
(تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۸۲)

□...... ماہِ صفر ۳۷۱ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد بن حسین بن وہب حریری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

محمد بن جریر طبری، عبداللہ بن محمد بغوی، حسن بن یحیی مخرمی، ابوبکر بن ابی داؤد اور عباس بن یوسف شکلی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن بن رزقویہ، ابوبکر برقانی، حسن بن عبداللہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، جمعہ کی رات آپ کی وفات ہوئی، اور جمعہ کے دن مشہور بزرگ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر کے قریب تدفین ہوئی (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۵۴)

□...... ماہِ صفر ۳۷۳ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن محمد بن مظفر بن عبداللہ دقاق رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [1]

موسیٰ بن جعفر بن عرفہ سمسار، ابوالفضل زہری، علی بن عمر حربی، ابوالقاسم بن حبابہ اور ابوعبداللہ بن مرزبانی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت جمعہ کی رات ۱۵ صفر کو ہوئی، اور وفات بھی جمعہ کے دن ۱۳ ربیع الاول ۴۴۸ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۶)

□...... ماہِ صفر ۳۷۴ھ: میں حضرت قاضی ابورفاعہ عبدالغنی بن احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ بن منصور بن کعب بن یزید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

محمد بن اسماعیل بن علی بندار اور صالح بن ابی مقاتل رحمہما اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر اور ابوالقاسم بن ثلاج رحمہما اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۳۹)

□...... ماہِ صفر ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن نصیر بن عبداللہ نصیری نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن اسحاق سراج، محمد بن عمر بن حفص مقابری، احمد بن محمد بن

---

[1] قال الخطیب: کان صدوقا.

حسین ماسرجسی رحمہم اللہ، قاضی ابوالعلاء واسطی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔
(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۲)

□...... ماہِ صفر ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوسہل محمد بن احمد بن محمد بن حسنویہ نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ حسنوی کے لقب سے مشہور تھے، ابوحامد احمد بن محمد بن یحیٰی بزار، ابوبکر محمد بن حسین قطان اور ابوطاہر محمد بن حسن رحمہم اللہ، آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا، جو لایعنی چیزوں سے ہمیشہ بچتے رہتے ہیں، آپ رمضان ۳۷۴ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے، اور بغداد، مکہ اور کئی شہروں میں حدیث کا درس دیتے ہوئے، اور حج کر کے واپس بغداد تشریف لائے، اور پیر کی رات ۱۲ صفر کو آپ کی ۵۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی، اور بغداد میں خیزران کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔
(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۴۵)

□...... ماہِ صفر ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علی بن داؤد بن سلیمان بن خلف مطرز مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔[1]

محمد بن محمد بن بدر باہلی، ابوغسان قلزمی، عبدالکریم بن ابراہیم بن حبان مرادی، ابوشیبہ داؤد بن ابراہیم بن روزبہ بغدادی، کہمس بن معمر، علان صیقل اور ابوبشر دولابی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، علی بن عبدالعزیز طاہری، ابوبکر برقانی، احمد بن عبداللہ محاملی، محمد بن عمر بن بکیر مقری، قاضی ابوالعلاء واسطی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۸۸)

□...... ماہِ صفر ۳۷۶ھ: میں حضرت ابوالحسین علی بن حسن بن جعفر بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔[2]

آپ ابن کرنیب کے نام سے مشہور تھے، اس کے علاوہ آپ کو ابن العطار مخرمی بھی کہا جاتا ہے، حامد بن شعیب بلخی، حسن بن محمد مخرمی، محمد بن حسن اشنانی کوفی، محمد بن محمد بن باغندی، احمد بن ولید بن حوالی، قاسم بن نصر مخرمی اور ابوالقاسم بغوی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، برقانی،

---

[1] قال الخطیب: کان ثقة کتب الناس عنه بانتخاب الدارقطنی

[2] قال الخطیب: کان یتعاطی الحفظ والمعرفة وکان ضعیفا ... کان مخلطا فی الحدیث.

عبدالعزیز ازجی، قاضی ابوالعلاء واسطی، ابوالقاسم تنوخی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۲۹۸ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۸۵)

□...... **ماہِ صفر ۳۷۷ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن زید بن علی بن جعفر بن محمد بن مروان بن راشد ابزاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

عبداللہ بن محمد بن ناجیہ، عبداللہ بن صقر سکری، احمد بن ممتنع قرشی، ابوحازم ابراہیم بن محمد حضرمی، احمد بن عمر بن زنجویہ قطان، حامد بن محمد بن شعیب بلخی، محمد بن محمد عقبہ شیبانی کوفی اور محمد بن حسن اشنانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، محمد بن فرج بن علی بزاز، ابوالفرج طناجیری، ابوالقاسم ازہری، علی بن محسن تنوخی اور حسن بن علی جوہری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۸۹)

□...... **ماہِ صفر ۳۷۷ھ:** میں حضرت ابوحامد احمد بن حسین بن علی مروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن الطبری کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: احمد بن خضر مروزی، احمد بن محمد بن عمر منکدری، محمد بن عبدالرحمٰن دغولی، احمد بن محمد بن حارث بن عبدالکریم اور محمد بن رزام مروزی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوبکر برقانی، قاضی ابوالعلاء واسطی، محمد بن حسین بن احمد بن بکیر، محمد بن موسٰی انباری اور احمد بن محمد عتیقی رحمہم اللہ، علی بن جعد اور علی بن خشرم کے اصحاب (تلمیذ) میں سے تھے، صاحب اجتہاد، راسخ و متقن عالم تھے، حدیث کے حافظ، آثار میں بصیرت رکھنے والے تھے، نوجوانی کے وقت بغداد آئے، اور علم میں مشغول ہو کر تفقہ کے حامل ہونے کا مرتبہ حاصل کیا، امام کرخی سے فقہ حنفی کا علم حاصل کیا، پھر خراسان لوٹے، تو قاضی القضاء مقرر ہوئے، تصنیفی کام بھی کیا (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۰۷)

□...... **ماہِ صفر ۳۷۸ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عباس بن احمد بن عصم بن ابی ذہل ضبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

---

[1] قال الخطيب: سألت ابا بكر البرقاني عن محمد بن زيد بن مروان فقال ثقة نبيل وسألته عنه مرة اخرى فقال ثقة أمين وقال لي أبو القاسم الأزهري قدم علينا أبو عبد الله بن مروان بغداد وحدث بها وكان ثقة جميل الظاهر

[2] قال الخطيب: كان العصمي ثقة نبيلا رئيسا جليلا من ذوي الأقدار العالية وله افضال بين على الصالحين والفقهاء والمستورين.

آپ عصمی کی نسبت سے مشہور تھے، اور ہرات سے آپ کا تعلق تھا، محمد بن عبداللہ مخلدی ہروی، محمد بن معاذ مالینی، حاتم بن محبوب شامی، مکی بن عبدان، ابوعمرو حیری، احمد بن خالد حزوری، عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی، یحییٰ بن صاعد، ابوعمر محمد بن یوسف یعقوب القاضی اور ابوحامد محمد بن ہارون حضرمی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، محمد بن اسماعیل وراق، ابوالحسن دارقطنی، ابوالحسن بن فرات، محمد بن ابی الفوار، ابن رقویہ اور ابوبکر برقانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، خطیب فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کے لئے دینار ڈھالے جاتے (ٹکسال خانوں میں پہلے زمانے میں پرائیویٹ طور پر بھی دراہم ودنانیر ڈھالنے کی سہولت ہوتی تھی) جن میں سے ہر دینار ڈیڑھ مثقال کا ہوتا، یا اس سے بھی زیادہ (حالانکہ عام مروج دینار ایک مثقال وزن کے ہوتے تھے) پھر آپ یہ دینار مستحقین پر صدقہ کرتے، پھر فرماتے کہ غریب فقیر کی خوشی اس وقت دیدنی ہوتی ہے، جب میں اسے کاغذ حوالے کرتا ہوں (جس میں دینار لپٹا ہوتا تھا) کاغذ لے کر وہ سمجھ رہا ہوتا کہ اس میں درہم (چاندی کے سکے) ہونگے، لیکن کھولنے پر دینار پر نظر پڑتی ہے، پھر وزن کرتا، تو بھی خلاف توقع مثقال کے بجائے ڈیڑھ مثقال کا نکلتا ہے، یا زیادہ کا، آپ کی ولادت ۲۹۴ھ میں ہوئی، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ سفر وحضر میں رہا میں ان سے اچھا وضو کرنے والا اور اچھی نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۸۲، تاریخ بغداد ج ۳ص ۱۲۱، طبقات الحفاظ ج ۳ص ۱۰۰۶)

□...... ماہِ صفر ۳۷۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ ضیاء بن احمد بن محمد بن یعقوب خیاط ہروی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ مشرقی بغداد میں رصافہ کے مضافات میں رہتے تھے، عمر بن احمد بن شاذان قرمیسینی، عیسیٰ بن احمد بن علی بن زید دینوری، محمد بن حسن بن شیبان ابلی اور علی بن احمد بن محمد بن غسان بصری رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۴۵۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۴۶)

□...... ماہِ صفر ۳۸۰ھ: میں حضرت ابونصر محمد بن علی بن احمد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن حیان رزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [1]

---

[1] قال الخطيب: كان صدوقا.

ابوالقاسم بن حبابہ، ابوطاہر مخلص، محمد بن عمر بن زنبور اور ابوالحسن جندی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، آپ کی وفات ذوالقعدہ ۴۴۴ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۰۳)

□......ماہِ صفر ۳۸۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن سہل حریری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوعروبہ حرانی، احمد بن عمیر جوصا دمشقی، محمد بن عبداللہ بن عبدالسلام اور احمد بن اسحاق بن بہلول تنوخی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: خلال، برقانی، احمد بن عمر بن روح نہروانی اور تنوخی رحمہم اللہ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۱)

□......ماہِ صفر ۳۸۱ھ: میں حضرت ابوالطیب عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [۱]

اسحاق بن سنین ختلی، ابوقلابہ رقاشی، محمد بن غالب تمتام اور احمد بن بشر مرثدی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، محمد بن حسن یقطینی، دارقطنی، ابن ثلاج، عبداللہ بن عثمان صفار اور احمد بن فرج بن حجاج رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، عراق کے شہر موصل میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۲۵)

□......ماہِ صفر ۳۸۱ھ: میں ابومحمد عبیداللہ بن احمد بن معروف بغدادی کی وفات ہوئی۔ [۲]

آپ ابنِ معروف کے نام سے مشہور تھے، ابنِ صاعد، ابنِ حامد حضرمی، محمد بن نوح اور ابنِ نیروز انماطی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابومحمد خلال، تنوخی، عبدالواحد بن شیطا اور ابوجعفر بن مسلمہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۲۷)

□......ماہِ صفر ۳۸۱ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن احمد رزاز مقری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [۳]

آپ ابنِ حمدوہ کے نام سے مشہور تھے، ابوالحسین بن سمعون واعظ رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۸۱)

□......ماہِ صفر ۳۸۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبیداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن احمد بن مجمع بن مجیب بن معبد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [۴]

---

[۱] قال الخطيب: أخبرنا البرقاني أخبرنا أبو الحسن الدارقطني قال أبو الطيب عبد الله بن محمد بن يحيى البزاز بن اخت العباسي حافظ ثقة

[۲] قال الذهبي: ابن معروف قاضي القضاة، شيخ المعتزلة.

[۳] قال الخطيب: كان صدوقا يسكن ناحية النصرية

[۴] قال الخطيب: كان صدوقا.

ابوالقاسم بن حبابہ، ابوحفص کتانی، ابوطاہر مخلص، محمد بن عبداللہ بن اخی میمی، محمد بن عمر بن زنبور وراق، ابوالقاسم بن صیدلانی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۴۲)

☐......ماہِ صفر ۳۸۴ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن اسحاق بن ابراہیم قیسی قرطبی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [۱]

قاسم بن اصبغ، احمد بن عبادہ رعینی، محمد بن حافظ محمد بن عبدالسلام خشنی، احمد بن دحیم اور محمد بن معاویہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۰۳)

☐......ماہِ صفر ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوطاہر محمد بن علی بن محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [۲]

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوالفضل محمد بن حسن بن مامون ہاشمی، ابوالقاسم صیدلانی، حسن بن حسن نوبختی، محمد بن بکران رازی، اور ابن صلت مجبر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، جمعرات کے دن یکم ربیع الآخر ۴۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی، اور شونیزی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔
(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۰۶)

☐......ماہِ صفر ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن عباد بن عباس طالقانی کاتب کی وفات ہوئی۔ [۳]

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابومحمد بن فارس، احمد بن کامل قاضی رحمہما اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوالعلاء محمد بن حسول، عبدالملک بن علی رازی، ابوبکر بن ابی علی ذکوانی، ابوالطیب طبری، ابوبکر مقری رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۱۴)

☐......ماہِ صفر ۳۸۶ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن محمد بن علی بن ابی تمام ہشامی زینبی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [۴]

عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ وزیر رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، عراق کے شہر واسط میں ذی الحجہ ۴۵۱ھ میں

---

[۱] قال الذهبي: ابن الطحان الامام الحافظ الفقيه المحدث المجود.

[۲] قال الخطيب: كان صدوقا.

[۳] قال الذهبي: وكان شيعيا معتزليا مبتدعا، تياها صلفا جبارا، وقيل: إنه ذكر له البخاري، فقال: ومن البخاري؟! حشوي لا يعول عليه.

[۴] قال الخطيب: كتبت عنه وكان سماعه صحيحا

آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۴ص ۲۳۸)

□......ماہ صفر ۳۸۶ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن علی بن احمد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ ابن الدائی کے نام سے معروف تھے (تاریخ بغداد ج ۴ص ۱۷۲)

□......ماہ صفر ۳۸۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن احمد بن محمد بن علی بن عبداللہ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ل
آپ ابن البسری کے نام سے معروف تھے، ابوطاہر مخلص، محمد بن عبدالرحمٰن بن خشنام رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، خطیب بغدادی، حمید، ابوعلی بردانی، ابوالفضل بن مہتدی باللہ، علی بن طراد وزیر، اسماعیل بن سمرقندی، یوسف بن ایوب ہمدانی، ابونصر احمد بن عمر غازی، محمد بن طاہر مقدسی، عبدالوہاب انماطی، موہوب بن جوالیقی، ابوالحسن بن زغوانی، ابوبکر مجلد، سعید بن احمد بناء، نصر بن نصر عکبری واعظ اور محمد بن ناصر حافظ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی وفات ۲ رمضان ۴۷۴ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۳۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۴۰۲)

□......ماہ صفر ۳۸۷ھ: میں حضرت ابونصر محمد بن محمد بن علی بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب ہاشمی عباسی بغدادی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ۲
ابوطاہر مخلص، ابوبکر محمد بن عمر بن زنبور اور ابوالحسن بن حمامی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، حمیدی، ابن الخاضبہ، بردانی، ابن طاہر، موتمن ساجی، ابونصر غازی، اسماعیل بن محمد تیمی، اسماعیل بن سمرقندی، علی بن طراد، وجیہ شحامی، محمد بن قاسم شہرزوری موصلی، مظفر بن ابی احمد، احمد بن محمد بن موئید باللہ، ابوالفضل محمد بن عمر ارموی، ابوبکر بن زغوانی اور ابومحمد مادح رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۱۱ جمادی الآخرۃ ۴۷۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۴۴۳)

□......ماہ صفر ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوزرعہ ابن محمد بن مخلد بن جبیر بن عبداللہ تمیمی رحمہ اللہ کی

ل قال الخطيب: كان صدوقا يسكن بدرب الزعفراني ثم انتقل إلى حريم دار الخلافة (تاريخ بغداد)

قال الذهبي: ابن البسري الشيخ الجليل، العالم الصدوق، مسند العراق. قال أبو سعد السمعاني: كان شيخا صالحا، عالما ثقة، عمر وحدث بالكثير، وانتشرت عنه الرواية، وكان متواضعا، حسن الاخلاق، ذا هيئة ورواء. وقال إسماعيل الحافظ: شيخ ثقة. وأثنى عليه (سير اعلام النبلاء)

۲ قال الذهبي: الزينبي الشيخ الصالح، الزاهد، الشريف، مسند الوقت.

وفات ہوئی۔

یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی، احمد بن اسحاق بن بہلول، ابراہیم بن حماد بن اسحاق، ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی، حسین بن اسماعیل محاملی، قاسم بن اسماعیل محاملی، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول، محمد بن مخلد عطار، محمد بن یوسف بن بشر ہروی اور عبدالغافر بن سلامہ حمصی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابو عبداللہ محمد بن احمد غنجار بخاری، ابو عبداللہ حاکم رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۵۶)

□...... ماہِ صفر ۳۸۸ھ: میں حضرت ابو الفرج محمد بن احمد بن ابراہیم مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۷۲)

□...... ماہِ صفر ۳۸۸ھ: میں حضرت ابو بکر احمد بن عبدان بن محمد بن فرج شیرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [۱]

آپ کی ولادت ۲۹۳ھ میں ہوئی، محمد بن محمد باغندی، ابو القاسم بغوی، احمد بن محمد بن سکن بغدادی اور بکر بن احمد زہری رحمہ اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، حمزہ بن یوسف سہمی، ابو الحسن بن صخر ازدی اور قاضی علی بن عبیداللہ کسائی ہمذانی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۹۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۹۰)

□...... ماہِ صفر ۳۸۸ھ: میں حضرت ابو الفضل محمد بن حسین بن محمد بن مہران مروزی حدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [۲]

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عبداللہ بن محمود مروزی سعدی، ابو یزید اور حماد بن احمد قاضی رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۷۰)

□...... ماہِ صفر ۳۸۹ھ: میں حضرت ابو عبداللہ محمد بن قاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد مغربی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۳۰)

---

[۱] قال السیوطی: الحافظ الثقة المعمر ...... محدث الأهواز ...... كان من الأئمة يقال له الباز الأبيض.

[۲] قال الذهبی: الحدادی شیخ مرو، القاضی الكبير.
قال الحاكم: كان شیخ أهل مرو في الحديث والفقه والتصوف والفتيا.

□...... ماہِ صفر ۳۹۱ھ: میں حسام الدولہ مقلد بن مسیب بن رافع بن مقلد عقیلی کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶)

□...... ماہِ صفر ۳۹۲ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن محمد بن یحییٰ بن شعیب شیبانی انباری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ۱

ابواحمد بن ابی مسلم فرضی، ابوعمر بن مہدی، ابوالحسن بن رزقویہ، ابوالحسین بن بشران، حسن بن عمر غزال، احمد بن محمد بن دوست اور حسن بن حسین بن رامین استراباذی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، اسماعیل بن محمد حافظ، ابونصر غازی، ابوسعد بن بغدادی، نصر اللہ بن محمد، ہبۃ اللہ بن طاؤس، ابن ناصر اور ابن البطی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی وفات شوال ۴۸۶ھ میں ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۱۰۵)

□...... ماہِ صفر ۳۹۲ھ: میں حضرت ابوالفتح عثمان بن جنی موصلی نحوی لغوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کی علمِ نحو میں کتب نہایت جامع اور مشہور ومعروف ہیں، اور علمِ نحو میں آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی، جمعہ کے دن ۲۸ صفر کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۹)

□...... ماہِ صفر ۳۹۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن مخلد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ بن ثابت انصاری ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۲

ابوالقاسم بغوی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، محمد بن عقیل بلخی، محمد بن ابراہیم بن نیروز انماطی، اسماعیل بن عباس وراق، احمد بن سعید طبری، ابوبکر احمد بن محمد بن اسماعیل تیمی، ابوعثمان سعید بن محمد، عبداللہ بن جعفر بن احمد بن خشیش، جعفر بن عیسیٰ حلوانی، ابوعبداللہ محمد بن محمود بلخی، عبدالرحمٰن بن حسن اسدی ہمدانی اور عبدالواحد بن مہتدی باللہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ناصر عمری، سفیان بن محمد شریحی، ابوعمر عبدالواحد بن احمد ملیحی، ابوبکر محمد بن عبداللہ عمیری، ابوصاعد یعلیٰ بن ہبۃ اللہ فضیلی،

---

۱ قال الذهبي: ابن الأخضر، الشيخ، العالم، الخطيب، المسند.
قال السمعاني: كان ثقة، نبيلا، صدوقا، معمرا، مسندا، انتشرت رواياته في الآفاق، وكان أقطع اليد، قطعت في كائنة البساسيري، وكان يقدم بغداد أحيانا، ويحدث.
سألت إسماعيل الحافظ عنه، فقال: ثقة.

۲ قال الذهبي: ابن أبي شريح الإمام القدوة، المحدث المعمر، مسند هراة، وعالمها.

ابو عاصم فضیل بن یحییٰ فضیلی، محمد بن مسعود عبد العزیز فارسی اور عبد الرحمٰن بن محمد کلاری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۸۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۲۸)

□...... ماہِ صفر ۳۹۲ھ: میں حضرت ابو الحسن علی بن محمد بن قاسم وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ تج کے نام سے معروف تھے، ابو العباس بن عقدہ رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن علی توزی رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، منگل کے دن ۱ صفر کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۹۳)

□...... ماہِ صفر ۳۹۵ھ: میں حضرت ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا بن محمد بن حبیب قزوینی رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قطان، سلیمان بن یزید فامی، علی بن محمد بن مہرویہ، سعید بن محمد قطان، محمد بن ہارون ثقفی، عبد الرحمٰن بن حمدان جلاب، احمد بن عبید ہمدانی، ابو بکر بن السنی دینوری اور ابو القاسم طبرانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابو سہل بن زیرک، ابو منصور محمد بن عیسیٰ، علی بن قاسم خیاط مقری اور ابو منصور بن محتسب رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت قزوین کے مقام پر ہوئی، اور پرورش ہمدان میں ہوئی، اور اکثر مدت تک آپ "رَے" مقام میں قیام پذیر رہے۔ آپ علومِ ادبیہ میں سرخیل تھے، فقہ مالکی کے صاحبِ نظر عالم تھے، اہلِ سنت کے مذہب کے متکلم و مناظر تھے، صاحبِ تصنیف تھے، آپ کے کتب و رسائل کی بڑے بڑے ائمہ نے تخریج کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۰۵)

□...... ماہِ صفر ۳۹۶ھ: میں حضرت ابو بکر محمد بن عمر بن علی بن خلف بن محمد بن زنبور بن عمرو بن تمیم وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

---

[1] قال الذهبي: ابن فارس الامام العلامة، اللغوي المحدث.

[2] قال الخطيب: كان ضعيفا جدا ...... سألت الأزهري عن بن زنبور فقال ضعيف في روايته عن بن منيع وذكر ان سماعه من البغوي صحيح.

قال الذهبي: ابن زنبور الشيخ المسند.

قال الازهري: هو ضعيف في روايته عن البغوي، وسماعه من البغوي صحيح.

وقال العتيقي: فيه تساهل.

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عبداللہ بن محمد بغوی، ابوبکر بن ابی داؤد اور عمر بن محمد دوری رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوالقاسم ازہری، ابومحمد خلال اور ابونصر زینبی رحمہم اللہ۔
(تاریخ بغداد ج۳ ص۳۶، سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص۵۵۵)

□......ماہِ صفر ۳۹۶ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن نصر دیباجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔[1]
علی بن عبداللہ بن مبشر، احمد بن محمد بن سعدان، احمد بن عمر بن عثمان اور محمد بن خمرویہ مروزی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر برقانی، ہبۃ اللہ بن حسن طبری اور ابوالقاسم طبری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جمعہ کے دن دس صفر کو آپ کی وفات ہوئی۔
(تاریخ بغداد ج ۳ص ۹۲)

□......ماہِ صفر ۳۹۹ھ: میں اندلس کے امیر ہشام مؤید باللہ بن المستنصر باللہ کی وفات ہوئی۔
آپ عقل ورائے میں نابغۂ عصر تھے، دلیری اور شجاعت و بہادری میں یگانۂ دہر تھے، اپنی پہلی فتح اور غلبے میں حکم کے علمی ذخائر کتب کی طرف متوجہ ہوئے، تو علمائے وقت کی موجودگی میں ان کو کھنگالا، اور نکالا، اور فلاسفہ ومتقدمین حکماء وغیرہ کی کتب کو جمع ومحفوظ کرنے کا حکم دیا، سوائے طب وحساب کی کتب کے کہ ان کو جلانے کا حکم دیا، یہ سب کچھ آپ نے عوام کی خواہش وپسند کی رعایت رکھ کر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور حکم کے مذہب ومشرب سے اپنی ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے کیا، اور یہ ہشام مؤید باللہ ہمیشہ لوگوں سے غائب رہا، نہ ظاہر ہوا، اور نہ کوئی حکم نافذ کیا۔
(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷ ص ۱۲۴)

---

[1] قال الخطیب: ثقۃ مأمون

باسمہ تعالیٰ

پیارے بچّو

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی باتیں، دلچسپ کہانیاں، مفید قصے، سچے واقعات
بچپن کی زندگی گزارنے کے آداب اور کھیلنے کودنے کے اچھے طریقوں پر مشتمل مختلف
ومتفرق دلچسپ مضامین کا مجموعہ

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان